جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

نام کتاب : معجزات آل محمدؐ (حصہ چہارم)

تالیف : آیت اللہ ہاشم البحرانی

ترجمہ : مولانا محمد حسن جعفری ایم اے

اہتمام : مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم

کمپوزنگ : ادارہ منہاج الصالحین لاہور

کمپوزر : سید حیدر زیدی

اشاعت : فروری 2007ء

ہدیہ : [redacted] روپے

ادارہ منہاج الصالحین

دکان نمبر 20، فسٹ فلور الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار،

لاہور۔ فون: 7225252

فہرست

اہل ادیان سے حضرتؑ کا بے مثال اور بے نظیر مناظرہ 18

- نصرانی عالم سے مباحثہ 21
- یہودی، عیسائی اور زرتشتیوں سے مناظرہ 29
- یہودی عالم کی طرف رجوع 32
- زرتشتی عالم سے مباحثہ 38
- شانِ امام بزبانِ امامؑ 38

حضرت امام تقی الجواد علیہ السلام

- حضرتؑ کی معجزانہ ولادت 51
- آپؑ کی ولادت کی بشارت 52
- ''واقفیوں'' سے گفتگو 54
- جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند علی اور امام محمد تقی کی امامت 58
- امام علی رضاؑ کی نص اور علمِ امام 60
- عصا اور تصدیق امام 63
- حضرتؑ کے بازو پر مُہر کا نشان 64
- زمین کے فاصلوں کا سمٹ جانا 65
- دل کے ارادے سے آگاہی 67

- حسیناؤں اور موسیقی سے نفرت 68
- حضرتؑ کی بددعا کا اثر 69
- خشک درخت کا تر و تازہ ہو جانا 70
- اپنے والد کے قرض کی ادائیگی 70
- اپنی موت کی خبر دینا 71
- بالوں کا رنگ تبدیل ہونا اور زمین سے درہم و دینار برآمد کرنا 74
- علمِ ارحام 75
- پتوں کا درہموں میں تبدیل ہونا 76
- کشتیوں کا رُک جانا 76
- ملی الارض 76
- خشک لکڑیوں کا سرسبز ہونا 77
- پتھر پر انگلیوں کے نشان ثبت کرنا 77
- اعجاز مسیحائی 78
- ایک بیل کا کلام کرنا 78
- قوتِ امامؑ 79
- آپ کو مدینہ میں ہی والد کی شہادت کا علم ہو گیا تھا 79
- والد کی تجہیز و تکفین کے لیے مدینہ سے خراسان روانگی 80
- ابوصلت کو زندان سے نکالنا 84
- علم ارحام اور کھلونوں سے نفرت 85
- مسیحا نفس 86
- اپنے پرائے کی پہچان 87
- فخرِ مسیحا 87
- حضرتؑ کی شادی اور مناظرہ 87

- ام الفضل کا شکایتی خط 96
- بے ثمر درخت کا بارآور ہونا 96
- ام الفضل کا واقعہ اور حرزِ جواد 97
- اعجازِ مسیحائی 102
- زمین سے سونا برآمد کرنا 103
- غیب کی خبر 103
- دل میں پوشیدہ باتوں سے آگاہی 105
- اخبارِ غیب 105
- قبولیتِ دعا 107
- اخبارِ غیب 108
- مامون کا شکاری باز اور مچھلی 109
- فصد کھلوانا 111
- ایک زخمی کی نشان دہی کرنا 112
- مردہ گائے کا زندہ کرنا 112
- دل کی بات سے آگاہی 113
- مسموم طعام کی نشان دہی 114
- ایک ''واہمی'' کی اصلاح کرنا 114
- شفائے امراض 116
- امام جوادؑ کے لیے امام علی رضاؑ کا فرمان 116
- علمِ امامؑ 117
- حضرتؑ کی شہادت کا سبب 118
- حضرت قائم آلِ محمدؐ کی پیشین گوئیاں 121
- خواب میں ایک سوال کا جواب دینا 124

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

- آپؑ کی والدہ کی خریداری 128
- اخبارِ غیب 128
- زندان میں بھی بہشت برین کے نظارے 130
- ایک شخص کو چشم زدن میں سامرہ سے بغداد پہنچانا 131
- متوکل کا علاج اور حضرتؑ کے گھر کی تلاشی 131
- اخبارِ غیب 134
- ایک نااہل بھائی کی داستان 136
- اخبارِ غیب 137
- ہوا اور خدمتِ امام 140
- ایک مجرب دعا کی تعلیم 142
- غیب سے گرم پانی کا مہیا ہونا 145
- ایک نقاش پر شفقت 146
- علم الآجال 147
- ایک ستون سے پھل برآمد کرنا 149
- جنت سے ایک پرندہ پکڑ کر لانا 149
- متوکل کے انجام کی پیشین گوئی 150
- عالمِ اسرارِ دل 150
- فخرِ مسیحا 154
- ایک ترک سے ترکی زبان میں گفتگو کرنا 155
- چشمِ زدن میں ۷۳ زبانوں کی تعلیم دینا 156
- نظر را کیمیا کن 156
- ابوہاشم کا خچر 157

- متوکل کے لیے بددعا 157
- ایک گستاخ نوجوان کو سرزنش 158
- وارثِ مسیحا 159
- اخبارِ غیب 160
- ایک شعبدہ باز کو سزا 163
- حق بحقدار رسید 164
- دل کی کیفیت سے آگاہی 165
- زمین کا ہر ٹکڑا قبروں سے بھرا ہوا ہے 166
- ایک نصرانی کی مدد 169
- مبروص کا شفایاب ہونا 172
- پرندے اور احترامِ امام 173
- زینب کذابہ اور برکتہ السباع 173
- گھوڑے کی حضرتؑ سے گفتگو 177
- یہ مجھے قتل نہ کر سکیں گے بلکہ خود قتل ہو جائیں گے 180
- لشکرِ متوکل اور لشکرِ امام 182
- صحرا میں درخت اور چشمے 183
- رُعبِ امامؑ 185
- مُردے زندہ کرنا 188
- زمین سے چاندی برآمد کرنا 189
- اخبارِ غیب 190
- ایک نوجوان کو دشمنانِ آلِ محمدؐ کے شر سے بچانا 192
- معرفتِ لغات 194
- وہ چار دن جن میں روزہ رکھنا چاہیے 194

- سامرہ کی ویرانی کی پیشین گوئی 195
- قائم آلِ محمدؐ کے لیے فرمان 196
- قائم آلِ محمدؐ کی والدہ کی آمد 196
- افتخارِ مسیحا 207
- مقامِ ابوطالب علیہ السلام 208

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

- علم المنایا 211
- حریمِ دل کا محرم 212
- ایک فجر کا رام ہونا 213
- زمین سے دینار برآمد کرنا 215
- حج کے لیے چلے جاؤ 215
- استجابتِ دعا 215
- عطائے امامؑ 216
- معرفتِ لغات 216
- امامؑ کے لیے نیند اور بیداری یکساں ہے 217
- تم ہی غالب رہو گے 217
- باری کے بخار کا تعویذ 218
- اخبارِ غیب 218
- یہ گھوڑا بیچ دو 219
- مہتدی کے قتل کی پیشین گوئی 220
- مستقبل کا علم 221
- جائیداد کا واپس ملنا 222

- ایک بیٹے کی صحت اور دوسرے کی موت کی پیشین گوئی 222
- مانگے بغیر انگشتری عطا کرنا 223
- حضرتؑ کے دیدار کی برکت 224
- فصد میں خون کی بجائے دودھ کا نکلنا 224
- مستقبل کی خبر 228
- درندوں سے محفوظ رہنا 228
- سونے کا انداز 229
- سنگریزوں پر مہر ثبت کرنا 230
- ایک سرکاری مخبر کی نشان دہی 232
- قائم آل محمدؐ مساجد کے مینار اور محراب توڑ دیں گے 233
- ایک دعا کی تعلیم 235
- خدمت خلق کرنے والوں کا مقام 235
- بھیڑیے سے گفتگو کرنا 236
- شہد اور دودھ کا چشمہ 236
- بارش کا برسنا اور رکنا 237
- قدرت امامؑ 237
- باہر اور اندر کے لباس کا فرق 238
- محبّ اور شیعہ کا فرق 239
- فرش پر خاصانِ خدا کے نقش قدم 244
- کاتب کے بغیر قلم کا لکھنا 247
- علم مافی الارحام 247
- علمِ غیب اور جعفر کی سفارش 248
- قید اور آزادی 249

- قائم آل محمدؐ کی ولادت پر مومنین کی خوشی 249
- محبت آل محمدؐ میں غربت بھی منظور ہے 250
- قائم آل محمدؐ کی عظمت 251
- اپنی موت اور موت کے بعد کے حالات کی خبر دینا 254
- حضرتؑ کا اعجاز امامت سے "جرجان" جانا 256
- اخبار غیب 258
- نبی کی ہڈی کی کرامت 259
- گم شدہ رقم کی نشان دہی 261
- آپؑ کے روضے کی کرامت 262
- زمین سے سونا چاندی برآمد کرنا 262
- دل کی کیفیت سے آگاہی 263
- نہار منہ تربوز مت کھاؤ 264
- مہتدی کی موت کی پیشین گوئی کرنا 265
- میت پر گریبان چاک کرنے کا جواز 265
- روشنائی بغیر لکھے ہوئے خط کو پڑھنا 265
- احترام امام کرنے والا نصرانی 266
- حضرتؑ کی طرف سے چند مسائل کا بیان 268

حضرت امام مہدی علیہ السلام

- آپؑ کا تعارف 279
- امام زمانہؑ کی ولادت باسعادت 283
- ولادت کے بعد آپؑ نے کیا فرمایا؟ 288
- حضرت حکیمہ کی زبانی صاحب العصر کی ولادت کی تفصیلی روایت 289

- حضرت کی داستانِ ولادت کی ایک اور روایت 296
- ولادت اور خالق کا سجدہ 299
- آپؑ مختون پیدا ہوئے 300
- بیت الحمد کا چراغ روشن رہے گا 300
- ایک ہمسائی خاتون کا بیان 301
- امام زمانہؑ کی طرف سے چند سوالوں کے جواب 304
- پانی پر مصلّی بچھا کر نماز پڑھنا 313
- میں ہی زمین پر بقیۃ اللہ ہوں۔ فرمان صاحب العصرؑ 315
- حضرتؑ کی زیارت سے مشرف ہونے والے ایک خادم کی گواہی 317
- ایک سائل کو سونے کی ڈلی عطا کرنا 318
- ایک متلاشیِ حق کی داستان 319
- حسن بن نضر کو کفن کے لیے کپڑے دینا 323
- محمد بن احمد کو اپنا وکیل مقرر کرنا 325
- دلی کیفیات سے آگاہی 327
- مالِ مشکوک لینے سے احتراز 327
- تیرا یہ بیٹا زندہ رہے گا 327
- حکمِ سفر 328
- دعا سے شفایابی 328
- علی بن حسین بن ہمدان کو ہدایات 329
- حاجز کی توثیق 330
- گھوڑے اور تلوار کی قیمت روانہ کرو 330
- علمِ آجال 331
- ہمارا مال ہمارے حوالے کرو 332

- امر غائب کی اطلاع 332
- ہماری تلوار تو بھلا آئے ہو 333
- اس رقم میں بیس درہم تمہارے بھی شامل ہیں 333
- جنید کی توثیق کیوں نہ کی؟ 334
- تمہیں ابھی کفن کی ضرورت نہیں ہے 335
- آپؑ نے وکلاء کو مالِ امامؑ لینے سے روک دیا 335
- مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے ممانعت 336
- ابوالعباس احمد دینوری کا واقعہ 336
- علی بن محمد السمری کے لیے کفن روانہ کرنا 341
- قبولیتِ دعا 341
- ابن مہزیار کی رہنمائی 342
- محمودی کو زیارت کرانا 343
- ابن مہزیار اہوازی کا واقعہ 347
- انصاری اور اس کے دوستوں کو دعاؤں کی تعلیم دینا 351
- ہادیانِ دین پر تفصیلی درود 356
- عیسیٰ بن مہدی جوہری کی ضیافت 360
- شفائے مریض 363
- مال مدفون سے آگاہ کرنا 364
- امر غائب کی اطلاع دینا 364
- گہوارے میں کلام کرنا 365
- حضرتؑ کے اونٹ کا آسمان کی طرف پرواز کرنا 366
- اودی کا واقعہ 367
- قاسم بن علاء کو موت کی خبر دینا 368

- ابوسورہ کو شرف دیدار کرانا 373
- ناحیہ پر اعتراض کیوں کرتے ہو؟ 375
- امام زمانہؑ کے ہاتھوں حجر اسود کی تنصیب 377
- میاں بیوی کی ناچاقی دُور ہونے کی پیشین گوئی 380
- ابومحمد دلجی پر عتاب 381
- اہل ہمدان کے شیعہ ہونے کی وجہ 382
- شیخ صدوق کے والد کے لیے دعا 384
- ایک شخص کو اس کے والد کا نام بتانا 385
- دینوری خاتون کی تھیلی 385
- خضر بن محمد کے سوالات کے جواب 389
- عامری کے لیے کفن روانہ کرنا 390
- مخالف کا مال واپس کرنا 391
- سونے کی گمشدہ ڈلی کی خبر دینا 391
- اپنا سونا واپس لے لو 392
- حسین بن روح کا امتحان 393
- اہل قم کی رہنمائی 394
- ابن وجناء کو شرف دیدار کرانا 398
- ابراہیم بن مہزیار اور شرف دیدار 400
- امام حسن عسکریؑ کے گھر غارت گری 406
- کابلی کا زیارت امامؑ سے مشرف ہونا 407
- نواب اربعہ 408
- ایک گونگے کو گویائی ملنا 409

مہدی فی القرآن 411

مہدی فی الحدیث 420

- حدیث معراج میں مہدیؑ کا تذکرہ 422
- زمانہ غیبت میں ایمان رکھنے والا کامل مومن ہوگا 424
- کبریت احمر سے زیادہ نایاب افراد 424
- حضرت علیؑ اور جعفر طیارؑ کو خوش خبری 426
- المہدی فی کتب السنۃ 427
- المہدی فی اخبار الائمۃ 431
- بصیرت حیدری 436
- طول عمر امام زمانہ علیہ السلام 446
- حضرت خضر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام 448
- زمانہ ظہور مہدی علیہ السلام 451

○○○

اہل ادیان سے حضرتؑ کا بے مثال اور بے نظیر مناظرہ

وضاحت: کتاب مدینۃ المعاجز میں حضرتؑ کے مناظرہ کا مفصل تذکرہ موجود نہیں تھا جب کہ حضرتؑ کا یہ مناظرہ اس لائق ہے کہ اسے عوام وخواص تک پہنچنا چاہیے اسی لیے ہم نے شیخ صدوق کی کتاب ''عیون اخبار الرضا'' سے اسے نقل کیا ہے تا کہ ہمارے قارئین اس کے فیوض سے محروم نہ رہیں۔ علاوہ ازیں شانِ امام کا خطبہ بھی مدینۃ المعاجز میں موجود نہیں ہے۔ اس خطبہ کی افادیت اور جامعیت کے پیشِ نظر ہم نے اسے عیون اخبار الرضا سے نقل کیا ہے لہٰذا ان دونوں ابواب کو الحاقی ابواب تصور کرنا چاہیے۔

(محمد حسن جعفری، مترجم کتاب ہذا)

○

عمر بن عبدالعزیز انصاری کہتے ہیں کہ میں نے ایک ایسے شخص سے یہ روایت سنی جس نے حسن بن محمد نوفلی اور ہاشمی سے یہ گفتگو سنی تھی۔

راوی کہتے ہیں: جب امام علی رضا علیہ السلام مامون کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے آپؑ کے علم کا اندازہ کرنے کے لیے اپنے مشہور درباری فضل بن سہل کو حکم دیا کہ تم مختلف ملل و مذاہب کے علماء و متکلمین بالخصوص عیسائی، یہودی، زرتشتی اور صابی مذہب کے علماء کو دعوت دو اور امام علی رضا علیہ السلام سے ان کا مناظرہ کراؤ تا کہ ہم ان کی گفتگو سن سکیں۔

فضل بن سہل نے مذکورہ علماء کو دعوت دی اور جب وہ آ گئے تو اس نے مامون کو ان کی آمد سے مطلع کیا۔

مامون نے کہا کہ انہیں میرے دربار میں لے آؤ۔ چنانچہ مذکورہ علماء مامون کے دربار میں حاضر ہوئے تو مامون نے انہیں خوش آمدید کہا اور ان سے کہا کہ میں نے تمہیں ایک نیک کام کے لیے زحمت دی ہے۔ مدینہ سے میرا چچازاد بھائی آیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے گفتگو کرو اور میں چاہتا ہوں کہ کل صبح تم سب دربار میں آ جاؤ۔

مذکورہ علماء نے کہا کہ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

حسن بن نوفلی کہتے ہیں کہ ہم امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں یاسر خادم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آ کر عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! امیر المومنین آپؑ کو سلام کہتے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ آپؑ کا بھائی (مامون) آپؑ پر قربان، مختلف مذاہب و ملل کے علماء میرے پاس جمع ہیں۔ اگر آپؑ ان سے گفتگو کرنا پسند کریں تو کل ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ اور اگر آپؑ گفتگو کے خواہش مند نہ ہوں تو آپؑ پر اس کے لیے کوئی جبر نہیں ہے اور اگر آپؑ ہمارے ہاں آنے کے خواہش مند ہیں تو ہم بنفس نفیس آپؑ کو لینے کے لیے آ جائیں گے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

ان سے جا کر کہہ دو کہ میں آپ کا مقصد سمجھ گیا ہوں اور اگر خدا نے چاہا تو میں کل صبح آپ کے پاس آ جاؤں گا۔

یاسر خادم کے جانے کے بعد آپؑ نے فرمایا:

نوفلی! تو عراقی ہے اور عراقی پختہ عزم و ارادہ والے ہوتے ہیں اس صورت حال کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

میں (نوفلی) نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان، اصل بات یہ ہے کہ مامون اس ذریعہ سے آپؑ کا امتحان لینا چاہتا ہے اور اس طرح سے وہ آپؑ کے علم کی گہرائیوں کو

آزمانا چاہتا ہے اور اس نے ایسا کر کے انتہائی غلط اقدام کیا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

تم اس کے اس اقدام کو غلط کیوں کہہ رہے ہو؟

میں (نوفلی) نے عرض کیا:

مولاؑ! بات یہ ہے کہ مسلم علماء اور غیر مسلم علماء کے مباحثہ میں بڑا فرق ہے۔ مسلم علماء کے سامنے قرآن وحدیث کا حوالہ دیا جائے تو وہ گردن جھکا لیتے ہیں جب کہ غیر مسلم علماء قرآن وحدیث کے منکر ہیں۔ اگر آپؑ نے ان سے کہا کہ اللہ واحد ہے تو وہ آپ کے سامنے کہیں گے کہ پہلے آپؑ خدا کی وحدانیت ثابت کریں اور اگر آپؑ نے ان سے کہا کہ محمد مصطفیٰؐ اللہ کے رسول ہیں تو وہ کہیں گے کہ پہلے آپؑ ان کی رسالت ثابت کریں۔

اور یوں یہ لوگ مسلمات کا انکار کر کے انسان کو لاجواب کر دیتے ہیں۔ اسی لیے ان سے مباحثہ جیتنا انتہائی مشکل ہے۔ میرا مشورہ مانیں تو آپؑ مباحثہ سے انکار کر دیں۔

نوفلی کا بیان ہے کہ میری یہ بات سن کر آپؑ مسکرائے اور فرمایا:

کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ مجھے دلائل میں عاجز کر دیں گے؟

میں نے کہا: نہیں، مجھے ایسا کوئی اندیشہ نہیں ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا آپؑ کو ان پر فتح عطا فرمائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: نوفلی! جانتے ہو کہ مامون کب پشیمان ہوگا؟

میں نے عرض کیا: مجھے معلوم نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: سنو، جب میں اہلِ تورات کو تورات سے اور اہلِ انجیل کو انجیل سے اور اہلِ زبور کو زبور سے، اور صائبین کو ان کی عبرانیت سے اور زرتشتیوں کو ان کی فارسیت سے اور اہلِ روم کو ان کی رومیت سے اور اہلِ مقالات کو ان کی زبانوں سے لاجواب کر دوں گا اور ان کے دلائل کے تار و پود بکھیر دوں گا اور یہ میری بات ماننے پر

مجبور ہو جائیں گے تو اس وقت مامون کی پشیمانی دیدنی ہوگی۔ طاقت و قوت کا مالک خداوند علی العظیم ہے۔

راوی کہتے ہیں جب صبح ہوئی تو فضل بن سہل ہمارے پاس آیا اور کہا کہ امیر المومنین آپؑ کے منتظر ہیں اور مختلف مذاہب کے علماء بھی دربار میں جمع ہیں۔ اب آپؑ کی رائے کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تم جاؤ' ہم ابھی آ رہے ہیں۔

پھر آپؑ نے وضو کیا اور ستو کے چند گھونٹ نوش فرمائے اور آپؑ نے ہمیں بھی ستو پلوایا۔ پھر آپؑ ہمیں اپنے ساتھ لے کر دربار کی طرف روانہ ہوئے اور جب آپؑ دربار میں پہنچے تو پورا دربار کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور وہاں محمد بن جعفر اور طالبین اور بنی ہاشم کے تمام اکابر اور معززین موجود تھے۔ آپؑ نے جیسے ہی دربار میں قدم رکھا تو مامون اور دیگر معززین نے اٹھ کر آپؑ کا استقبال کیا اور امام علیہ السلام خراماں خراماں چلتے ہوئے مامون کے ساتھ تخت پر جا کر بیٹھ گئے اور آپؑ نے تمام حاضرین کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام اہل دربار بیٹھ گئے۔

مامون الرشید کچھ دیر تک آپؑ سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے عیسائی جاثلیق کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا:

یہ میرے ابن عم علی بن موسیٰ بن جعفر ہیں اور یہ ہمارے پیغمبر اکرمؐ کی دختر حضرت فاطمہ زہراء اور علی بن ابی طالب علیہما السلام کی اولاد ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے گفتگو کرو اور مباحثہ کرو۔

نصرانی عالم سے مباحثہ

نصرانی عالم نے کہا:

امیر المومنین! میں بھلا اس شخص سے کیا مباحثہ کروں جو اپنے دعویٰ کی دلیل کے

لیے ایسی کتاب کا حوالہ دے جسے میں تسلیم نہیں کرتا اور ایسے نبی کے قول کو بطور حجت پیش کرے جس پر میرا ایمان نہیں ہے۔ جب صورت حال یہ ہو تو پھر میں مباحثہ کروں تو کیسے کروں؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

اگر میں اپنا دعویٰ تیری کتاب انجیل سے ثابت کروں تو کیا تو میری بات مان لے گا؟

نصرانی عالم: میں انجیل کو رد کرنے کی جسارت کیسے کر سکتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں انجیل کے فرمان کو تسلیم کروں گا اگر چہ وہ میرے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

امام رضا علیہ السلام: اب تمہیں جو پوچھنا ہو پوچھ لو اور اس کا جواب بھی مجھ سے سنو۔

نصرانی عالم: آپ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت اور ان کی کتاب کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں اور کیا آپ عیسیٰؑ کی نبوت یا ان کی کتاب کے کسی حصہ کا انکار کرتے ہیں؟

امام رضا علیہ السلام: میں اس عیسیٰؑ کی نبوت اور اس کی کتاب کا اقرار کرتا ہوں جس نے اپنی اُمت کو محمد مصطفیٰؐ کی نبوت کی بشارت دی تھی اور اس کے حواریوں نے اقرار کیا تھا اور میں ہر ایسے عیسیٰ کی نبوت کا انکار کرتا ہوں جس نے محمد مصطفیٰؐ کی نبوت اور ان کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور اس کی اپنی اُمت کو بشارت نہیں دی۔

نصرانی عالم: کیا دعویٰ کے اثبات کے لیے دو عادل گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی؟

امام رضا علیہ السلام: جی ہاں۔

نصرانی عالم: آپ ایسے دو گواہ پیش کریں جن کا تعلق آپؑ کی ملت سے نہ ہو اور عیسائی دنیا بھی انہیں قبول کرتی ہو اور وہ محمد مصطفیٰؐ کی نبوت کی گواہی دیں اور اگر آپؑ چاہیں تو آپؑ ہم سے بھی نبوت عیسیٰؑ کے اثبات کے لیے دو گواہوں کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

امام رضا علیہ السلام: اب تم نے انصاف کی بات کی ہے تو کیا میری طرف سے ایسے شخص کی گواہی تسلیم کرو گے جو مسیح کی نظر میں قابلِ اعتماد ہو؟

نصرانی عالم: وہ عادل گواہ کون ہے آپؑ اس کا نام بتائیں۔

امام رضا علیہ السلام: یوحنا دیلمی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

نصرانی عالم: آپؑ نے اس شخص کا نام لیا ہے جو مسیح کو سب سے زیادہ پیارا تھا۔

امام رضا علیہ السلام: میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ انجیل میں یوحنا کا یہ قول موجود ہے:

''مسیح نے مجھے محمد عربی کے دین کی خبر دی ہے اور مسیح نے مجھے ان کی بشارت دے کر کہا کہ وہ ان کے بعد آئیں گے اور میں نے بھی حواریوں کو ان کی بشارت دی ہے' تم ان پر ایمان لاؤ''۔

نصرانی عالم: یوحنا نے مسیح سے یہ روایت کی ہے اور اس نے ایک شخص کی نبوت اور اس کے اہل بیتؑ اور اس کے وصی کا ذکر کیا ہے لیکن اس نے یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ نبی کب مبعوث ہوگا اور انہوں نے یہ بھی واضح نہیں کیا کہ آنے والا نبی کس قوم اور کس علاقہ میں مبعوث ہوگا اسی لیے ہم ایک موہوم بشارت کی وجہ سے محمد مصطفیٰؐ کو کیسے نبی مان سکتے ہیں؟

امام رضا علیہ السلام: اگر ہم کسی ایسے شخص کو تمہارے سامنے پیش کریں جو تمہارے سامنے انجیل کی تلاوت کرے اور اس میں محمد مصطفیٰؐ اور ان کی اہل بیتؑ اور اُمت کا ذکر ہو تو کیا تم ایمان لاؤ گے؟

نصرانی عالم: یہ بہت اچھی تجویز ہے۔

امام رضا علیہ السلام: کیا تمہیں انجیل کا سفر ثالث یاد ہے؟

نصرانی عالم نے کہا کہ مجھے اچھی طرح سے یاد نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے ''راس الجالوت'' سے فرمایا: کیا تم انجیل نہیں پڑھا کرتے؟

اس نے کہا: جی ہاں' میں انجیل پڑھتا رہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا:

تم انجیل کا سفر سوم اپنے ہاتھ میں تھامو اور اگر اس میں محمدؐ و آلِ محمدؐ اور اُمت محمدؐ کا ذکر موجود ہو تو تم میری گواہی دینا اور اگر اس میں یہ ذکر نہ ہو تو میری گواہی نہ دینا۔

راس الجالوت نے انجیل کھولی اور امام علیہ السلام نے انجیل کے تیسرے سفر کو زبانی پڑھنا شروع کیا اور جب اس میں نبی اکرمؐ کا ذکر آیا تو آپؑ رک گئے۔

نصرانی عالم: بے شک آپؑ انجیل کے عالم ہیں۔

پھر آپؑ نے انجیل سے حضرت محمد مصطفیٰؐ اور ان کی اہل بیتؑ اور اُمت کا انجیل سے تذکرہ پڑھ کر سنایا۔

پھر آپؑ نے نصرانی عالم کو خطاب کر کے فرمایا:

نصرانی! یہ عیسیٰ بن مریمؑ کا فرمان ہے:

''اور اگر تو نے انجیل کے الفاظ کو جھٹلایا تو تو موسیٰ اور عیسیٰ اور اپنی الہامی کتاب کا منکر قرار پائے گا اور پھر تو اپنے رب' اپنے نبی اور اپنی کتاب کے انکار کی وجہ سے واجب القتل قرار پائے گا''۔

نصرانی عالم: میں انجیل کے فرمان کو رد نہیں کر سکتا۔ میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! اس کے اقرار کے گواہ رہنا۔

پھر آپؑ نے پادری سے فرمایا: اس کے علاوہ تمہیں کچھ اور پوچھنا ہو تو وہ بھی پوچھ لو۔

نصرانی عالم: آپؑ مجھے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے حواریوں اور علمائے انجیل کی تعداد بتائیں؟

امام رضا علیہ السلام: تم نے ایک باخبر انسان سے سوال کیا ہے۔ لو اب سنو! حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواری تھے جن میں ''لوقا'' افضل اور اعلم تھے۔ اور علمائے نصاریٰ

تین تھے: ۱- یوحنا اکبر باج (باغ) ۲- قرقسیا کا یوحنا ۳- رجاز کا رہنے والا یوحنا دیلمی۔ اور اسی مؤخر الذکر نے رسول اکرمؐ اور ان کے اہل بیتؑ اور اُمت محمدؐ کا ذکر کیا تھا اور اسی نے بنی اسرائیل کو بالعموم اور اُمت عیسیٰؑ کو بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی تھی۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

نصرانی! ہم اس عیسیٰ پر ایمان رکھتے ہیں جس کا محمد مصطفیٰؐ پر ایمان تھا۔ ہم تمہارے عیسیٰ پر کوئی عیب نہیں لگاتے مگر اس میں کمزوری یہ تھی کہ وہ نماز روزہ سے آزاد تھے۔

نصرانی عالم: میں تو آپؑ کو عالمِ اسلام کا سب سے بڑا عالم سمجھتا تھا مگر آپؑ نے یہ بات کہہ کر اپنے علم کی نفی کی ہے۔

امام رضا علیہ السلام: میں نے ایسی کون سی بات کہی ہے؟

نصرانی عالم: آپؑ نے ابھی تو کہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نماز روزے سے آزاد رہتے تھے۔ خدا کی قسم! حضرت عیسیٰ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور ساری رات عبادت میں بسر کرتے تھے۔

امام رضا علیہ السلام: پھر یہ بتاؤ وہ کس کی نماز پڑھتے تھے اور کس کے لیے روزے رکھتے تھے؟

یہ سن کر نصرانی عالم مبہوت اور لاجواب ہو گیا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا: بات یہ ہے کہ جو مُردوں کو زندہ کرے اور اندھوں اور مبروصوں کو اچھا کرے وہ اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

امام رضا علیہ السلام: ''الیسع'' نبی نے بھی وہ کچھ کیا جو حضرت عیسیٰؑ نے کیا تھا۔ وہ بھی پانی پر چلتے تھے۔ مادر زاد اندھوں اور مبروصوں کو ٹھیک کرتے تھے مگر ان کے پیروکاروں نے تو اسے رب نہیں مانا اور کسی نے بھی ان کی عبادت نہیں کی۔ علاوہ ازیں حضرت حزقیل نبی نے بھی وہی کچھ کیا جو حضرت عیسیٰؑ نے کیا تھا۔ انہوں نے پینتیس ہزار

افراد کو ساٹھ سال مرنے کے بعد زندہ کیا تھا۔

پھر آپؑ نے راس الجالوت سے فرمایا:

تم گواہی دو جب ''بخت نصر'' بنی اسرائیل کا قتل عام کرنے کے بعد بابل روانہ ہوا تو اس نے بقیۃ السیف اسرائیلیوں کو غلام بنا کر انہیں بابل لے گیا تھا۔ پھر ساٹھ سال بعد ان کی اولاد کو آزادی ملی تو وہ یروشلم واپس آئے اور حضرت حزقیل نے حکمِ خدا سے پچیس ہزار اسرائیلی مقتولین کو زندہ کیا تھا۔ کیا یہ واقعہ تورات میں موجود نہیں ہے؟ اور اس کا انکار کسی کافر کے علاوہ کوئی شخص نہیں کر سکتا۔

راس الجالوت: آپؑ سچ کہتے ہیں، ہمیں یہ واقعہ معلوم ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام: تورات کھول کر دیکھو اور مذکورہ باب مجھ سے سنو۔

یہودی عالم نے تورات کھولی اور حضرتؑ نے تورات کا وہ باب زبانی پڑھنا شروع کیا تو یہودی عالم حیران رہ گیا اور پھر آپؑ نے عیسائی پادری کو مخاطب کر کے کہا:

نصرانی! یہ واقعات حضرت عیسیٰؑ سے پہلے منظر عام پر آئے یا بعد میں؟

نصرانی عالم: یہ واقعات حضرت عیسیٰؑ سے پہلے ظہور پذیر ہوئے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

ایک مرتبہ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہو کر آئے اور مطالبہ کیا کہ آپؐ مُردوں کو زندہ کر کے دکھائیں۔

آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو ان کے ساتھ قبرستان روانہ کیا اور فرمایا:

جن لوگوں کے زندہ ہونے کی یہ خواہش کریں تم قبرستان میں ان کو آواز دو اور کہو:

محمد رسول اللہ کہتے ہیں کہ تم اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاؤ۔

چنانچہ حضرت علیؑ، آنحضرتؐ کا حکم سن کر قبرستان گئے اور کفار نے جس جس مُردے کے لیے کہا آپؑ انہیں آواز دے کر زندہ کرتے گئے۔

کفار نے اپنے مرنے والوں سے بہت سی چیزیں پوچھیں۔ پھر انہوں نے اپنے مُردہ بزرگوں کو بتایا کہ محمد مبعوث ہو چکے ہیں۔

مردوں نے کہا: ''اے کاش! اگر ہم دنیا میں بقیدِ حیات ہوتے تو ہم ان پر ایمان لاتے''۔

علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندھوں' مبروصوں اور پاگلوں کو ٹھیک کیا اور جنگلی جانوروں' پرندوں اور جن وشیاطین نے بھی ان سے گفتگو کی۔ اتنے عظیم معجزات کے باوجود امت محمدؐ نے انہیں رب تسلیم نہیں کیا اور اگر معجزات کی وجہ سے عیسٰی رب ہو سکتے ہین تو پھر انہی معجزات کی وجہ سے الیسع اور حزقیل نبی رب کیوں نہیں ہو سکتے جب کہ انہوں نے حضرت عیسٰیؑ کی طرح سے مردے بھی زندہ کیے تھے؟!!

بنی اسرائیل کی ایک قوم طاعون کی وبا کے دوران موت کے خوف سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے شہروں سے نکلی۔ خدا نے انہیں ایک ہی وقت میں موت دے دی۔ پھر کئی سالوں کے بعد ایک نبی ان کی بوسیدہ ہڈیوں کے پاس سے گزرے۔ خدا نے اس نبی کی طرف وحی کی کہ وہ ان کو پکاریں۔ چنانچہ نبی نے صدا دی:

''اے بوسیدہ ہڈیو! خدا کے حکم سے زندہ ہو جاؤ''۔

یہ کہنا تھا کہ وہ مُردے زندہ ہو گئے۔

اس کے علاوہ حضرت ابراہیم نے چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت کا قیمہ بنایا تھا۔ پھر مختلف پہاڑوں پر اس قیمے کے حصے رکھے تھے اور ان کی چونچوں کو ہاتھ میں پکڑ کر انہیں آواز دی تھی تو تمام پرندے دوڑتے ہوئے ان کے پاس آ گئے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت موسٰیؑ کے اس واقعہ کو یاد کرو جب وہ ستر افراد کو طورِ سینا پر لے گئے تھے اور دیدار کی خواہش کی تھی۔ جلوۂ ربانی سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ستر افراد مر گئے اور حضرت موسٰیؑ بے ہوش ہو گئے تھے۔ پھر جب انہیں ہوش آئی تو انہوں نے اللہ سے ان ستر افراد کو زندہ کرنے کی درخواست کی۔ اللہ تعالٰی نے ان افراد کو دوبارہ زندہ کر

دیا تھا۔

لہٰذا نصرانیو! سنو! کیا مُردوں کو زندہ کرنے کی وجہ سے ان سب کو معبُود مان لو گے؟

نصرانی عالم لاجواب ہو گیا اور اس نے کہا:

آپؑ سچ کہتے ہیں۔ پھر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

یہودی، عیسائی اور زرتشتیوں سے مناظرہ

اس کے بعد آپؑ یہودی عالم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

یہودی! تجھے ان دس معجزات و آیات کا واسطہ جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے تھے، کیا تورات میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اُمت کی خبر ان الفاظ میں موجود نہیں ہے:

''جب شتر سوار کی پیروی کرنے والی آخری اُمت آئے گی تو وہ اپنے رب کی بہت زیادہ پاکیزگی بیان کرے گی اور تسبیح کے لیے نئے معبد بنائے گی۔ اس وقت اسرائیل کی اولاد کو چاہیے کہ وہ ان سے اور ان کی حکومت سے الحاق کرے۔ اسی طرح سے ان کے دلوں کو سکون نصیب ہوگا۔ بصورت دیگر ان کے ہاتھوں میں تلواریں ہوں گی جن کے ذریعہ سے وہ اقطارِ ارض میں پھیلی ہوئی کافر اُمتوں سے انتقام لیں گے''۔

راس الجالوت نے کہا: جی ہاں، تورات میں ہمیں یہ بات نظر آتی ہے۔

پھر آپؑ نے عیسائی پادری سے فرمایا:

کیا تجھے شعیا نبی کی کتاب کا علم ہے؟

پادری نے کہا: جی ہاں وہ کتاب مجھے حرف بحرف یاد ہے۔

پھر آپؑ نے ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

تم دونوں مجھے بتاؤ کہ کیا شعیا نبی کی کتاب میں یہ جملے ہیں:

''میں نے ایک گدھا سوار کو دیکھا جو نور کی چادریں پہنے ہوئے تھا اور میں نے

ایک شتر سوار کو دیکھا جس سے چاندی کی سی کرنیں پھوٹ رہی تھیں"۔

عیسائی اور یہودی دونوں علماء نے کہا:

جی ہاں! یہ بات شعیا نبی کی کتاب میں درج ہے۔

پھر آپؑ نے عیسائی عالم سے فرمایا:

نصرانی! کیا تجھے حضرت عیسیٰؑ کا وہ فرمان یاد ہے جو کہ انجیل میں ہے:

"میں اپنے اور تمہارے پروردگار کے پاس جا رہا ہوں اور میرے بعد "فارقلیط" آئے گا جو میری حقانیت کی گواہی دے گا جیسا کہ میں نے اس کی گواہیدی ہے اور وہ تمہارے لیے ہر چیز کی وضاحت کرے گا وہ کافر اُمتوں کو رسوا کرے گا اور کفر کے ستون توڑ دے گا"۔

پادری نے کہا: آپؑ نے انجیل کے حوالے سے جو کچھ کہا ہے وہ صحیح ہے۔ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور یہ جملے اناجیل میں موجود ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

پادری! کیا تم جانتے ہو کہ جب انجیل تم سے کھو گئی تو تم نے اسے کس کے پاس پایا تھا اور موجودہ انجیل تمہارے لیے کس نے وضع کی تھی؟

پادری نے کہا:

ہم نے صرف ایک دن کے لیے انجیل کھوئی تھی دوسرے دن ہمیں تروتازہ صورت میں مل گئی تھی اور یوحنا نے ہمیں انجیل کا نسخہ دیا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں انجیل کی تاریخ اور اس کے علماء کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ اگر تم نے انجیل کو صرف ایک دن کے لیے کھویا تھا تو انجیل میں اتنا بڑا اختلاف کیسے پیدا ہو گیا؟ اور اگر تمہیں ایک دن بعد انجیل ملی ہوتی تو اس میں اتنا اختلاف نہ ہوتا۔

مجھ سے سنو! جب پہلی انجیل کھو گئی تو نصاریٰ جمع ہو کر اپنے علماء کے پاس گئے تھے اور انہوں نے ان سے کہا تھا

''مسیح قتل ہو گئے اور انجیل ہم سے کھو گئی ہے۔ آپ حضرات ہمارے علماء ہیں لہٰذا اس کا کوئی نہ کوئی حل نکالیں''۔

چنانچہ لوقا' مرقابوس' یوحنا اور متی نے کہا تھا:

''انجیل ہمارے سینوں میں محفوظ ہے اور ہم اس کا ایک ایک باب لکھ کر تمہیں دیں ... تمہیں مغموم اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم لوگ اپنے گرجے خالی نہ رکھو۔ ہم ہر اتوار کے اتوار تمہیں انجیل کا ایک ایک باب سنائیں گے اور یوں پوری انجیل جمع کر لیں گے''۔

چنانچہ مذکورہ چار علماء نے تمہارے لیے چار اناجیل جمع کی ہیں جب کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے براہ راست شاگرد نہیں تھے وہ تو شاگردوں کے شاگرد تھے۔

اب بتاؤ کیا تمہیں انجیل کی اس سرگزشت کا علم ہے؟

پادری نے کہا: پہلے علم نہیں تھا اور اب آپؑ کی وجہ سے علم حاصل ہوا ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپؑ ہم سے انجیل کو زیادہ جانتے ہیں اور میں نے آپؑ سے وہ حقائق سنے جو میں نے پہلے کبھی نہیں سنے تھے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ باتیں حق ہیں اور آپؑ کی بدولت میرے علم و فہم میں اضافہ ہوا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا یہ بتاؤ کہ انجیل جمع کرنے والے مذکورہ چاروں علماء کی گواہی کی تمہارے ہاں کیا حیثیت ہے؟

پادری نے کہا: ان کی گواہی درست اور حق پر مبنی ہے کیونکہ وہ انجیل کے جامع ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا کہ پادری کی اس بات کے گواہ رہنا۔

حاضرین نے کہا: بے شک ہم اس بات کے گواہ ہیں۔

آپؑ نے فرمایا:

پادری! تجھے ماں بیٹے (حضرت عیسٰی و حضرت مریمؑ) کی قسم! کیا ''متی'' نے انجیل میں یہ نہیں لکھا کہ مسیح کا شجرۂ نسب یہ ہے؟

''مسیح بن داؤد بن ابراہیم بن اسحاق بن یعقوب بن یہودا بن خضرون''۔

اور ''مرقابوس'' نے لکھا ہے:

''اللہ کا کلمہ انسانی وجود میں اترا تو وہ انسان بن گیا''۔

اور ''لوقا'' نے حضرت مسیح کے متعلق لکھا:

''عیسٰی بن مریم اور ان کی والدہ دونوں گوشت پوست کے انسان تھے ان میں روح القدس داخل ہوا''۔

علاوہ ازیں حضرت عیسٰیؑ کا اپنا فرمان ہے:

''اے گروہ حواریین! میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ آسمان پر وہی چڑھ سکتا ہے جو آسمان سے اترا ہو' البتہ شتر سوار خاتم الانبیاءؐ کی بات جداگانہ ہے۔ وہ آسمان پر چڑھ بھی سکتے ہیں اور اتر بھی سکتے ہیں''۔

پادری نے کہا: ہم مسیح کے فرمان کی تردید نہیں کر سکتے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

یہ بتاؤ جب انجیل جمع کرنے والے علماء حضرت مسیح کے شجرۂ نسب پر بھی متفق نہیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ نظریہ پیش کیا ہے تم ان کے متعلق کیا کہتے ہو؟

پادری نے کہا: انہوں نے حضرت مسیح پر جھوٹ باندھا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے (حاضرین سے مخاطب ہو کر) فرمایا:

تم نے سنا' ابھی چند لمحات پہلے یہ ان کی گواہی کو سچا قرار دے رہا تھا اور اب یہ انہیں جھوٹا قرار دے رہا ہے۔

پادری نے کہا: آپؑ مجھے ان کے لیے معذور رکھیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

ٹھیک ہے ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے اور اگر تمہیں کچھ اور پوچھنا ہو تو پوچھ لو۔

پادری نے کہا: حق مسیح کی قسم! میں آپؑ سے کچھ نہیں پوچھوں گا اور میں سمجھتا ہوں کہ عالمِ اسلام میں آپؑ سے بڑھ کر کوئی اور عالم نہیں ہے۔ اب میری بجائے کسی اور کو سوال کرنا چاہیے۔☆

یہودی عالم کی طرف رجوع

پھر امام رضا علیہ السلام یہودی عالم کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا کہ تم مجھ سے سوال کرو گے یا میں تم سے سوال کروں؟

یہودی عالم نے کہا: میں آپؑ سے سوال کروں گا اور جواب کے لیے تورات، زبور، صحائف ابراہیم و موسیٰ پر انحصار کروں گا۔

امام علی رضا علیہ السلام: ٹھیک ہے تم وہی بات قبول کرنا جس کی گواہی تورات، زبور اور صحائف انبیاء میں موجود ہو۔

یہودی عالم: آپؑ محمد مصطفیٰؐ کی نبوت ثابت کریں۔

امام علی رضا علیہ السلام: محمد مصطفیٰؐ کی نبوت موسیٰ، عیسیٰ اور داؤد علیہم السلام کے فرامین سے ثابت ہے۔

یہودی عالم: آپؑ حضرت موسیٰ بن عمران کے فرمان سے ان کی نبوت ثابت کریں۔

☆ مباحثہ کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے اور ہم اپنے ذہین قارئین سے امید رکھتے ہیں کہ وہ دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے تقدیم و تاخیر سے واقف ہو جائیں گے۔ (من المترجم عفی عنہ)

امام علی رضا علیہ السلام: یہودی کیا تجھے علم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وصیت کرتے ہوئے کہا تھا:

''تمہارے بھائیوں میں سے نبی آئے گا۔تم اس کی بات ماننا''۔

اور کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ اولاد اسماعیلؑ کے علاوہ اسرائیل کا کوئی اور بھائی بھی ہے۔تم جانتے ہو کہ اسماعیل و اسحاق دونوں حضرت ابراہیمؑ کے فرزند تھے اور اسحاق بنی اسرائیل کے جد اعلیٰ تھے۔

یہودی عالم: ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو نہیں ٹھکرا سکتے۔

امام رضا علیہ السلام: تو کیا بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے محمد مصطفیٰؐ کے علاوہ کوئی اور نبی مبعوث ہوا ہے؟

یہودی عالم: مجھے معلوم نہیں ہے۔

امام رضا علیہ السلام: کیا حضرت موسیٰ کا فرمان تمہارے نزدیک صحیح نہیں ہے؟

یہودی عالم: آپؑ کی بات درست ہے لیکن یہ الفاظ تورات میں نہیں ہیں اگر تورات میں اس طرح کا اشارہ ہوتا تو ہم مان لیتے۔

امام رضا علیہ السلام: کیا تم تورات کے ان جملوں کا انکار کر سکتے ہو؟

''طور سینا سے نور چمکا' جبل ساعیر کو روشن کیا اور کوہ فاران سے بلند ہوا''۔

یہودی عالم: یہ الفاظ تورات میں موجود ہیں لیکن مجھے ان کی تشریح کا علم نہیں ہے۔

امام رضا علیہ السلام: میں ان الفاظ کا تمہیں مفہوم سمجھاتا ہوں۔

''طور سینا سے نور چمکا'' اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر طور سینا کے مقام پر وحی نازل کی۔

''جبل ساعیر کو روشن کیا'' ساعیر وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی نازل کی تھی۔

''کوہ فاران سے بلند ہوا'' فاران مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے اور ان الفاظ کا اشارہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی وحی اور کتاب کی طرف ہے۔

علاوہ ازیں عہد نامہ قدیم میں شعیا نبی کا یہ قول موجود ہے:

''میں نے دو سوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہوگئی۔ ان میں سے ایک گدھے پر اور دوسرا اونٹ پر سوار تھا''۔

اب تم بتاؤ کہ گدھے پر سوار ہونے والا کون ہے اور اونٹ پر سوار ہونے والا کون ہے؟

یہودی عالم: مجھے معلوم نہیں ہے آپ بھی فرمائیں کہ اس سے کون سی شخصیات مراد ہیں؟

امام رضا علیہ السلام: گدھے سوار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شتر سوار سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

کیا تم ''حیقوق'' نبی پر ایمان رکھتے ہو؟

یہودی عالم: جی ہاں میں ان کو جانتا ہوں اور ان پر ایمان رکھتا ہوں۔

امام رضا علیہ السلام: تمہاری کتاب گواہی دیتی ہے کہ حیقوق نے فرمایا:

''اللہ کا بیان کوہ فاران سے احمدؐ پر آیا اور اس کی اُمت کی تسبیح سے آسمان بھر گئے اور اس کے گھوڑے بحر میں بھی ویسے ہی داخل ہوں گے جیسا کہ وہ خشکی پہ چلتے ہیں۔ وہ بیت المقدس کی ویرانی کے بعد ہمارے پاس نئی کتاب لائے گا''۔

یہودی عالم: ہم حیقوق کے فرمان کی تردید نہیں کر سکتے۔

امام رضا علیہ السلام: تم زبور بھی پڑھتے ہی ہو گے اس میں حضرت داؤدؑ کی یہ دعا موجود ہے:

''پروردگار! ''فترت'' (دو نبیوں کے درمیان والا زمانہ) کے بعد سنت قائم

کرنے والے کو مبعوث فرما"۔

اب مجھے بتاؤ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کون سا نبی ہے جو "فترت" کے بعد آیا ہو اور اس نے سنت کو زندہ کیا ہو؟

یہودی عالم: یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا کے الفاظ ہیں۔ ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ البتہ یہ بات ممکن ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ ہی ہوں۔

امام رضا علیہ السلام: (تمہارا یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے کیونکہ) حضرت عیسیٰؑ نے تو سنت سے انکار ہی نہیں کیا تھا۔ وہ تو تورات کی شریعت پر عمل کرتے تھے اور خود انجیل میں ان کا یہ قول موجود ہے:

"آدم کا بیٹا جا رہا ہے۔ میرے بعد "فارقلیط" آئے گا اور وہ بوجھ ہٹائے گا اور وہ تمہارے لیے ہر چیز کی وضاحت کرے گا اور وہ آ کر میری گواہی دے گا جیسا کہ میں نے اس کی گواہی دی ہے۔ میں تمہارے پاس امثال لے کر آیا ہوں وہ تمہارے پاس ان کی تاویل لے کر آئے گا"۔

پھر آپؑ نے بحث کا رنگ بدلا اور اس سے فرمایا:

یہودی! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تو حضرت موسیٰؑ بن عمران کی نبوت کیسے ثابت کرتا ہے؟

یہودی عالم: حضرت موسیٰؑ کی نبوت کے اثبات کے لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ایسے معجزات لے کر آئے جو کسی نبی کو نہیں ملے تھے جیسا کہ دریا کا ان کے لیے پھٹ جانا اور عصا کا سانپ بن جانا اور پتھر سے بارہ چشموں کا پھوٹنا اور ید بیضاء کا معجزہ۔ غرضیکہ ان کی نبوت کی بے حد علامات تھیں۔

امام رضا علیہ السلام: تو نے صحیح کہا ہے۔ یہ تمام معجزات ان کی نبوت کی دلیل ہیں کیونکہ حضرت موسیٰؑ وہ چیز لائے جن کے لانے سے دوسری مخلوق عاجز تھی۔

اچھا اب یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور اپنی نبوت کے ثبوت میں

ایسی چیزیں پیش کرے جن پر مخلوق بھی قدرت رکھتی ہو تو کیا تم اس کے دعویٰ کو صحیح سمجھ کر اس پر ایمان لے آؤ گے؟

یہودی عالم: نہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو بارگاہِ خداوندی میں مقامِ قرب حاصل تھا۔ ان کی تو کوئی مثال ہی نہیں ہے ہم تو کسی کو تب نبی مانیں گے جب وہ موسیٰؑ جیسے معجزات لائے گا۔

امام رضا علیہ السلام: پھر تم نے موسیٰؑ سے پہلے انبیاء کو کیوں مانا ہے جب کہ ان کے لیے حضرت موسیٰؑ کی طرح سے نہ تو دریا شق ہوا تھا اور نہ ہی ان کا عصا سانپ بنا تھا اور نہ ہی ان کے پاس ید بیضاء جیسا معجزہ تھا؟

یہودی عالم: میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ہم ایسے معجزات دیکھ کر ہی کسی کو نبی مانیں گے جن پر مخلوق قادر نہ ہو چاہے وہ معجزات حضرت موسیٰؑ کے معجزات جیسے ہوں یا ان سے مختلف ہوں۔ اس کے لیے ہماری شرط صرف یہی ہے کہ مخلوق ان افعال کے بجالانے سے قاصر ہو۔

امام رضا علیہ السلام: پھر تم حضرت عیسیٰ بن مریمؑ پر ایمان کیوں نہیں لائے جب کہ انہوں نے مُردے زندہ کیے تھے اور مادرزاد اندھوں اور برص میں مبتلا مریضوں کو ٹھیک کرتے تھے اور مٹی سے پرندے کا ڈھانچہ تیار کر کے اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ بن کر اڑنے لگتا تھا۔

یہودی عالم: ممکن ہے کہ عیسیٰ نے یہ معجزات دکھائے ہوں لیکن چونکہ ہم نے نہیں دیکھے اسی لیے ہم ان پر ایمان نہیں لائے۔

امام رضا علیہ السلام: تو کیا حضرت موسیٰؑ کے معجزات تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے؟

یہودی عالم: ہم نے دیکھے تو نہیں تھے البتہ باوثوق افراد کی زبانی ان کی روایت ہم تک پہنچی ہے۔

امام رضا علیہ السلام: حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کے لیے بھی باوثوق افراد کی گواہی موجود ہے اور اخبار متواترہ سے ان کے معجزات ثابت ہیں۔ اس کے باوجود تمہارے عمل میں دورنگی پائی جاتی ہے۔ تم حضرت موسیٰؑ پر تو ایمان لائے ہو اور حضرت عیسیٰؑ کا انکار کرتے ہو!!

یہودی سے حضرتؑ کے اس سوال کا کوئی جواب نہ بن سکا۔

امام رضا علیہ السلام:

سنو! حضرت محمد مصطفیٰؐ اور باقی انبیاء سلام اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی حال ہے۔ آنحضرتؐ یتیم تھے، غریب تھے۔ اُجرت لے کر مزدوری کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بکریاں چرائیں اور انہوں نے دنیا کے کسی کتب کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی اور وہ کسی معلم کے پاس نہیں گئے تھے۔ پھر انہوں نے کائنات کے سامنے قرآن پیش کیا جس میں انبیائے کرام کے واقعات و قصص اور روز قیامت تک پیش آنے والے حالات موجود ہیں جو دنیا کی ہمیشہ رہبری کرتے رہیں گے۔

اس کے علاوہ آنحضرتؐ لوگوں کو ان کی پوشیدہ باتوں کی اطلاع دیتے تھے اور انہیں ان کے پوشیدہ کاموں سے مطلع کیا کرتے تھے۔ آخر اتنے معجزات کے ہوتے ہوئے تم نے ان کا انکار کیوں کیا؟!

یہودی عالم: اصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور محمد مصطفیٰؐ کے حالات ہمارے ہاں صحیح نہیں سمجھے جاتے۔

امام رضا علیہ السلام: یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جو راوی حضرت موسیٰؑ کے معجزات بیان کریں، انہیں تو صحیح سمجھ لیا جائے اور جو راوی حضرت عیسیٰؑ اور محمد مصطفیٰؐ کے حالات و معجزات بیان کریں انہیں تسلیم نہ کیا جائے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

یہ سن کر یہودی خاموش ہو گیا اور اس نے اپنے مغلوب ہونے کا اعلان کر دیا۔

زرتشتی عالم سے مباحثہ

پھر آپؑ نے زرتشتی مذہب کے عالم "ہربذ اکبر" کو بلایا اور اس سے فرمایا:
مجھے زرتشت کے متعلق خبر دو جسے تم اپنا نبی سمجھتے ہو' تمہارے پاس اس کی نبوت کی کیا دلیل ہے؟

زرتشتی عالم: ہم انہیں اس لیے نبی مانتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس وہ چیزیں لائے جو ان سے پہلے کوئی نہ لایا تھا۔ اگرچہ ہم نے ان کی کرامات کا خود تو مشاہدہ نہیں کیا البتہ ہمارے بزرگوں نے ان کی روایت کی ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے ہمارے لیے وہ چیزیں حلال کیں جو کہ ان سے قبل کسی نے بھی حلال نہیں کی تھیں۔ اسی لیے ہم نے ان کی اتباع کی۔

امام رضا علیہ السلام: تو اس کا مقصد یہ ہے کہ تم نے روایات سن کر اس کی اتباع کی ہے اور تمہاری طرح سے باقی اُمتوں نے بھی روایات سن کر اپنے انبیاء کی پیروی کی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب تم روایات کی وجہ سے زرتشت کی پیروی کرتے ہو تو روایات کی وجہ سے تم حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہم السلام کی پیروی کیوں نہیں کرتے؟

جب کہ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان انبیاء کے لیے زرتشت کی بہ نسبت ہزار گنا زیادہ روایات موجود ہیں اس کے باوجود تم نے انبیاء کی پیروی کیوں نہیں کی؟!

یہ سن کر زرتشتی عالم لاجواب ہوگیا اور اس نے اپنے مغلوب ہونے کا اعلان کر دیا۔ (عیون اخبار الرضا' جلد ا' ص ۲۶۷-۲۸۸)

شانِ امام بزبانِ امامؑ

عبدالعزیز بن مسلم سے مروی ہے کہ جب ہم امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ

"مرو" میں تھے تو ہم نماز جمعہ پڑھنے کے لیے "مرو" کی جامع مسجد میں گئے۔ وہاں امر امامت کے متعلق بحث شروع ہوئی۔ لوگوں نے مختلف آراء کا اظہار کیا۔ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا۔

جب میں اپنے امام برحق اور سردار مطلق کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے لوگوں کا نظریہ امامت پیش کیا تو مسکرائے اور فرمایا:

عبدالعزیز! یہ لوگ ناواقف ہیں ان کی آراء نے ان کو دھوکا دیا ہے۔ خداوند بزرگ و برتر نے جب تک دین اسلام کو کامل نہ کرلیا اپنے نبی کو دنیا سے نہیں اٹھایا۔

اللہ نے ان پر قرآن نازل فرمایا جس میں ہر چیز حلال و حرام حدود و احکام اور تمام انسانی ضروریات کا مفصل بیان مذکور ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام: ۳۸)

"ہم نے اس کتاب میں کوئی بات باقی نہیں رکھی"۔

اور حجۃ الوداع جو کہ حضور کریمؐ کی عمر شریف کا آخری حصہ تھا وہاں یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ: ۳)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا ہے اور میں نے تمہارے لیے یہی دین اسلام پسند کیا ہے"۔

اور امر امامت کا تعلق اتمام دین سے ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقبیٰ کو اس وقت تک اختیار نہ کیا جب تک انہوں نے معالمِ دین بیان نہ فرمائے اور آنحضرتؐ ان کا راستہ واضح کر کے انہیں راہِ حق پر ڈال گئے اور ان کے لیے علیؑ کو علم اور امام مقرر کر گئے، آپؐ نے ہر اس چیز کی جس کی اُمت کو حاجت تھی بیان فرمائی۔

لہٰذا جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو مکمل نہیں کیا وہ دراصل کتاب خدا کو رد کرتا ہے اور جو کتاب خدا کو رد کرے وہ کافر ہے۔

عبدالعزیز! جانتے ہو قدر امامت کیا ہے اور آیا اُمت کے لیے امامت میں تصرف کرنا جائز بھی ہے یا نہیں؟

امامت کی قدر و منزلت اور اس کی شان اور اس کا مکان اور اس کے اطراف و جوانب اور اس کی گہرائی اس بات سے کہیں جلیل، عظیم، اعلیٰ، محفوظ اور بعید ہے کہ لوگ اپنی عقلوں سے اسی تک پہنچیں یا اپنی آراء سے اس کو حاصل کریں یا امام کو اپنے اختیار سے قائم کریں۔

امامت ایک ایسا جوہر ہے جو اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو نبوت و خلت کے بعد عطا کیا۔ پس امامت نبوت و خلّت کے بعد کا تیسرا درجہ ہے۔ امامت وہ فضیلت ہے کہ اس سے ان کو شرف عنایت فرمایا اور اسی سے ان کے ذکر کو محکم فرمایا۔ یہیں ارشاد ہوا: اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا، ''بالتحقیق میں تمہیں لوگوں کا امام بناؤں گا''۔

یہ سن کر حضرت خلیل اس مرتبہ عظمیٰ سے خوش ہوئے اور عرض کیا: وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (البقرہ۲:۱۲۴) کیا یہ مرتبہ میری ذریت کو بھی حاصل ہوگا۔

رب العزت نے فرمایا: لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (البقرہ:۱۲۴) ہاں پہنچے گا مگر جو ظالم ہیں ان کو نہیں پہنچے گا۔

پس اس آیت نے ہر ظالم کی امامت کو قیامت تک کے لیے باطل کر دیا اور اس عہدہ کو صرف معصومین میں ہی باقی رکھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی تعظیم و تکریم کے لیے ان کی ذریت میں معصومین و مطہرین کو خلق فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ ۝
وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ

وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ○

(الانبیاء: ۷۲-۷۳)

"اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق و یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے ان سب کو صالح بنا دیا اور ہم نے ان کو امام بنایا کہ ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف تمام نیک کام بجا لانے اور نماز قائم کرانے اور زکوٰۃ دلوانے کی وحی کی اور وہ صرف ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے"۔

پس یہ عہدہ امامت حضرت ابراہیم کی ذریت میں بطور میراث جاری رہا اور ایک کے بعد دوسرا اس کا وارث ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو وارث بنایا اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (آل عمران: ۶۸)

"بے شک وراثت ابراہیم کے سب سے زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی ہے اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ مومنین کا ولی ہے"۔

پس یہ عہدہ امامت خاص نبی اکرمؐ کے لیے تھا جو انہوں نے بطریق سنتِ خداوندی اپنے بھائی علی بن ابی طالب کو سونپا۔ پس علیؑ کی ذریت میں اصفیاء و اتقیاء پیدا ہوئے ہیں جنہیں خداوند عالم نے علم وہبی اور ایمانی عنایت فرمایا جس کا بیان اس آیت مجیدہ میں مذکور ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ (الروم: ۵۶)

"اور جن لوگوں کو علم اور ایمان خداوند عالم کی طرف سے ملا ہے وہ

کہیں گے کہ تم لوگ کتابِ خدا کے مطابق قیامت کے دن تک
ٹھہرے رہے۔ تو یہ قیامت کا دن ہے"۔

پس وہ امامت قیامت تک اولادِ علی میں محصور اور مخصوص ہے کیونکہ نبی اکرمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ جاہل لوگ کہاں سے امامت کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ مقامِ انبیاء اور میراث اوصیاء ہے اور امامت خلافت الٰہی اور خلافتِ رسولؐ ہے اور امامت مقام امیر المومنینؑ اور میراث حسن و حسین علیہم السلام ہے۔

امامت سلکِ دین ہے۔ امامت نظامِ مسلمین ہے۔ امامت صلاحِ دنیا ہے۔ امامت مومنین کی عزت ہے۔ امامت اسلام عالی کی اصل ہے اور اس کی بلند و بالا شاخ ہے۔ امام کی وجہ سے نماز' زکوٰۃ' حج اور جہاد اور غنیمت و صدقات کامل ہوتے ہیں اور امام حدودِ الٰہی کو جاری کرتا ہے اور سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے۔

امام حلال خدا کو حلال اور حرامِ خدا کو حرام کرتے ہیں اور حدودِ الٰہیہ کو قائم کرتے ہیں اور دین خدا کی حفاظت کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستے کی حکمت' موعظۂ حسنہ اور حجتِ بالغہ سے دعوت دیتے ہیں۔

امام شمس نصف النہار کی طرح ہے جو اپنی ضیابار شعاعوں سے عالم کو روشن کرتا ہے اور خود اس قدر بلند مقام پر ہوتا ہے کہ نہ تو وہاں تک کوئی پہنچ سکتا ہے اور نہ کسی کی نظر وہاں تک کام کرتی ہے۔

امام بدرِ منیر' روشن چراغ' نورِ ساطع اور تاریک راتوں' شہروں کے چوراہوں' چٹیل میدانوں اور بپھرے سمندروں میں رہنمائی کرنے والا ستارہ ہے۔

امام پیاسوں کے لیے آبِ شیرین ہے' ہدایت کا رہبر ہے' ہلاکت سے نجات دینے والا ہے۔ امام بلند مقام پر روشن آگ ہے۔ امام سرما خوردہ کے لیے باعثِ حرارت ہے اور خوفناک مقامات پر امام رہبر ہے۔ جو امام کو چھوڑ دے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ امام برسنے والا بادل ہے' امام جھڑی والی گھٹا ہے۔ امام ضیابار سورج ہے۔

امام سایہ دار آسمان ہے۔ امام پر نضار زمین ہے۔ امام بہتا ہوا چشمہ ہے۔ امام پانی سے لبریز تالاب ہے۔ امام پُر بہار سبزہ زار ہے۔

امام رفیق ساتھی اور شفیق والد اور مہربان بھائی' شفیق ماں اور آفتوں اور بلاؤں میں جائے پناہ ہے۔ امام مخلوقات میں اللہ کا امین ہے اور بندوں پر اللہ کی حجت ہے اور اللہ کی سلطنت میں اس کا خلیفہ ہے۔

امام اللہ کی طرف بلانے والا ہے۔ امام اللہ کے حرم کا محافظ ہے۔ امام گناہوں سے پاک اور عیوب سے بری ہے۔ امام علم سے مخصوص ہے۔ امام حلم سے موسوم ہے۔ امام دین کا نظام ہے۔ امام مسلمانوں کی عزت ہے۔ امام منافقین کے لیے غیظ وغضب کا باعث ہے اور امام کفار کے لیے ہلاکت کا پیغام ہے۔

امام اپنے زمانہ میں یکتا ہوتا ہے۔ کوئی اس کے رتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی عالم اس کے برابر ہوسکتا ہے۔ امام کا کوئی بدل اور مثیل ونظیر نہیں ہوتا۔ تمام فضائل طلب واکتساب کے بغیر اس کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور یہ اس کو فضل کرنے اور عطا کرنے والے خدا کی طرف سے خصوصیت ملی ہے۔

پس کون ہے جو معرفت امام حاصل کرے اور کس کی مجال ہے کہ اپنی مرضی سے امام بنالے۔ یہ بات بہت دُور ہے' بہت دُور ہے۔ عہدہ امامت کے سامنے عقل گمراہ ہے۔ دانش پریشان ہے' خرد حیران ہے' آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ بڑے بڑے حقیر ہوگئے ہیں اور حکماء متحیر ہیں۔ صاحبانِ دانش قاصر ہیں' خطباء گنگ ہیں' دانا جاہل ہیں' شعراء تھک گئے' ادباء عاجز آگئے' بلغاء رہ گئے اور یہ تمام طبقے امام کی شان یا فضیلت بیان کرنے سے عاجز آگئے اور انہوں نے اپنی عاجزی اور تقصیر کا اعتراف کرلیا اور یہ لوگ امامؑ کے اوصاف بالغت وکنہ بیان کریں تو کیسے کریں جب کہ امام کا کوئی امر ان کی سمجھ میں نہیں آسکا۔

کسی کی کیا مجال کہ اپنی جانب سے امام کا قائم مقام ہوسکے یا اس سے مستغنی

کر سکے۔ ہرگز نہیں، کس طرح اور کہاں؟ وہ تو ثریا کی طرح لوگوں کے ہاتھوں اور تعریف کرنے والوں کی زبانوں سے بلند اور دور ہے۔

پس وہ ایسے صفات کے حامل کو کہاں سے اختیار کر سکتے ہیں اور اس تک عقول کی رسائی کیسے ہو سکتی ہے اور ایسا کہاں مل سکتا ہے؟ اور کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ ایسا شخص آل رسولؐ کے علاوہ کہیں اور مل سکتا ہے؟

اللہ کی قسم! ان کے نفسوں نے انہیں دھوکا دیا ہے اور ان کے باطل خیالات نے انہیں جھوٹی آرزو میں مبتلا کر دیا ہے وہ ایک مہلک دشوار گزار مقام پر چڑھ گئے ہیں جہاں سے پھسل کر تحت الثریٰ میں گریں گے اور انہوں نے اپنی متحیر اور ناقص عقول اور گمراہ آراء سے امام کے تقرر کا قصد کر لیا ہے۔ یہ لوگ اسی وجہ سے امام برحق سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (توبہ:۳۰) انہیں خدا مارے یہ کہاں بھٹک رہے ہیں۔

بالتحقیق انہوں نے بڑی جرأت کی اور جھوٹ کہا اور سخت گمراہی میں پڑ گئے اور جان بوجھ کر امام حق کو چھوڑ کر حیران ہو گئے ہیں اور شیطان نے ان کے غلط اعمال کو ان کے لیے مزین کر دیا ہے اور انہیں راہ حق سے روک دیا ہے۔ اور انہوں نے جان بوجھ کر امام کو چھوڑ دیا ہے اور انہوں نے خدا و رسولؐ کے اختیارات کا انکار کر کے اپنے اختیار کو ترجیح دی ہے حالانکہ قرآن مجید پکار پکار کر ان کو کہہ رہا ہے:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (القصص:۶۸)

"اور تیرا پروردگار جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور ان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جس کو چاہیں منتخب کر لیں۔ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے"۔

اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (الاحزاب: ۳۶)

کسی مومن مرد اور مومن عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو وہ اپنی مرضی سے اس میں تغیر و تبدل کر سکیں"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ اَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ

"تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو۔ آیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو اور تمہارے واسطے جو کچھ تم چاہو موجود ہے یا تمہارا قیامت تک کے لیے ہم سے عہد و پیمان ہے کہ تم جو بھی حکم کرتے جاؤ وہ ہمیں منظور ہو گا؟ ذرا ان سے پوچھیے تو سہی کہ اس بات کا تم میں سے کون ذمہ دار ہے؟ یا ان کے شرکاء ہیں اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو وہ اپنے شرکاء کو بلائیں"۔ (القلم: ۳۶-۴۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد: ۲۴)

"یہ لوگ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں یا اللہ نے ان کے دلوں کے پر مہر لگا دی ہے پس وہ کچھ نہیں سمجھتے؟ یا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے"۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ○

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (الانفال: ۲۲-۲۳)

''بالتحقیق اللہ کے نزدیک سب سے برا چلنے والا وہ ہے جو کچھ نہیں سنتا اور نہیں سمجھتا اور اگر اللہ کو ان میں کوئی بھلائی دکھائی دیتی تو وہ ضرور ان کو سننے والا بنا دیتا۔ اور اگر وہ انہیں سننے والا بناتا تو بھی وہ حق سے اعراض کر کے بھاگ جاتے''۔

یا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا لیکن ہم مخالفت ہی کریں گے۔ خیر جو کچھ بھی ہو امامت خدا کا فضل ہے اور خدا کے فضل کی وصف یہ ہے:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

''یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے''۔ (جمعہ:۴)

پس کس طرح وہ امام کو خود چن سکتے ہیں حالانکہ امام ایک ایسا عالم ہے کہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور وہ ایک ایسا داعی ہے کہ تنگ نہیں ہوتا اور وہ تقدس' طہارت' نسک' زہد علم وعبادت کا منبع اور سرچشمہ ہوتا ہے۔ امام دعوت رسولؐ سے مخصوص ہوتا ہے اور نسلِ بتولؑ کا پاک و پاکیزہ فرد ہوتا ہے۔ اس کے نسب میں کوئی شبہ نہیں ہوتا اور حسب میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

امام خاندانی لحاظ سے قریشی اور ہاشمی الاصل ہوتا ہے۔ عترتِ رسولؐ ہوتا ہے۔ امام اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ اشراف کے لیے مایہ شرافت اور عبد مناف کی شاخ ہوتا ہے۔ علم میں نامی اور حلم میں کامل ہوتا ہے۔

امام حاملِ بار امامت اور عالمِ علم سیاست اور واجب الاطاعت قائم بامراللہ' خیر خواہ عباد اور دین خدا کا محافظ ہوتا ہے۔

انبیاءؑ اور ائمہؑ اللہ کی طرف سے توفیق یافتہ ہوتے ہیں اور خداوند عالم انہیں اپنے

علم مخزون اور حکمت سے سب سے زیادہ حصہ عطا کرتا ہے۔ ان کا علم زمانہ کے تمام علماء کے علم سے زیادہ ہوتا ہے جس کا تذکرہ خداوند عالم نے اس آیت میں کیا ہے:

اَفَمَنْ یَّهْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْ اِلَّا اَنْ یُّهْدٰی فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ(یونس: ۳۵)

''کیا وہ شخص جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ پیروی کیے جانے کے زیادہ مستحق ہے یا وہ شخص جس میں ہدایت کی صلاحیت ہی نہیں اور وہ خود دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا(البقرہ: ۲۶۹)

''جس کو اللہ کی طرف سے حکمت ملی اس کو خیر کثیر عطا ہوئی''۔

اللہ تعالیٰ نے طالوت کے متعلق ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

''اللہ نے اسے تم پر مختار بنایا ہے اور اسے علم اور جسم میں تم پر وسعت عطا کی ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنا ملک عطا کرتا ہے۔ اللہ وسعت والا اور علم والا ہے''۔(البقرہ: ۲۴۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے فرمایا:

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا (النساء: ۱۱۳)

''اور تم پر ہمیشہ سے اللہ کا فضلِ عظیم رہا ہے''۔

اور اللہ نے ائمہ اہل بیتؑ عترتِ نبی اور ذریتِ نبی کے متعلق فرمایا ہے:

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ

اِبْرَاهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝

''کیا ان فضائل پر جو اللہ نے انہیں عطا کیے ہیں وہ حسد کرتے ہیں۔ پس اس سے پہلے بھی ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب حکمت اور ملکِ عظیم عطا فرمایا تھا۔ پس ان میں سے بعض اس پر ایمان لائے اور بعض رُک گئے اور دوزخ ان کے عذاب کے لیے کافی ہے''۔(النساء ۵۴-۵۵)

جب اللہ اپنے بندوں کے امور کے لیے کسی کا انتخاب کرتا ہے تو اس کے سینہ کو کشادہ کر دیتا ہے اور اس کے دل میں حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے اور اسے ہر طرح کا علم الہام کر دیتا ہے۔ اسی لیے وہ کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں آتا اور راہِ حق سے کبھی منحرف نہیں ہوتا۔ وہ معصوم' موید' موفق اور مسدد ہوتا ہے اور ہر طرح کی غلطی اور لغزش سے محفوظ ہوتا ہے۔

اللہ اس کو ان امور سے مخصوص فرماتا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر حجت ہو اور اس کی مخلوقات پر اس کا شاہد ہو۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

''یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے''۔(جمعہ:۴)

پس کیا یہ لوگ ایسے شخص کے انتخاب پر قدرت رکھتے ہیں جو ان صفاتِ حسنہ کا حامل ہو اور کیا ان کا اپنی مرضی سے چُنا ہوا شخص مذکورہ صفات سے موصوف ہو سکتا ہے کہ اس کو مقتدا بنائیں۔

بیت اللہ کی قسم یہ لوگ حق سے تجاوز کر گئے ہیں اور انہوں نے کتابِ خدا کو پسِ پشت ڈال دیا ہے گویا کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں حالانکہ کتابِ خدا میں ہدایت اور شفا ہے۔ انہوں نے اسے چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں

کی مذمت کی ہے اور ان کو ہلاکت وعذاب کا مستحق قرار دیا ہے۔ رب العالمین نے فرمایا:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (القصص: ۵۰)

اور اس سے بڑھ کر کوئی کیا گمراہ کر سکتا ہے جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہو حالانکہ اللہ نے اس کو اس امر کی ہدایت نہیں کی اور بے شک اللہ ظلم کرنے والوں کو ہدایت نہیں کرتا"۔

اور رب العزت کا فرمان ہے:

فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (محمد: ۸)

"پس ان کے لیے ہلاکت ہے اور ان کے سارے اعمال اکارت کر دیے گئے ہیں"۔

ارشاد خداوندی ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ○ (مومن: ۳۵)

یہ بات اللہ اور اہلِ ایمان کے ہاں سخت ناراضگی کا سبب ہے اور اس طرح سے اللہ ہر متکبر اور جبار کے دل پر مہر لگا دیتا ہے"۔

○○○

نواں باب

حضرت امام تقی الجواد علیہ السلام

کے معجزات

پر مشتمل ہے

حضرتؑ کی معجزانہ ولادت

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی دختر حضرت حکیمہ بیان فرماتی ہیں کہ جب خیزران (امام محمد تقی علیہ السلام کی والدہ) کے ہاں وقت ولادت آیا تو میرے بھائی امام علی رضاؑ نے مجھے خیزران کے کمرے میں داخل کیا اور ہمارے ساتھ ایک دائی بھی تھی۔ امام علی رضا علیہ السلام نے ہم تینوں کو ایک حجرے میں بٹھا کر اوپر سے دروازہ بند کر دیا' اور جب نصف شب کا وقت ہوا تو چراغ بجھ گیا اور ہمیں اس کے بجھنے کا افسوس ہوا۔ جیسے ہی چراغ بجھا عین اسی وقت ابوجعفر پیدا ہوئے اور ان کی وجہ سے ایسا نور چمکا جس سے پورا حجرہ روشن ہو گیا۔

میں نے ان کی والدہ سے کہا: خدا نے تجھے چراغ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

صبح ہوئی تو امام علی رضا علیہ السلام اپنے فرزند کو دیکھنے کے لیے آئے اور آپؑ نے اپنے فرزند کے جمال کو دیکھا۔ پھر اسے گہوارے میں لٹا کر مجھ سے فرمایا کہ تم اس گہوارے کے پاس رہنا۔

حضرت حکیمہ کا بیان ہے کہ جب محمد تقیؑ کو تیسرا دن ہوا تو اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر انہوں نے دائیں بائیں نظر دوڑائی۔ اس کے بعد اس نے کہا:

اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له وان محمدا عبده ورسوله

ایک معصوم بچے کی زبان سے کلمۂ شہادت سن کر میں گھبرا گئی اور امام علی رضا علیہ السلام کے پاس آئی اور میں نے ان سے کہا کہ میں عجیب بات دیکھ کر آئی ہوں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

آپ نے کیا دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: آپؑ کے اس معصوم بچے نے ابھی ابھی آسمان کو دیکھا اور دائیں بائیں دیکھ کر زور سے فصیح عربی زبان میں کلمۂ شہادت پڑھا ہے۔

یہ سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا:

عنقریب تمہیں اس کے بہت سے عجائبات دکھائی دیں گے۔

(الثاقب فی المناقب' ص ۵۰۴۔ بحارالانوار' جلد ۵۰' ص ۱۰۔ المناقب' جلد ۴' ص ۳۹۴۔ حلیۃ الابرار' جلد ۴' ص ۵۲۴)

آپؑ کی ولادت کی بشارت

یزید بن سلیط زیدی نے ایک طویل روایت میں بیان کیا کہ ہم عمرہ کرنے کے لیے جا رہے تھے کہ راستہ میں امام موسیٰ کاظمؑ سے ہماری ملاقات ہوئی۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

اس سال حکومت مجھے گرفتار کرے گی اور امر امامت کا وارث میرا فرزند علی ہوگا جو حضرت امیرالمومنین اور علی زین العابدین کا ہمنام ہے اور اللہ نے اسے امیرالمومنین کا فہم' حلم' دین کی مددگاری وراثت میں عطا کی ہے اور اسے امام علی زین العابدینؑ جیسی تکالیف اور صبر کا وارث بنایا ہے اور میرا فرزند علیؑ رضا ہارون کی مدت کے چار سال بعد کھل کر امامت کا دعویٰ کرے گا''۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

یزید! میرے بعد جب تم علی رضاؑ کے ساتھ اس مقام سے گزرو تو میری طرف سے انہیں بشارت دینا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک امین' باوثوق اور بابرکت فرزند عطا کرے گا اور جب تم انہیں یہ خوشخبری سناؤ گے تو وہ تمہیں میری اور تیری ملاقات کا واقعہ سنائیں گے اور تم ان سے یہ کہنا کہ آپؑ کے والد نے فرمایا تھا کہ آپؑ کا یہ فرزند اس کنیز سے پیدا

ہوگا جس کا خاندانی تعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے ہوگا اور میری طرف سے تم اپنی زوجہ کو سلام پہنچانا۔

یزید بن سلیط کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد امام علی رضا علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو آپؑ نے ازخود مجھ سے فرمایا:

عمرہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپؑ پر قربان' دل تو چاہتا ہے کہ عمرہ کی سعادت حاصل کروں' لیکن مجبور ہوں اس وقت میرے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

جب ہم تمہیں عمرہ کی ترغیب دے رہے ہیں تو تمہارا خرچہ بھی ہم ہی برداشت کریں گے۔

اس کے بعد ہم آپؑ کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے اور سفر کرتے ہوئے ہم اسی جگہ پر پہنچے جہاں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس جگہ پہنچ کر آپؑ نے فرمایا:

یزید! یہاں تم نے اپنے چچاؤں اور ہمسایوں سے کئی بار ملاقات کی ہوگی۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں' پھر میں نے ان کے سامنے ان کے والد کے فرمان کو دہرایا۔

آپؑ نے اپنے والد کا پیغام سن کر ارشاد فرمایا:

ابھی تک وہ کنیز مجھے میسر نہیں ہوئی اور جب خدا مجھے وہ کنیز عطا کرے گا تو میں اسے اپنے والد ماجد کے سلام پہنچا دوں گا۔

پھر ہم مکہ گئے اور عمرہ بجا لائے۔ اسی سال آپؑ نے وہ کنیز خریدی جس کی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ کچھ عرصہ بعد اس کنیز کے بطن سے ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے۔

یزید بن سلیط کا بیان ہے کہ آپ کے رشتہ داروں کو توقع تھی کہ امام علی رضاؑ چونکہ بے اولاد ہیں اسی لیے ان کی میراث ہم حاصل کریں گے لیکن امام محمد تقی کی ولادت کی وجہ سے ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور انہوں نے آپ سے ناحق عداوت شروع کردی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند نے اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ تم اس سے خواہ مخواہ دشمنی کر رہے ہو' جب کہ امام کاظمؑ کی نظروں میں اس کی بڑی اہمیت تھی اور یہ امام موسیٰ کاظمؑ کی محفل میں آپ کے اتنے قریب بیٹھتا تھا کہ میں قریب نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۳۱۳)

''واقفیوں'' سے گفتگو

حسین بن بشار کا بیان ہے کہ مشہور ''واقفی'' ابن قیاما نے امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھا جس میں اس نے تحریر کیا کہ آپؑ امام کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ آپؑ بے اولاد ہیں؟

امام علی رضا علیہ السلام نے انتہائی غیظ و غضب میں جواب دیا:

تجھے کس نے یہ بتایا ہے کہ میرے ہاں بیٹا پیدا نہیں ہوگا؟ شب و روز کا یہ سلسلہ اس وقت تک ختم نہ ہوگا جب تک خدا مجھے ایسا بیٹا عطا نہ کرے جو حق و باطل کو جدا جدا کرے گا۔

ابن ابی نصر کا بیان ہے کہ فرزند نجاشی نے مجھ سے کہا تھا: تیرے صاحب (امام علی رضاؑ) کے بعد امام کون ہوگا؟

اس کا یہ سوال سن کر میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے ان کے سامنے ابن نجاشی کا سوال دہرایا۔

آپؑ نے فرمایا: میرے بعد میرا بیٹا امام ہوگا۔ کیا کوئی شخص یہ جسارت کر سکتا ہے

کہ بے اولاد ہونے کے باوجود کہے کہ میرا بیٹا میرا وارث ہوگا۔

ابن قیاما واسطی نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا:

کیا ایک ہی وقت میں دو امام ہو سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہو سکتے ہیں لیکن ایک خاموش ہوگا۔

ابن قیاما نے کہا: آپؑ کیسے امام ہیں۔ آپؑ کا خاموش امام تو ہے ہی نہیں (یعنی آپؑ بے اولاد ہیں) اس وقت امام محمد تقیؑ پیدا نہیں ہوئے تھے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

عنقریب اللہ مجھے ایک فرزند عطا کرے گا جس سے حق اور اہلِ حق کو ثبات اور پائیداری نصیب ہوگی اور اللہ اس کے ذریعہ سے باطل اور اہلِ باطل کا قلع قمع کرے گا۔

اس گفتگو کے ایک سال بعد امام محمد تقی کی ولادت باسعادت ہوئی۔

صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ جب تک خدا نے آپؑ کو بیٹا نہیں دیا تھا تو اس وقت تک تو ہم آپؑ سے پوچھتے تھے کہ کیا آپؑ صاحب اولاد بھی بنیں گے؟ اس کے جواب میں آپؑ ہم سے کہتے تھے کہ خدا مجھے بیٹا عطا کرے گا۔ خدا نے احسان فرمایا اور آپؑ کو فرزند عطا کیا، جس سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی اور اگر خدانخواستہ آپؑ دنیا سے رخصت ہو جائیں تو آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟

اس وقت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے تین سالہ بچے ابوجعفر کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان، ابھی تو ان کی عمر تین سال کی ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تین سال کی عمر میں پیغامِ نبوت پہنچانا شروع کر دیا تھا۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۳۲۱۔ الوافی، جلد ۲، ص ۳۷۶۔ بحارالانوار، جلد ۱۴، ص ۲۵۶۔

اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۳۲۲۔ ارشاد مفید' ص ۳۱۷)

علی بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بہت سے شیعہ امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے ایک ہی مجلس میں آپ سے تیس ہزار مسائل دریافت کیے۔ آپؑ نے ان سب مسائل کا تسلی بخش جواب دیا۔ اس وقت آپؑ کی عمر دس برس کی تھی۔

(الکافی' جلد۱' ص ۴۹۶۔ حلیۃ الابرار' جلد۴' ص ۵۴۵)

خیرانی نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں خراسان میں امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے کھڑا تھا کہ کسی کہنے والے نے کہا:

میرے آقا! اگر آپؑ کی رحلت ہو جائے تو پھر امامت کس کو منتقل ہو گی؟

آپؑ نے فرمایا: میرا فرزند ابو جعفر ہی امام ہو گا۔

سائل نے جب ابو جعفر کا سنا تو ان کی کم سنی کی وجہ سے اسے اچنبھا سا محسوس ہوا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر میرے بیٹے ابو جعفر سے کم تھی جب انہوں نے نئی شریعت کا اعلان کیا تھا۔

(الکافی' جلد۱' ص ۳۲۲۔ بحار الانوار' جلد۱۴' ص ۲۵۶)

علی بن حسان کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ لوگ آپؑ کی کم سنی پر اعتراض کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا:

اس میں تعجب کی کیا ضرورت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ

''آپ کہہ دیں کہ یہ میرا راستہ ہے میں بابصیرت ہو کر اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور جس نے میری پیروی کی ہے وہ بھی بابصیرت ہو کر اللہ کی دعوت دیتا ہے۔ (یوسف:۱۰۸)

اور احتجاج کرنے والے سے امیر المومنینؑ کی ذات مراد ہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت حضرت علیؑ کی عمر نو برس کی تھی۔

ایک شخص نے آپؑ سے عرض کیا کہ لوگ آپؑ کی کم سنی پر اعتراض کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس میں اعتراض کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو وحی کی تھی کہ وہ اپنے فرزند سلیمان کو اپنا وصی مقرر کریں۔ اس وقت حضرت سلیمان کی عمر نہایت کم تھی اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔

جب بنی اسرائیل کے عابدین اور علماء نے یہ سنا تو انہیں یہ فیصلہ پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی کی کہ جن لوگوں نے سلیمان کی وصایت پر اعتراض کیا ہے آپ ان کو حکم دیں کہ وہ اپنے اپنے عصا پر مہر لگائیں۔ پھر آپ ان کے عصا لے کر سلیمان کے عصا کے ساتھ ایک کمرے میں رکھ دیں اور کمرے پر تالا لگا دیں۔ جس کا عصا پھوٹ پڑے اور اس پر برگ و بار آ جائیں تو وہ آپ کا وصی ہوگا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے حکمِ خداوندی پر عمل کیا اور سب سے عصا لے کر ایک کمرے میں رکھ دیئے اور اس کے دروازے پر تالا لگا دیا۔ صبح ہوئی تو آپؑ نے تمام لوگوں کی موجودگی میں تالا کھولا تو حضرت سلیمان کے عصا سے کونپلیں پھوٹی ہوئی تھیں اور وہ سرسبز ہو چکا تھا۔

جب بنی اسرائیل کے علماء و زہاد نے یہ معجزہ دیکھا تو انہوں نے کہا: ہمیں خدا کا فیصلہ منظور ہے۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۳۸۳۔ بحار الانوار، جلد ۱۴، ص ۸۱۔ الجواہر السنیہ، ص ۷۲)

علی بن اسباط کا بیان ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام محفل میں تشریف لائے تو میں ان کی قد و قامت کو غور سے دیکھنے لگ گیا تا کہ اپنے مصری بھائیوں کو ان کی عمر اور قد و قامت کے متعلق کچھ بتا سکوں۔

میں بڑے انہماک سے آپ کو دیکھنے میں مصروف تھا کہ آپ بیٹھ گئے اور آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

نبوت وامامت کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاٰتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (مریم: ۱۲)

''اور ہم نے اسے بچپنے میں حکمت عطا کی''۔

حَتّٰى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً

''یہاں تک کہ جب وہ اپنی بھرپور عمر کے حصہ میں پہنچا اور چالیس برس کا ہوا''۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا چاہے تو کسی کو بچپن میں کتاب وحکمت دے دے اور اگر چاہے تو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا فرمائے۔(یہ سب اس کی اپنی مرضی پر منحصر ہے)۔(الکافی' جلد ا' ص ۳۸۳۔حلیۃ الابرار' جلد ۴' ص ۵۴۳)

جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند علی اور امام محمد تقی کی امامت

علی بن اسباط کا بیان ہے کہ ایک ''واقفی'' نے امام جعفر صادق کے فرزند علی بن جعفر سے کہا:

واقفی: آپ کے بھائی ابوالحسن (موسیٰ کاظمؑ) کا کیا بنا؟

علی بن جعفر: ان کی وفات ہوگئی۔

واقفی: آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ان کی وفات ہوگئی ہے؟

علی بن جعفر: ان کی جائیداد وارثوں میں تقسیم ہوچکی ہے اور ان کی بیواؤں کے نکاح ہوچکے ہیں اور ان کے جانشین نے سلسلہ ہدایت سنبھال لیا تھا۔

واقفی: موسیٰ کاظم علیہ السلام کا جانشین کون تھا؟

علی بن جعفر: ان کے فرزند علی ان کے جانشین تھے۔

واقفی: علی رضاؑ کا کیا بنا؟

علی بن جعفر: ان کی بھی وفات ہوچکی ہے۔

واقفی: آپ کے پاس ان کی موت کا کیا ثبوت ہے؟

علی بن جعفر: ان کی جائیداد وارثوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور ان کی بیوگان نے نکاح کر لیے ہیں اور ان کے جانشین نے ان کی مسند ہدایت سنبھال لی ہے۔

واقفی: ان کا جانشین کون ہے؟

علی بن جعفر: ان کا جانشین ان کا فرزند ابو جعفر ہے۔

واقفی: آپ بزرگ ہیں اور آپ امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند ہیں پھر بھی آپ ایک لڑکے کی امامت پر اعتقاد رکھتے ہیں؟

علی بن جعفر: مجھے تو تم شیطان دکھائی دیتے ہو۔

اس کے بعد حضرت علی بن جعفر نے اپنی داڑھی کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر آسمان کی طرف بلند کی اور کہا:

میں کیا کر سکتا ہوں یہ تو خدا کا اپنا انتخاب ہے کہ اس نے اس کو امامت کے عہدہ کے قابل نہیں سمجھا اور ایک معصوم بچے کو امامت کے لائق سمجھا ہے۔

(اختیار معرفۃ الرجال، ص ۴۲۹۔ بحار الانوار، جلد ۴۷، ص ۲۶۳)

ابو عبداللہ حسن بن موسیٰ بن جعفر کا بیان ہے کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس مدینہ میں بیٹھا تھا اور میرے علاوہ وہاں علی بن جعفر صادق بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا۔ اس نے امام محمد تقی علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا:

یہ نوجوان کون ہے؟

میں نے کہا: یہ رسولؐ خدا کا وصی ہے۔

اس نے کہا: سبحان اللہ! رسولؐ خدا کو تو دنیا سے رخصت ہوئے دو سو برس سے کچھ زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور یہ نوجوان لڑکا ان کا وصی کیسے بن گیا؟

میں نے کہا: بات یہ ہے کہ یہ علی بن موسیٰ کا وصی ہے اور علی، موسیٰ بن جعفر کے وصی تھے اور موسیٰ، جعفر بن محمد کے وصی تھے اور جعفر، محمد بن علی کے وصی تھے، اور محمد، علی بن

الحسین کے وصی تھے اور علیؑ امام حسینؑ کے وصی تھے اور امام حسینؑ امام حسنؑ کے وصی تھے اور امام حسنؑ امیر المومنین علیہ السلام کے وصی تھے اور امیر المومنین حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی تھے۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین!

امام علی رضاؑ کی نص اور علمِ امام

محمد الحمودی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں طوس میں امام علی رضاؑ کے سر کی طرف سے کھڑا تھا۔ اتنے میں آپؑ کے ایک ساتھی نے عرض کیا:

آقاؑ! اگر خدانخواستہ آپؑ کی رحلت ہو جائے تو امام کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: میرا فرزند ابو جعفر امام ہوگا۔

اس نے کہا: اگر لوگ ان کی کم سنی پر اعتراض کریں تو کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سن میرے بیٹے سے چھوٹا تھا جب انہوں نے خدا کی طرف سے نئی شریعت پیش کی تھی تو میرا بیٹا اس عمر میں پرانی شریعت کا نگہبان کیوں نہیں ہوسکتا؟

ابو جعفر طبری لکھتے ہیں کہ ۲۰۲ھ میں امام علی رضا علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ اس وقت امام محمد تقیؑ کی عمر چھ سال اور چند مہینے تھی۔ شیعانِ آلِ محمدؐ میں امامت کے متعلق اختلاف ہو گیا۔ چنانچہ ریان بن صامت، صفوان بن یحییٰ اور محمد بن حکیم اور عبدالرحمٰن بن حجاج ''برکۃ زلزل'' کے مقام پر جمع ہوئے اور امام علی رضا کی شہادت کے سانحہ پر رونے لگے۔

یونس نے کہا: تو کیا اس بچے کے بڑے ہوتے تک ہم تمام مسائل کو معطل کر دیں؟

اس کی یہ بات سن کر ریان بن صلت اٹھے اور انہوں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور اسے کچھ طمانچے مار کر کہا:

بندۂ خدا! جسے اللہ اس منصب پر مقرر کردے تو خواہ وہ دو دن کا ہی کیوں نہ ہو' پھر بھی وہ ایک سو سال کے عمر والے شخص کی طرح سے بابصیرت ہوتا ہے اور جسے خدا اس منصب پر مقرر نہ کرے تو چاہے اس کی عمر پانچ ہزار سال کی کیوں نہ ہو جائے پھر بھی وہ مقام رہبری کے قابل نہیں رہتا۔ تمہیں ان کی عمر اور سن کے حوالے سے نہیں سوچنا چاہیے۔ اس کی بجائے تمہیں ان کے علم و ہدایت کے متعلق سوچنا چاہیے۔

اس کے بعد وہاں پر موجود تمام جماعت نے یونس کی ملامت کی۔ حج کا موسم آیا' بغداد اور دوسرے شہروں سے ۸۰ شیعہ علماء جمع ہوئے اور مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ پہنچے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر میں جمع ہوئے۔ ان کے لیے قالین بچھائی گئی۔ پھر عبداللہ بن موسیٰ آئے اور صدر مجلس میں آ کر بیٹھ گئے۔ ان کی آمد پر ایک منادی نے ندا دے کر کہا:

یہ فرزندِ رسولؐ ہیں' جس کسی نے کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو وہ ان سے پوچھ لے۔

اس اعلان کے بعد حاضرین میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تجھے ستاروں کی تعداد کے مطابق میں نے طلاق دی۔ اب شوہر بیوی کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

عبداللہ بن موسیٰ نے کہا: اس کی طلاق کے لیے تو جوزا کے تین ستارے ہی کافی ہیں۔

یہ جواب سن کر شیعوں کے دکھ درد میں اور اضافہ ہوا۔ پھر حاضرین میں سے ایک اور شخص نے اٹھ کر کہا:

ایک شخص نے کسی جانور سے وطی کی' اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

عبداللہ بن موسیٰ نے کہا: اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اسے سو کوڑے مار کر جلاوطن کیا جائے گا۔

عبداللہ کا یہ جاہلانہ جواب سن کر تمام حاضرین رونے لگے۔ اتنے میں دروازہ دو

بار کھلا اور موفق نامی غلام اندر داخل ہوا اور اس کے بعد امام محمد تقی علیہ السلام اندر تشریف لائے۔ آپ نے دو قمیصیں پہن رکھی تھیں اور آپؑ نے تہہ بند اور عمامہ بھی پہنا ہوا تھا۔ عمامہ کا ایک سرا آگے لٹک رہا تھا اور ایک سرا پیچھے سے لٹک رہا تھا۔ آپؑ آ کر مجلس میں بیٹھ گئے۔ آپؑ کے رعب امامت کی وجہ سے تمام مجمع پر خاموشی چھا گئی۔ کچھ دیر بعد وہی پہلا سائل اٹھا اور اس نے کہا:

فرزندِ رسولؐ! ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے ستاروں کی تعداد کے مطابق طلاق دی۔ اب شوہر بیوی کے لیے حکمِ شرعی کیا ہے؟ کیا طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

بندۂ خدا! اللہ کی کتاب کو پڑھ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلطَّلاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ

''طلاق دو بار دی جائے گی اور تیسری بار یا تو شرافت کے ساتھ سے ٹھہرا لیا جائے یا آبرومندانہ طور پر اسے رخصت کر دیا جائے''۔ (البقرہ:۲۲۹)

سائل نے اٹھ کر کہا:

مولاؑ! آپؑ کے چچا نے تو اس طرح سے فتویٰ دیا ہے۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

چچا! خدا کا خوف کرو اور فتویٰ نہ دیا کرو۔ اُمت میں آپ سے زیادہ صاحب علم موجود ہیں۔

پھر دوسرا سائل اٹھا اور اس نے کہا:

فرزندِ رسولؐ! ایک شخص نے کسی جانور سے وطی کی ہے اس کا حکمِ شرعی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

ایسے شخص پر تعزیر نافذ کی جائے گی اور اس جانور پر داغ لگا دیا جائے اور اس جانور کو اس شہر سے باہر بھیج دینا چاہیے اور اس فعل بد کی عار اس شخص پر ہمیشہ نہیں رہنی چاہیے۔

سائل نے کہا: مگر آپؑ کے چچا نے تو اس اس طرح سے فتویٰ دیا ہے۔

یہ سن کر آپؑ نے بلند آواز سے فرمایا:

لا الٰہ الا اللّٰہ ، عبداللہ! سنو اس بات کو معمولی نہ سمجھو خدا کی نظر میں یہ بات بہت بڑی ہے اور اس وقت کو یاد کر کے ڈرتے رہو جب کل تم خدا کے سامنے جاؤ تو وہ تم سے یہ کہے کہ تم کو جس بات کا علم نہیں تھا' تم نے اس کا فتویٰ کیوں دیا جب کہ اُمت میں تجھ سے زیادہ صاحبِ علم بھی موجود تھا۔

عبداللہ بن موسیٰ نے کہا: ایک مرتبہ میرے بھائی امام علی رضاؑ نے بھی اس سوال کا یہی جواب دیا تھا۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

تمہیں مغالطہ ہوا ہے۔ میرے والد سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے کسی عورت کی قبر کھود کر اس سے زنا کیا اور پھر اس کا کفن اتار کر لے گیا۔ اس کے لیے حکمِ شرعی کیا ہے؟

اس کے جواب میں میرے والد نے فرمایا تھا کہ چوری کی وجہ سے اس کا ایک ہاتھ قطع کیا جائے اور زنا کی وجہ سے اسے کوڑے مارے جائیں اور اسے سزا کے طور پر ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے۔

امام محمد تقی علیہ السلام کے جواب سن کر تمام حاضرین کو تسلی ہوئی اور انہیں آپؑ کی امامت پر یقین آ گیا۔ (عیون المعجزات' ص ۱۱۹۔ حلیۃ الابرار' جلد ۴' ص ۵۴۶)

عصا اور تصدیق امام

قاضی یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں قبر رسولؐ پر بیٹھ کر درود وسلام

پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں امام محمد تقی علیہ السلام بھی وہاں تشریف لائے۔ میں نے ان سے گفتگو کی اور کافی مسائل پر ان سے تبادلۂ خیالات کیا۔ آخر میں مَیں نے ان سے کہا کہ میں آپؑ سے ایک بات پوچھنے کا خواہش مند ہوں لیکن وہ بات پوچھتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم مجھ سے امام کے متعلق ہی پوچھنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: بے شک آپؑ نے صحیح جانا۔

آپؑ نے فرمایا: میں ہی امام ہوں۔

میں نے کہا: آپؑ امامت کی کوئی علامت دکھائیں گے تو میں آپؑ کی امامت کو تسلیم کروں گا۔

اس وقت ان کے ہاتھ میں ایک عصا تھا' اس عصا سے بحکمِ خدا یہ آواز بلند ہوئی:

یحییٰ! یہی محمد تقیؑ اس زمانہ کا امام ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۱۳)

حضرتؑ کے بازو پر مُہر کا نشان

حسن بن جہم راوی ہیں کہ ایک دن میں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپؑ نے اپنے فرزند محمد تقیؑ کو آواز دی۔ جب وہ آئے تو آپؑ نے انہیں اٹھا کر میری گود میں بٹھا دیا اور مجھ سے فرمایا:

تم اس کی قمیص اتار کر اس کے جسم پر غور کرو۔

میں نے معصوم بچے کی قمیص اتاری تو امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

اس کے بازوؤں پر نظر کرو۔ جب میں نے غور سے ان کے بازوؤں کو دیکھا تو ایک بازو پر مُہر کا نشان معلوم ہوا جو کہ گوشت تک چلا گیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: تم اس مُہر کو دیکھ رہے ہو۔ میرے والد ماجد کے بازو پر بھی مُہر کا ایک ایسا ہی نشان موجود تھا۔ (الکافی' جلد ۱' ص ۳۲۱۔ الوافی' جلد ۲' ص ۳۷۶۔ اثبات

الہدایۃ' جلد۳' ص۳۲۲۔ رجال کشی' ص ۳۲۸۔ کشف الغمہ' جلد۲ ص۳۵۲)

زمین کے فاصلوں کا سمٹ جانا

علی بن خالد نے محمد سے روایت کی ہے اور وہ زیدی المسلک تھا۔ اس نے کہا کہ میں سامرہ میں تھا وہاں مجھے معلوم ہوا کہ شام سے یہاں قیدی کو لایا گیا ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ میں زندان کے پہریداروں اور افسروں کے ذریعہ سے اس سے ملنے کے لیے گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ شخص مجھے ایک فہمیدہ انسان دکھائی دیتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تیرا قصہ کیا ہے اور تجھے کیوں گرفتار کیا گیا؟

اس نے کہا کہ میں شام کا رہنے والا ہوں اور میں مقام رأس الحسین پر عبادت کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں عبادت میں مصروف تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے مجھ سے کہا: اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔

میں اس کے ساتھ اٹھا تو چند لمحوں بعد ہم مسجد کوفہ میں تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: کیا اس مسجد کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں' یہ مسجد کوفہ ہے۔ چنانچہ وہاں پر انہوں نے نماز پڑھی اور میں نے بھی نماز پڑھی۔ پھر ہم آگے روانہ ہوئے۔ ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ ہم مسجد نبویؐ میں پہنچ گئے اور وہاں ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے قبر رسولؐ پر سلام بھیجا اور میں نے بھی سلام بھیجا اور ہم نے نبی کریمؐ پر درود پڑھا۔

پھر ہم وہاں سے اٹھے اور چند قدم چلے تو ہم مکہ میں پہنچ گئے۔ وہاں ہم نے مناسکِ عمرہ ادا کیے۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد ہم مسجد الحرام سے چلے تو چند ہی قدم چلے ہوں گے کہ میں نے اپنے آپ کو شام میں اس جگہ پر پایا جہاں میں عبادت کرتا تھا اور وہ شخصیت میری نگاہوں سے چھپ گئی تھی۔

پھر ایک سال کے عرصہ کے بعد وہی شخصیت دوبارہ آئی اور مجھے تمام مذکورہ مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرائی اور جب ہم مناسکِ عمرہ سے فارغ ہوئے اور میں نے سمجھا کہ بزرگوار پچھلے سال کی طرح سے مجھے شام پہنچا کر چلے جائیں گے تو میں نے ان سے کہا:

میں آپ کو اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس نے آپ کو یہ قوت وقدرت عطا کی ہے اپنا تعارف کرائیں کہ آپ کون ہیں؟

بزرگوار نے فرمایا: سنو میں محمد بن علی بن موسیٰ ہوں۔

میں نے چند افراد کے سامنے حضرتؑ کا یہ معجزہ سنایا تو آہستہ آہستہ اس کی شہرت محمد بن عبدالملک زیات تک پہنچی تو اس نے مجھے گرفتار کرلیا اور طوق وزنجیر پہنا کر یہاں عراق روانہ کردیا۔

میں نے اس سے کہا کہ تم اپنا پورا واقعہ محمد بن عبدالملک کو تحریر کرو اور مجھے امید ہے کہ وہ تمہیں رہا کردے گا۔

اس قیدی نے اپنا پورا واقعہ مذکورہ وزیر کو لکھا لیکن اس کی طرف سے یہ جواب موصول ہوا کہ جس نے تجھے ایک رات میں شام سے کوفہ اور کوفہ سے مکہ اور مکہ سے شام پہنچایا تھا اس سے کہو کہ وہ تمہیں اس زندان سے باہر نکال لے جائے۔

علی بن خالد کا بیان ہے کہ وزیر کے اس جواب سے مجھے شدید صدمہ ہوا۔ میں نے اس قیدی سے ملاقات کی اور اسے صبر کی تلقین کی۔

جب دوسرے دن میں اس زندان کے پاس سے گزرا تو زندان کا تمام محافظ عملہ حیران و پریشان دکھائی دیا۔ میں نے ان سے پریشانی کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ شامی قیدی آج صبح کے وقت سے گم ہوگیا۔ خدا جانے اسے زمین نگل گئی یا آسمان نے اُچک لیا۔ حکومت کے ملازمین نے اسے بہت تلاش کیا لیکن وہ انہیں کہیں نہ مل سکا۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۴۹۲۔ بصائر الدرجات، ص ۴۰۲۔ اختصاص مفید، ص ۳۲۰-۳۲۱)

دل کے ارادے سے آگاہی

عبداللہ بن رزین کا بیان ہے کہ میں قبر رسولؐ کے پاس رہتا تھا اور امام محمد تقی علیہ السلام کا دستور تھا کہ آپؑ روزانہ زوال آفتاب کے وقت مسجد نبوی میں آتے تھے اور مسجد کے باہر چٹان کے پاس سواری سے اترتے تھے اور وہاں سے سیدھا نبی اکرمؐ کی قبر اطہر تک آتے تھے اور وہاں سے فارغ ہو کر بیت فاطمہ تشریف لے جاتے تھے اور وہاں نعلین اتار کر نماز پڑھتے تھے۔

ایک دن میں نے دل میں سوچا کہ جب آپؑ اپنی سواری سے اتریں گے تو میں آگے بڑھ کر ان کے پاؤں کی خاک اٹھالوں گا اور میں یہ ارادہ کر کے آپؑ کے آنے کا انتظار کرنے لگ گیا۔ جب زوال کا وقت آیا تو آپؑ اپنی سواری پر آئے اور جہاں آپؑ روزانہ اترتے تھے وہاں نہ اترے اس کی بجائے آپؑ دروازہ مسجد والی چٹان پر اترے۔ پھر آپؑ مسجد میں تشریف لے گئے اور رسولؐ خدا پر سلام کیا۔ پھر آپؑ وہاں سے آگے بڑھے جہاں وہ روزانہ نماز پڑھا کرتے تھے تو میں نے دل میں سوچا کہ جب آپؑ اپنے قدموں سے جوتا اتاریں گے تو میں آگے بڑھ کر ان کے قدموں کی خاک اٹھالوں گا۔

مگر دوسرے دن جب آپؑ زوال کے وقت سواری سے اترے، آپؑ قبر رسولؐ پر گئے اور وہاں سلام کیا اور آپؑ وہاں بھی گئے جہاں نماز پڑھتے تھے مگر آپؑ نے خلاف معمول وہاں جوتا نہ اتارا۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک حضرتؑ نے اپنے معمولات کو تبدیل کر دیا۔

میں نے دل میں سوچا کہ اچھا یہاں بات نہیں بن رہی۔ میں حمام کے دروازے پر بیٹھ جاؤں گا اور جب آپؑ حمام تشریف لے جائیں گے تو میں آپؑ کے قدموں کی خاک اٹھاؤں گا لیکن وہاں بھی میری توقع پوری نہ ہوئی۔ آپؑ اپنی سواری پر بیٹھ کر حمام کے اندر گئے اور جہاں چٹائی بچھی ہوئی تھی آپؑ وہاں سواری سے اترے۔

میں نے حمام والے سے پوچھا: کیا امام علیہ السلام ہمیشہ یہیں اترا کرتے ہیں؟
اس نے کہا: نہیں وہ تو ہمیشہ دروازے کے پاس اترتے ہیں لیکن آج وہ خلاف معمول یہاں آ کر اترے۔

میں انتظار میں بیٹھا رہا کہ آپؑ باہر نکل کر سواری پر سوار ہوں گے تو میں اپنا گوہرِ مقصود حاصل کرلوں گا۔ لیکن آپؑ نے اپنی سواری ہی اندر منگوالی اور آپؑ چٹائی پر کھڑے رہے اور وہاں سے ہی سوار ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔

میں نے دل میں کہا کہ میں نے خواہ مخواہ اپنے آقا کو اذیت دی ہے۔ اب میں ان کے قدموں کی خاک اٹھانے کا ارادہ نہیں کروں گا۔

اس کے بعد دوسرے دن جب آپؑ زوالِ آفتاب کے وقت مسجد نبوی میں آئے تو سابقہ مقام پر ہی سواری سے اترے جہاں ہمیشہ اترا کرتے تھے اور جوتے اتار کر انہوں نے بیت فاطمہ میں نماز ادا کی۔ (الکافی' جلد ا' ص ۴۹۳۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۳۱)

حسیناؤں اور موسیقی سے نفرت

محمد بن ریان راوی ہیں کہ مامون نے امام محمد تقی علیہ السلام کو دنیاوی محبت میں پھانسنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا لیکن اس کا کوئی بھی حربہ کارگر ثابت نہ ہوا۔ آخر کار اس نے دو سو حسین و جمیل کنیزیں منگوائیں' جن کے ہاتھوں میں جواہرات سے مرصع ساغر تھے اور انہیں حکم دیا کہ وہ امام محمد تقی علیہ السلام کے سامنے جا کر کھڑی ہو جائیں۔

چنانچہ وہ قتالۂ عالم حسینائیں امام علیہ السلام کے سامنے آئیں اور انہوں نے اپنے حسن کے جلوے گرانے کی بھرپور کوششیں کیں لیکن امام علیہ السلام ان کی طرف ذرہ برابر بھی متوجہ نہ ہوئے۔

مامون کا ایک درباری گویا تھا جس کا نام ''مخارق'' تھا اور وہ بہت اچھا گلوکار تھا۔ اس کی لمبی داڑھی تھی۔ مامون نے اسے بلایا تو اس نے مامون سے کہا کہ اگر امام محمد تقی

علیہ السلام حسن صورت سے متاثر نہیں ہوئے تو میں انہیں اپنی رسیلی آواز کے جادو سے متاثر کروں گا اور یہ خدمت میں سرانجام دوں گا۔

پھر وہ گویا امام علیہ السلام کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور اس نے ایسی زوردار تان لگائی جس سے تمام افراد خانہ جمع ہو گئے اور وہ عود و بربط بجانے لگا اور اس نے گانا شروع کیا۔ وہ کافی دیر تک اپنے فن کا مظاہرہ کرتا رہا مگر امام علیہ السلام گردن جھکا کر بیٹھے رہے اور اس کی طرف توجہ نہ کی۔ پھر آپ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

''اے لمبی داڑھے والے! اللہ سے ڈر''۔

جیسے ہی آپؑ نے یہ جملہ فرمایا تو اس کے ہاتھ سے عود و بربط گر پڑے اور وہ مرتے دم تک عود و بربط اٹھانے سے قاصر ہو گیا۔

مامون نے اس سے کہا: تیرا کیا حال بن گیا ہے؟

اس نے کہا: جس وقت سے ابوجعفر نے مجھے ڈانٹا تو میرے دل میں ایک ایسا خوف بیٹھ گیا جس سے میں کبھی آزاد نہ ہو سکوں گا۔

(الکافی' جلد ا' ص ۴۹۴۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۳۲)

حضرتؑ کی بددعا کا اثر

محمد بن سنان بیان کرتے ہیں کہ میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

اے محمد! کیا آلِ فرج میں کوئی حادثہ رونما ہوا ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں' اس خاندان کا بزرگ عمر مر گیا ہے۔

یہ سن کر آپؑ نے ''الحمدللہ'' کہا اور آپؑ نے چوبیس مرتبہ اسی جملے کا تکرار فرمایا۔

یہ دیکھ کر میں نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپؑ کو اس کی موت سے اتنی زیادہ خوشی ہو گی تو میں ننگے پاؤں دوڑتا ہوا آتا اور آپؑ کو یہ خوشخبری سناتا۔

آپؑ نے فرمایا:

محمد! جانتے ہو اس نے میرے والد سے کیا گستاخی کی تھی؟

میں نے عرض کیا: مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

ایک مرتبہ میرے والد نے کسی کام کے متعلق اس سے گفتگو کی تو اس نے گستاخی کرتے ہوئے کہا تھا کہ معلوم ہوتا ہے آپؑ نشہ میں ہیں۔

اس وقت میرے والد نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا تھا:

''خدایا! اگر تو جانتا ہے کہ میں روزہ کی حالت میں ہوں تو اس کے مال کو غارت فرما اور اسے قید کا مزا چکھا دے''۔

خدا کی قسم! چند ہی دن بعد اس کا سب مال و اسباب چھین لیا گیا اور اسے قید میں ڈال دیا گیا اور اب وہ وہاں مر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح سے اپنے دشمنوں سے اپنے دوستوں کا انتقام لیا کرتا ہے۔ (الکافی' جلد ۱' ص ۴۹۶۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۳۴)

خشک درخت کا تر و تازہ ہو جانا

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ میں نے مسجد سہیب میں امام محمد تقی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اس مسجد میں بیری کا ایک خشک درخت کھڑا ہوا تھا۔ آپؑ نے پانی منگوایا اور اس کی جڑوں میں آپؑ نے پانی ڈالا۔ آپؑ کی برکت سے وہ تر و تازہ ہو گئی اور اس سال اس پر پھل لگا۔

اپنے والد کے قرض کی ادائیگی

مطرفی کا بیان ہے کہ جب امام علی رضا علیہ السلام دنیا سے رخصت ہوئے تو میں نے آپؑ سے چار ہزار درہم قرض لینا تھا۔ آپؑ کی وفات کا سن کر میں نے اپنے دل

کہا کہ اب یہ رقم ضائع ہوگئی۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے میرے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ کل ان اور اوزان کے باٹ لے کر ہمارے پاس آ جانا۔

میں دوسرے دن میزان اور اوزان کے باٹ لے کر ان کے درِ دولت پر پہنچا تو پؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابوالحسن (امام علی رضاؑ) دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں تو نے ان سے چار ہزار درہم ض لینا ہے ناں؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

حضرتؑ نے مصلی ہٹایا تو وہاں درہم رکھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے فرمایا:

تم ان کا وزن کرو۔ میں نے وزن کیا تو وہ پورے چار ہزار درہم تھے۔ آپؑ نے ہ درہم میرے سپرد کیے اور فرمایا:

اب تمہارا قرض ادا ہو گیا ہے۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۴۹۷۔ الوافی، جلد ۳، ص ۸۳۰۔ ارشاد مفید، ص ۳۲۵)

اپنی موت کی خبر دینا

اسماعیل بن مہران راوی ہیں کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو دو مرتبہ مدینہ سے عراق جایا گیا۔ جب آپؑ پہلی بار مدینہ سے بغداد گئے تو میں نے آپؑ سے کہا تھا:

میں آپؑ پر قربان، مجھے تو آپؑ کی زندگی کے متعلق اندیشہ ہے اور اگر خدانخواستہ ہو گیا تو پھر امام کون ہوگا؟

حضرت نے مسکرا کر میری جانب دیکھا اور فرمایا:

جس طرح سے تو نے سمجھا ہے اس مرتبہ وہ کچھ نہیں ہوگا۔

اور جب معتصم کے دور میں آپؑ کو مدینہ سے لے جایا جانے لگا تو میں آپؑ کی

خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا:

مولا! آپؑ تو جا رہے ہیں آپؑ کا جانشین کون ہوگا؟

میرا یہ سوال سن کر آپؑ اتنا روئے کہ ریش اطہر تر ہوگئی۔ پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا: اس مرتبہ میری زندگی کو خطرہ لاحق ہے۔ میرے بعد میرا بیٹا علی نقیؑ تمہارا امام ہوگا۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۳۲۳۔ اعلام الوریٰ، ص ۳۳۹-۳۴۰)

حسین بن محمد نے خیرانی سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کی ڈیوڑھی پر ملازم تھا اور خدمات انجام دیا کرتا تھا جب کہ احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری روزانہ صبح کے وقت آ کر امام محمد تقی علیہ السلام کی بیمار پرسی کے لیے آیا کرتا تھا۔

امام محمد تقی اپنے ایک معتمد کو خیرانی کے پاس بھیجتے تھے جو ان کے درمیان رابطہ کا کام دیتا تھا اور جب کبھی آپؑ کا قاصد آتا تو احمد بن محمد درمیان میں سے اٹھ کر چلے جاتے تاکہ اسے خلوت کا موقع مل سکے۔

خیرانی بیان کرتے ہیں کہ حسب معمول ایک صبح وہ قاصد آیا تو احمد بن محمد وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور قاصد کو خلوت کا موقع فراہم کیا۔ لیکن وہ پھر ادھر ادھر گھومنے کے بعد ایک ایسی جگہ آ کر کھڑے ہوئے جہاں سے وہ ان کی باتیں سن سکتے تھے۔

قاصد نے کہا کہ تمہارے آقا و مولا نے تمہیں سلام کیا ہے اور وہ تم سے یہ فرما رہے ہیں کہ میں اس جہان فانی سے رخصت ہو کر اپنے مالک کی بارگاہ میں جا رہا ہوں۔ یاد رکھنا میرے بعد یہ عہدہ امامت میرے فرزند علی نقیؑ کے لیے ہے اور انہیں تم پر وہی حقوق حاصل ہیں جو میرے والد کی وفات کے بعد مجھے تم پر حاصل تھے۔

یہ پیغام پہنچا کر قاصد چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد احمد بن محمد واپس آئے اور اس نے کہا:

خیرانی! اس قاصد نے تم سے کیا کہا ہے؟

میں نے کہا: بس خیریت ہے۔

اس نے کہا: مجھ سے یہ پیغام مت چھپاؤ۔ کیونکہ جو کچھ قاصد نے تمہیں پیغام دیا ہے وہ میں نے سن لیا ہے۔

پھر اس نے مجھے وہ سارا پیغام سنا دیا۔ میں نے اس سے کہا:

تم نے کانا پھوسی کر کے اچھا کام نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجسس کو حرام قرار دیا ہے۔ خیر اب اگر تم نے یہ پیغام قاصد کی زبانی سن بھی لیا تو ضرورت پڑنے پر اس کی گواہی ضرور دینا مگر وقت سے پہلے اس کا کسی سے اظہار نہ کرنا۔

صبح ہوئی تو میں نے اس مضمون کے دس خطوط لکھے اور ان پر اپنی مہر لگائی اور میں نے معتمد ساتھیوں کو ایک ایک خط روانہ کیا۔ اور میں نے انہیں کہلا بھیجا کہ اس خط کو محفوظ رکھنا اور اگر مجھے مانگنے سے پہلے موت آ جائے تو اس کو کھول کر پڑھ لینا اور اس پر عمل کرنا۔

امام محمد تقی علیہ السلام کی وفات کے بعد میں اپنے گھر سے نکلا تو معلوم ہوا کہ اس وقت سران شیعہ محمد بن فرج کے گھر میں جمع ہیں اور عہدۂ امامت پر گفتگو میں مصروف ہیں۔

محمد بن فرج نے ایک شخص کے ہاتھ مجھے رقعہ بھجوایا کہ قوم کے سربرآوردہ افراد میرے مکان پر جمع ہیں اور اگر بات کے پھیلنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم سب لوگ آپؑ کے گھر میں حاضر ہو جاتے اور میری خواہش ہے کہ آپؑ اس اجلاس میں شرکت کے لیے میرے گھر چلے آئیں۔

راوی کہتے ہیں کہ میرے والد کو جیسے ہی محمد بن فرج کا رقعہ ملا تو وہ اس کے گھر چلے گئے جہاں شیعوں کی قدآور شخصیات پہلے سے جمع تھیں۔ انہوں نے میرے والد سے کہا کہ اس معاملہ میں آپؑ کیا کہتے ہیں۔

اس وقت میرے والد نے کہا کہ جن لوگوں کو میں نے رقعے بھیجے تھے وہ مہربانی

کر کے میرے رقعات یہاں پیش کریں۔ چنانچہ ان کے بھیجے ہوئے رقعے موقع پر پیش کیے گئے تو انہوں نے کہا کہ بھائیو جو کچھ امام محمد تقی کی طرف سے مجھے حکم ملا تھا میں نے وہی حکم تمہیں رقعات میں لکھ کر بھیج دیا تھا۔

حاضرین میں سے چند افراد نے کہا: کیا علی نقی کی امامت کی گواہی اور محمد تقی علیہ السلام کی نص کا تمہارے علاوہ کوئی اور بھی گواہ ہے؟

خیرانی نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ قاصد نے تو مجھے خلوت میں ہی یہ پیغام پہنچایا تھا لیکن خدا نے گواہی کا انتظام کر دیا تھا۔ تم لوگ ابوجعفر اشعری سے پوچھ لو۔ انہوں نے بھی قاصد کی مذکورہ گفتگو اپنے کانوں سے سنی تھی۔

جب لوگوں نے ابوجعفر اشعری سے گواہی طلب کی تو اس نے لیت ولعل سے کام لیا۔ میں نے جب دیکھا کہ وہ گواہی سے منحرف ہونے کو ہے تو میں نے کہا: آؤ اس بات پر ہم اور تم مباہلہ کر لیں۔

جب اس نے مباہلہ کا نام سنا تو وہ ڈر گیا اور اس نے حق وصداقت کی گواہی دی اور کہا کہ میں نے بھی یہ بات قاصد کی زبانی سنی تھی لیکن میں چاہتا تھا کہ عہدۂ امامت اہل عرب کے کسی اور قبیلہ میں منتقل ہونا چاہیے۔ مگر چونکہ مجھے مباہلہ کا سامنا ہے اسی لیے میں حق کو چھپا نہیں سکتا۔

اس کے بعد تمام لوگوں نے امام علی نقی کی امامت کو تسلیم کیا۔ اس کے بعد اجلاس کے شرکا اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۳۲۴۔ بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۱۱۹)

بالوں کا رنگ تبدیل ہونا اور زمین سے درہم و دینار برآمد کرنا

ابراہیم بن سعید راوی ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کو دیکھا تو آپؑ کے بال کوے کی طرح سے سیاہ تھے۔ آپؑ نے میرے سامنے ان پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ چشم

زدن میں سرخ ہو گئے۔ پھر آپؑ نے ان پر ہاتھ پھیرا تو وہ سفید ہو گئے۔ کچھ دیر بعد آپؑ نے ہاتھ پھیرا تو وہ دوبارہ سیاہ ہو گئے۔ اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابن سعید! کیا تمہارے ہاں امام کی یہی علامات ہیں؟

میں نے کہا کہ میں نے آپؑ کے والد ماجد کو دیکھا تھا کہ وہ مٹی پر ہاتھ مارتے تو مٹی درہم و دینار میں بدل جاتی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: تیرے شہر کے کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امام دولت کا محتاج ہوتا ہے۔ پھر آپؑ نے مٹی پر ہاتھ مارا تو مٹی درہم و دینار میں بدل گئی اور آپؑ نے فرمایا: اپنے شہر والوں کو جا کر بتا دینا کہ زمین کے خزانے امام کے دست تصرف میں ہوا کرتے ہیں۔ (دلائل الامامۃ، ص ۲۱۰۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۳۴۵)

علمِ ارحام

ابراہیم بن سعید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص گھوڑی پر سوار ہو کر وہاں سے گزرا۔ آپؑ نے فرمایا:

آج رات اس گھوڑی کے ہاں ایک بچھڑا پیدا ہوگا جس کی پیشانی سفید ہوگی اور اس کے چہرے پر ایک ستارے کا نشان ہوگا۔

جب میں نے حضرتؑ کی زبان سے یہ بات سنی تو میں گھوڑی کے مالک کے پاس چلا گیا اور جا کر اس کا مہمان بن گیا اور ساری رات میں اور میزبان گفتگو کرتے رہے۔ پھر صبح کے قریب اس کی گھوڑی کو بچھڑا پیدا ہوا جس میں وہ نشانیاں موجود تھیں جو آپؑ نے فرمائی تھیں۔

پھر میں وہاں سے واپس آیا اور امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

فرزندِ سعید! کیا تمہیں میری کل کی گفتگو پر شک ہوا تھا؟ سنو! تمہاری بیوی حاملہ ہے وہ ایک کانے بیٹے کو جنم دے گی۔

ابن سعید کا بیان ہے کہ حضرتؑ کا فرمان درست ثابت ہوا اور میری بیوی نے میرے بیٹے کو جنم دیا جو کہ ایک آنکھ سے کانا تھا اور میں نے اس کا نام محمد رکھا۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۱۰۔ فرج المہموم، ص ۲۳۲)

پتوں کا درہموں میں تبدیل ہونا

ابراہیم بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کو کئی بار دیکھا کہ آپؑ زیتون کے پتے توڑ کر اپنے ہاتھ میں لیتے تو وہ درہم میں بدل جاتے تھے۔ آپؑ نے کئی بار مجھے بھی وہ درہم دے کر سودا سلف خریدنے کے لیے روانہ کیا۔ میں نے ان دراہم سے کئی بار سودا سلف خریدا اور ان میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۱۰۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۳۴۵)

کشتیوں کا رُک جانا

حکیم بن حماد راوی ہیں کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ آپؑ نے اپنی انگوٹھی دریائے دجلہ میں ڈالی تو دجلہ میں چلنے والی تمام کشتیاں رُک گئیں۔ پھر آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ میری انگوٹھی پانی سے باہر نکالو۔ جب آپؑ کی انگوٹھی نکالی گئی تو کشتیاں چلنے لگ گئیں۔ (دلائل الامامۃ، ص ۲۱۰-۲۱۱۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۳۴۵)

طی الارض

احمد بن سعید راوی ہیں کہ مجھ سے مخلد بن علی نے بیان کیا کہ میں نے سرمن رای (سامرہ) میں امام محمد تقی علیہ السلام سے ملاقات کی اور میں نے ان سے بیت المقدس

کے زادِراہ کا سوال کیا۔ آپؑ نے مجھے ایک سو دینار عطا فرمائے۔ اس کے بعد آپؑ نے مجھے آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ چند لمحات کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ آنکھیں کھول دو۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو میں نے اپنے آپ کو بیت المقدس میں قبہ کے نیچے پایا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۲۱۱۔ اثبات الہداۃ، جد ۳، ص ۳۴۵)

محمد بن علاء کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کو کسی سواری اور زادِراہ کے بغیر حج کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ اعجاز امامت سے مدینہ سے مکہ پہنچ جاتے تھے اور مکہ سے مدینہ آ جاتے تھے۔

مکہ میں میرا ایک بھائی تھا۔ آپ نے مدینہ سے مکہ جانے کا ارادہ کیا تو میں نے آپ سے درخواست کی کہ جب واپس آئیں تو میرے بھائی سے انگشتری لیتے آئیں۔

آپ اسی رات مدینہ آ گئے اور آپ کے پاس میرے بھائی کی انگشتری تھی۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۱۱)

خشک لکڑیوں کا سرسبز ہونا

محمد بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ حضرت محمد تقی علیہ السلام نے منبر پر اپنا ہاتھ رکھا تو منبر میں جتنے بھی درختوں کی لکڑیاں استعمال کی گئی تھیں وہ سب کی سب سرسبز ہو گئیں اور ان کی ٹہنیاں نکل آئیں۔

میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ آپ نے ایک بکری سے کلام کیا تو وہ بھی آپؑ سے بولنے لگ گئی۔ (دلائل الامامۃ، ص ۲۱۱)

پتھر پر انگلیوں کے نشان ثبت کرنا

عمارہ بن زید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ امام کی علامت کیا ہوتی ہے؟

یہ سن کر آپؑ نے اپنا ہاتھ ایک چٹان پر رکھا اور جب آپؑ نے وہاں سے ہاتھ اٹھایا تو اس پر آپؑ کی انگلیوں کے نشان ثبت ہو چکے تھے اور آپؑ نے فرمایا جو ایسا کر کے دکھائے وہ امام ہوتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے کئی بار دیکھا کہ آپ لوہے کو آگ میں گرم کیے بغیر اپنے ہاتھوں سے اس کی تاریں کھینچتے تھے اور میں نے کئی بار آپ کو پتھر پر اپنی انگشتری کا نشان ثبت کرتے ہوئے دیکھا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۱۱)

اعجاز مسیحائی

عمارہ بن زید کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت اپنے نابینا بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس لائی۔ آپ نے اس کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کا بیٹا تندرست ہو گیا اور کسی سہارے کے بغیر چلنے لگ گیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۱۱)

ایک بیل کا کلام کرنا

محمد بن علی بن عمر تنوخی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کو ایک بیل سے کلام کرتے ہوئے دیکھا۔ بیل نے آپ کی گفتگو سن کر اپنی گردن کو ہلایا۔

میں نے چلا کر کہا: فرزند رسولؐ! ایسے نہیں' آپ بیل کو حکم دیں کہ وہ آپ کے ساتھ کلام کرے۔

اس کے جواب میں آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

وَاُوتِينَا مَنطِقَ الطَّيرِ وَاُوتِينَا مِن كُلِّ شَيءٍ

''اور ہمیں پرندوں کی بولیاں دی گئیں اور ہمیں ہر چیز سے نوازا گیا ہے''۔

پھر آپؑ نے بیل سے فرمایا: تم "لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ" کہو اور

اس کے ساتھ آپ نے بیل کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ میں نے دیکھا کہ حکمِ خداوندی سے وہ بیل گویا ہوا اور اس نے "لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ" کے الفاظ ادا کیے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۲۱۱)

قوتِ امامؑ

عمارہ بن زید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؑ کے سامنے چینی کی بنی ہوئی ایک پلیٹ رکھی گئی۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

عمارہ! کیا تمہیں ایک عجیب چیز نہ دکھاؤں؟

میں نے کہا: جی ہاں، ضرور دکھائیں۔

آپؑ نے اس پلیٹ پر ہاتھ رکھا تو وہ پگھل کر پانی بن گئی۔ پھر آپؑ نے اس پانی کو جمع کر کے ایک پیالے میں رکھا اور اس پر ہاتھ رکھا تو وہی پانی منجمد ہو گیا اور اس نے پلیٹ کی شکل اختیار کر لی۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: خدا کی طرف سے قدرت ہو تو ایسی ہو۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۱۱-۲۱۲)

آپ کو مدینہ میں ہی والد کی شہادت کا علم ہو گیا تھا

امیہ بن علی کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا اور میں امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس جایا کرتا تھا۔ اس وقت ان کے والد امام علی رضاؑ خراسان میں تھے۔ آپؑ کے تمام اہلِ خانہ آپؑ کے پاس آ کر آپؑ کو سلام کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپؑ نے ایک کنیز کو بلا کر فرمایا کہ گھر والوں سے کہہ دو کہ وہ ماتم کی تیاری کریں۔

چنانچہ کنیز نے وہ پیغام گھر پہنچایا تو گھر والوں نے کہا کہ آخر ہم ماتم کی تیاری کریں تو کس کے ماتم کی تیاری کریں؟

دوسرے دن آپؑ نے پھر یہی حکم دیا کہ گھر والوں سے کہہ دو کہ ماتم کی تیاری کریں۔

ہم نے پوچھا کہ کس کے ماتم کی تیاری کریں؟

آپؑ نے فرمایا: تم اس کے ماتم کی تیاری کرو جو روئے زمین پر رہنے والے تمام افراد سے افضل ہے۔

اس واقعہ کے چند دن بعد ہمیں امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کی باقاعدہ طور پر خبر ملی۔ اور جب ہم نے دنوں کو شمار کیا تو امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت اسی دن ہوئی تھی جس دن آپؑ نے اہلِ خانہ کو ماتم کا حکم دیا تھا۔

(اعلام الوریٰ، ص ۳۳۴-۳۳۵۔ المناقب، جلد ۴، ص ۳۸۹)

والد کی تجہیز و تکفین کے لیے مدینہ سے خراسان روانگی

محمد بن قتیبہ نے ایک مکتب کے معلم سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام محمد تقی علیہ السلام مکتب میں بیٹھ کر تختی لکھنے میں مصروف تھے کہ اچانک آپؑ نے تختی کو پھینک دیا اور خوفزدہ ہو کر کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن، خدا کی قسم! میرے والد کی وفات ہوگئی۔

میں نے کہا: آپؑ کو کیسے پتہ چلا؟

انہوں نے کہا کہ اچانک مجھ پر عظمت خداوندی اور جلالِ توحید کا ایک پرتو سا چھا گیا، جس کو میں نے اس سے قبل کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ جس سے اندازہ ہوا کہ ان کی وفات ہوگئی ہے۔

میں نے کہا کہ آپؑ کے والد دنیا سے رخصت ہو گئے۔

آپؑ نے فرمایا: تم ان باتوں کو رہنے دو۔ مجھے اجازت دو میں گھر جانا چاہتا ہوں۔ پھر کچھ دیر بعد تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ اور ہاں جب میں واپس آ جاؤں تو مجھ

سے قرآن مجید کی جن آیات کی تم نے تفسیر معلوم کرنی ہو کر لینا۔

یہ کہہ کر آپؑ گھر میں چلے گئے اور آپؑ نے اندر سے دروازہ بند کر لیا اور فرمایا:

جب تک میں خود باہر نہ آ جاؤں اس وقت تک تم کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دینا۔

کچھ دیر بعد آپؑ کمرے سے باہر آئے اور آپ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا اور آپؑ نے فرمایا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن' میرے والد کی وفات ہو گئی۔

اہلِ خانہ نے کہا: کیا ان کی وفات ہو گئی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں' میں نے ابھی جا کر انہیں غسل و کفن دیا ہے اور میرے علاوہ کسی کو ان کے غسل و کفن کا حق نہیں تھا۔

(الثاقب فی المناقب' ص ۵۰۹۔ الامامۃ والتبصرۃ' ص ۸۵)

ابوصلت ہروی سے امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کی ایک طویل روایت مروی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ میں نے ان سے اچھے انگور کبھی نہیں دیکھے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جنت کے انگور ان سے بہتر ہیں۔

مامون نے کہا: آپؑ یہ انگور کھائیں۔

آپؑ نے فرمایا: مجھے ان سے معاف ہی رکھو۔

مامون نے کہا: آپؑ کو یہ انگور لازماً کھانے ہوں گے اور شاید آپؑ یہ انگور کھانے سے اس لیے احتراز کر رہے ہیں کہ آپ کو ہم پر شک ہے۔ اس کے بعد اس نے انگور کا ایک گچھا اٹھا کر خود کھایا اور دوسرا گچھا اٹھا کر امام علی رضاؑ کے حوالے کیا۔ آپؑ نے اس میں سے تین دانے کھائے باقی گچھا آپؑ نے پھینک دیا اور وہاں سے اٹھ کھڑے

ہوئے۔

مامون نے کہا: آپؑ کہاں جا رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جہاں تم نے مجھے بھیجا ہے۔

آپؑ سر ڈھانپے ہوئے مامون کے دربار سے باہر نکلے۔ میں نے آپؑ سے کوئی گفتگو نہ کی یہاں تک کہ آپؑ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور آتے ہی آپؑ نے حکم دیا کہ دروازے بند کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد آپؑ اپنے بستر پر لیٹ گئے اور میں مغموم ہو کر گھر کے صحن میں بیٹھ گیا۔ پھر اچانک میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت گھنگریالے بالوں والا نوجوان اندر آیا، جس کی شکل وصورت امام علی رضاؑ سے ملتی جلتی تھی۔ میں جلدی سے اٹھ کر آگے بڑھا اور میں نے اس سے کہا کہ دروازے بند تھے تم یہاں کیسے آ گئے؟

اس وقت اس نوجوان نے مجھ سے کہا:

جو ذات مجھے مدینہ سے یہاں لے آئی ہے اسی ذات نے مجھے تمہارے بند دروازوں میں سے گزارا ہے؟

میں نے کہا کہ آپ کون ہیں؟

نوجوان نے کہا: ابوصلت! میں تجھ پر اللہ کی حجت ہوں۔ میں محمد بن علی ہوں۔

یہ کہہ کر وہ اپنے والد کے پاس چلے گئے اور وہ مجھے بھی اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے۔ جب امام علی رضاؑ نے انہیں دیکھا تو آپؑ نے اپنے بازو پھیلائے اور انہیں گلے لگایا اور انہیں اپنے سینے سے لگایا اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ پھر انہیں اپنے ساتھ بستر میں لٹا لیا۔ محمد تقیؑ نے جھک کر اپنے والد کو بوسے دیئے اور انہوں نے کچھ باتیں رازدارانہ طور پر کہیں جنہیں میں نہ سمجھ سکا۔

پھر میں نے دیکھا کہ علی رضاؑ کے ہونٹوں پر برف سے بھی کوئی سفید جھاگ سی نمودار ہوئی جسے ابوجعفر نے اپنی زبان سے چاٹ لیا۔ پھر امام علی رضاؑ نے اپنے کپڑوں اور لباس میں ہاتھ پھیرا، اور انہوں نے چڑیا کی طرح کی ایک چیز برآمد کی جسے ابوجعفر نے

نکل لیا۔ اس کے بعد امام علی رضا علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

ابوصلت! اٹھو! توشہ خانے سے غسل کا تختہ اور پانی لے آؤ۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! توشہ خانے میں نہ تو غسل کا تختہ ہے اور نہ ہی پانی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے تمہیں جو حکم دیا ہے تم اس پر عمل کرو۔

میں توشہ خانے میں داخل ہوا تو وہاں تختہ اور پانی موجود تھا۔ میں نے دونوں چیزیں محمد تقی کے حوالے کیں۔ پھر میں نے امام علی رضاؑ کو غسل دینے کے لیے اپنے کپڑے سمیٹے تو امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

ابوصلت! تم علیحدہ رہو۔ میرے ساتھ میرے مددگار موجود ہیں۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابوصلت! توشہ خانے میں جاؤ اور وہاں سے وہ گٹھڑی لے آؤ جس میں کفن اور حنوط ہے۔

میں توشہ خانے میں گیا تو وہاں ایک گٹھڑی رکھی تھی جس میں کفن اور حنوط رکھا ہوا تھا جب کہ اس سے قبل میں نے یہ چیز توشہ خانے میں کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں نے گٹھڑی اٹھائی اور امام محمد تقی علیہ السلام کے سامنے رکھ دی۔ آپؑ نے اس میں سے کافور نکال کر والد کو حنوط کیا اور کفن پہنایا اور پھر انہوں نے والد کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

تابوت لے آؤ۔

میں نے عرض کیا: میں بڑھئی کے پاس جا کر ابھی تابوت بنوا کر لے آتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اسی توشہ خانے میں تابوت بھی موجود ہے۔

میں توشہ خانے میں داخل ہوا تو وہاں ایک تابوت رکھا ہوا تھا جب کہ اس سے قبل میں نے وہاں کبھی تابوت نہیں دیکھا تھا۔ میں نے تابوت اٹھایا اور حضرتؑ کے پاس لے

گیا۔ آپؑ نے اپنے والد کی لاش کو اٹھا کر اسے تابوت میں رکھا اور آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ ابھی آپؑ نماز سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ چھت پھٹ گئی اور تابوت بلند ہوا اور سوراخ میں سے باہر نکل گیا۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! ابھی مامون آئے گا اور وہ ہم سے امام علی رضاؑ کی لاش کا مطالبہ کرے گا اس وقت میں کیا کروں گا؟

آپؑ نے فرمایا: خاموش رہو۔ وہ ابھی واپس آ جائے گا۔

ابوصلت! یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ اگر کوئی نبی مشرق میں مرے اور اسکا وصی مغرب میں مرے تو بھی اللہ ان کی ارواح اور اجسام کو جمع کرتا ہے۔

جیسے ہی آپؑ کی یہ گفتگو تمام ہوئی تو وہ تابوت دوبارہ واپس آ گیا اور امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے والد کے جسم اطہر کو تابوت سے نکال کر دوبارہ بستر پر لٹا دیا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انہیں غسل و کفن نہ دیا گیا ہو۔

پھر امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ اٹھو اور مامون کے لیے دروازہ کھول دو۔ میں اٹھا اور دروازہ کھولا تو دروازے پر مامون اور اس کے غلام کھڑے تھے۔

پھر ابوصلت نے حضرتؑ کی تدفین کی مکمل داستان بیان کی۔

(عیون الاخبار، جلد۲، ص ۲۴۳-۲۴۴۔ امالی صدوق، ص ۵۲۶)

ابوصلت کو زندان سے نکالنا

ابوصلت ہروی بیان کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام کی تدفین کے بعد مامون نے مجھے قید کرنے کا حکم دیا اور میں پورا سال قید میں رہا۔ میں قید میں رہ کر اُکتا گیا۔ ایک رات میں نہ سویا اور اپنی رہائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور خدا کو محمدؐ و آل محمدؐ کے حق کا واسطہ دے کر درخواست کی کہ مجھے زندان سے رہائی عطا فرمائے۔

جیسے ہی میری دعا تمام ہوئی تو میں نے دیکھا کہ امام محمد تقی علیہ السلام زندان میں

میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

ابوصلت! زندان سے تنگ آ گئے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں' خدا کی قسم! میں تنگ آ چکا ہوں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اٹھو اور باہر چلیں۔ آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا تو میرے تمام طوق وزنجیر گر پڑے اور مجھے ساتھ لے کر زندان سے باہر نکلے جب کہ زندان کا عملہ جاگ رہا تھا مگر ہمیں کسی نے نہ دیکھا۔ دروازے بند تھے مگر ہم بند دروازوں سے باہر آ گئے اور کسی نے نہ تو ہم سے بات کی اور نہ ہی کسی نے ہمیں روکا۔

اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

اب میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اب نہ تو اس کے پاس پہنچ سکے گا اور نہ وہ تجھ پر رسائی حاصل کرے گا۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ حضرتؑ کا فرمان پورا ہوا اور ابھی تک مامون سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔ (عیون الاخبار' جلد۲' ص۲۴۲۔ امالی صدوق' ص۵۲۶)

علم ارحام اور کھلونوں سے نفرت

ابوجعفر محمد بن علی شلغمانی راوی ہیں کہ جس سال شیعوں کی جماعت امام محمد تقی علیہ السلام سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئی تھی اسی سال اسحاق بن اسماعیل نے حج کیا اور اسحاق نے بتایا کہ میں نے ایک رقعہ تیار کیا جس میں دس مسائل لکھے اور میرا ارادہ یہ تھا کہ جب محمد تقی مجھے ان سوالوں کے جواب دیں گے تو میں ان سے اپنی حاملہ بیوی کے لیے دعا منگواؤں گا تا کہ خدا اسے اولاد نرینہ عطا فرمائے۔

بہرنوع میں بھی شیعہ وفد کے ساتھ امام محمد تقی کی خدمت میں پہنچا اور جب دوسرے لوگوں نے سوالات مکمل کر لیے تو میں بھی رقعہ ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوا۔ ابھی میں نے سوال شروع نہیں کیے تھے کہ آپؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

اسحاق! تمہیں بیٹا ہوگا اور اس کا نام احمد رکھنا۔

اسحاق کہتے ہیں کہ حضرتؑ کا فرمان پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا عطا کیا جس کا نام میں نے احمد رکھا۔ وہ کچھ عرصہ تک زندہ رہا پھر اس کی وفات ہوگئی۔ اس قافلہ میں ابن حسان واسطی بھی شامل تھا۔ اس نے کہا کہ میں امام محمد تقیؑ کے لیے کھلونے لے کر گیا تھا جن میں سے کچھ کھلونے چاندی کے تھے۔ جب لوگوں کے سوال و جواب مکمل ہو گئے اور لوگ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے اپنی آستین سے وہ کھلونے نکال کر آپ کے سامنے پیش کیے۔ کھلونوں کو دیکھ کر آپؑ نے نفرت کا اظہار کیا اور کھلونے پھینک دیئے۔ پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

اللہ نے مجھے کھیل کے لیے پیدا نہیں کیا' بتا کیا لگوا رہا اور یہ کھیل کود کیا لگے؟

میں نے آپؑ سے معافی طلب کی۔ آپؑ نے مجھے معاف کر دیا۔

(دلائل الامامۃ' ص ۲۱۲-۲۱۳)

مسیحا نفس

عباس بن سندی ہمدانی نے بکر سے روایت کی' اس نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری پھوپھی کو ریاح کی شکایت ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کو میرے پاس لے آؤ۔

میں اسے لے کر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے اس سے پوچھا: تمہیں کیا تکلیف ہے؟

میری پھوپھی نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان' میرے گھٹنوں میں درد رہتا ہے۔

آپؑ نے اپنے ہاتھوں سے اس کے گھٹنوں کو کپڑے کے اوپر سے مس کیا اور آپؑ نے زیر لب ایک دعا پڑھی۔

اس کے بعد میری پھوپھی فوراً تندرست ہوگئی۔ اس کے بعد زندگی بھر اسے پھر

کبھی درد محسوس نہ ہوا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۲۱۳)

اپنے پرائے کی پہچان

ابوعثمان ہمدانی کا بیان ہے کہ ہمارے مذہب ومسلک کے کچھ افراد امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں ایک شخص کا تعلق زیدی فرقہ سے تھا۔ امام محمد تقی علیہ السلام نے جیسے ہی اس شخص کو وفد میں دیکھا تو آپؑ نے غلام سے فرمایا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دو۔

جب اس شخص نے آپؑ کی یہ کرامت دیکھی تو اس نے کلمۂ شہادت پڑھ کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ اپنے آباء کے بعد حجتِ خدا ہیں۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۱۳-۲۱۴۔ الخرائج، جلد ۲، ص ۶۶۹)

فخرِ مسیحا

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں سخت بہرا تھا اور میں ایک مرتبہ امام محمد تقی علیہ السلام کی زیارت کے لیے ان کے بیت الشرف پر گیا۔ جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے اپنا دستِ شفقت میرے سر اور کانوں پر پھیرا اور فرمایا:

''آج سے سن اور یاد رکھ''۔

امامؑ کی برکت سے میرے کان کھل گئے اور میں ان آوازوں کو بھی سن لیتا ہوں جنہیں عام انسان نہیں سن سکتا۔ (المناقب، جلد ۴، ص ۳۹۰۔ بحارالانوار، جلد ۵۰، ص ۵۷)

حضرتؑ کی شادی اور مناظرہ

علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے والد سے اور انہوں نے ریان بن شبیب سے روایت کی۔ اس نے بیان کیا کہ جب مامون نے اپنی دختر ام الفضل کا عقد امام محمد تقیؑ سے

کرنے کا ارادہ کیا اور عباسیوں کو یہ خبر ملی تو وہ سخت ناراض ہوئے اور انہیں یہ خطرہ محسوس ہوا کہ جس طرح مامون نے اس سے قبل امام علی رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اب بھی وہ محمد تقیؑ کو اپنا ولی عہد بنالے گا اور یوں ان کے خاندان سے ہمیشہ کے لیے حکومت چلی جائے گی۔

بنی عباس نے اس مسئلہ پر خوب غور وخوض کیا۔ پھر انہوں نے اپنے بزرگوں کو مامون کے پاس بھیجا اور انہوں نے مامون سے کہا:

امیر المومنین! آپؑ محمد تقی کو اپنا داماد بنا کر اپنی حکومت کا وارث نہ بنائیں اور اگر آپؑ نے ایسا کیا تو ہمارے خاندان سے حکومت نکل کر آل ابوطالب میں چلی جائے گی اور آپؑ اس حقیقت سے بھی باخبر ہیں کہ ہمارے اور اس خاندان کے درمیان کتنی نئی اور پرانی دشمنیاں موجود ہیں اور آپؑ سے پہلے دور کے خلفاء نے ہمیشہ اس خاندان کو اپنے سے دور رکھا اور ہر دور میں ان کی تحقیر وتذلیل کی مگر آپ نے سابقہ خلفاء کی رسم کو چھوڑ کر علی بن موسیٰ رضا کو اپنا ولی عہد بنایا اور اس طرح سے آپؑ نے اپنے سارے خاندان کو سخت مشکل میں ڈالا اور اللہ نے ہماری سنی اور ہمیں اس مشکل سے نجات ملی۔ خدارا! آپ ہمیں اس مشکل میں دوبارہ نہ ڈالیں اور فرزند رضاؑ کے متعلق اپنی رائے پر نظر ثانی کریں اور اس کے بدلے اپنے ہی خاندان کے کسی مناسب نوجوان سے اپنی لڑکی کا عقد کر دیں۔

مامون نے جواب دیا:

سنو! تمہارے اور آل ابوطالبؑ کے درمیان جو تنازعہ ہے اس کا سبب تم لوگ خود ہی ہو۔ اگر تم میں رتی برابر بھی انصاف موجود ہے تو تم خود ہی محسوس کر سکتے ہو کہ ان کا خاندان خلافت وامارت کا تم سے زیادہ حق دار ہے۔ اور ہمارے بزرگوں نے ان سے جو سلوک کیا تھا وہ سراسر ظلم اور قطع رحمی پر مبنی تھا۔ جب کہ میں قطع رحمی سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں اور میں علی رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنانے پر دل میں نہ تو نادم ہوں اور نہ ہی پریشان ہوں۔ میں تو علی رضاؑ کو خلافت سپرد کرنے پر آمادہ تھا لیکن انہوں نے ہی خلیفہ بننے سے

انکار کر دیا تھا اسی لیے میں نے انہیں ولی عہد بنانے پر اکتفا کی تھی۔

اور ان کے بعد جہاں تک ابو جعفر محمد تقیؑ کا معاملہ ہے تو میں نے ان کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ وہ علم و فضل میں سب سے برتر ہیں۔ وہ اگرچہ کم سن دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ علم و فضل میں یکتائے روزگار ہیں اور اگر تمہیں ان کی صلاحیتوں پر شک ہو تو میں تمہارے شکوک دور بھی کر سکتا ہوں۔ اور جب تم نے ان کا علم و فضل دیکھا تو تمہیں میری اصابتِ رائے کا یقین ہو جائے گا۔

بنی عباس کے بزرگوں نے کہا:

ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو دیکھ لیا ہو لیکن ارضی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ابھی کم سن ہیں۔ اس عمر میں ان کے پاس علم و فقہ موجود نہیں ہے۔ آپ ہمارا مشورہ مانیں فی الحال ان کو مہلت دیں تا کہ ان کی تعلیم و تربیت کی تکمیل ہو جائے اور جب وہ علم و فضل حاصل کر لیں تو اس کے بعد آپ ان سے جو چاہیں سلوک کریں۔

مامون نے کہا:

تم پر ہلاکت ہو۔ میں اس بچے کو تم سے کہیں بہتر جانتا ہوں اور یہ اس خاندان کا فرد ہے جنہیں علم و ادب سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں خدا نے اپنی طرف سے علم عطا کیا ہے۔ اس خاندان کے معصوم بچوں کو بچپن میں الہام ہوتا ہے اور اس خاندان کے بزرگوں نے کسی سے علم و ادب حاصل نہیں کیا تھا۔ اگر تم چاہو تو تم اس کم سن کو آزما کر دیکھ لو۔ اور مجھے یقین ہے جب تم نے ان کی آزمائش کی تو تم خود ہی ان کی صلاحیتوں کا اعتراف کر لو گے۔

بنی عباس کے بزرگوں نے کہا:

اچھا! اگر آپؑ کو ان کے علم و فضل پر اتنا ہی اصرار ہے تو ہم ان کی آزمائش کریں گے اور ہم ان سے کچھ مسائل پوچھ کر دیکھیں گے۔ اگر انہوں نے درست جواب دیئے تو ہمیں آپؑ کے تجویز کردہ رشتہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور ہر خاص و عام کو معلوم

ہو جائے گا کہ آپ کی رائے درست تھی۔

مامون نے کہا: مجھے کوئی اعتراض نہیں تم جب چاہو اور جہاں چاہو ان سے سوالات کر سکتے ہو۔

مامون کے پاس سے اٹھ کر وہ لوگ اپنے گھروں کو گئے اور وہاں انہوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ اس دور کے مشہور عالم دین جو کہ اس وقت کے قاضی القضاۃ بھی تھے۔ یحییٰ بن اکثم کو امام محمد تقی سے سوالات کے لیے کہا جائے۔

چنانچہ ان لوگوں نے قاضی یحییٰ بن اکثم سے رابطہ کیا اور اس سے کہا کہ آپ محمد تقی سے فقہ کے مشکل ترین مسائل پوچھیں اور انہیں لاجواب کر دیں۔ اس کے لیے ہم آپ کو منہ مانگا انعام دیں گے۔

قاضی یحییٰ بن اکثم نے بھی حامی بھر لی۔ پھر وہ لوگ مامون کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ آپ سوالات کی محفل کے لیے کوئی دن مقرر کریں۔

مامون نے کہا: ٹھیک ہے پھر اس نے ایک دن مقرر کیا۔

اس طے شدہ دن کو سب لوگ جمع ہوئے اور ان کے ساتھ قاضی یحییٰ بن اکثم بھی تھا۔ مامون نے حکم دیا کہ امام ابو جعفر محمد تقی کے لیے مسند بچھائی جائے اور اس پر دو تکیے رکھے جائیں۔

جب یہ سارا انتظام مکمل ہو گیا تو امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لائے اور اس وقت آپؑ کی عمر نو سال اور چند ماہ کی تھی اور آپ مسند پر دو تکیوں کے درمیان آ کر رونق افروز ہوئے۔ یحییٰ بن اکثم آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور مامون آپؑ کی مسند سے متصل دوسری مسند پر بیٹھ گیا۔ باقی تمام لوگ حسب مراتب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

قاضی یحییٰ بن اکثم نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

اگر امیر المومنین کی اجازت ہو تو میں ابو جعفر سے کچھ پوچھوں؟

مامون نے کہا: تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر تمہیں کچھ

پوچھنا ہے تو ابو جعفر سے اجازت طلب کرو۔

یہ سن کر قاضی یحییٰ نے امام محمد تقی علیہ السلام سے کہا:

اگر آپ اجازت دیں تو میں آپؑ سے ایک مسئلہ پوچھوں؟

آپؑ نے فرمایا: میری طرف سے آپؑ کو اجازت ہے آپ کو جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔

اجازت ملنے کے بعد قاضی یحییٰ بن اکثم نے کہا:

یہ فرمایئے کہ حالتِ احرام میں اگر کوئی شخص شکار کرے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا.

پہلے یہ تو واضح کرو کہ اس نے یہ شکار حل میں کیا تھا یا حرم میں؟

شکار کرنے والے کو مسئلہ معلوم تھا یا وہ اس مسئلہ سے جاہل تھا؟ اس نے عمداً شکار کیا یا غلطی سے شکار کو اس کا تیر وغیرہ جا لگا؟

شکار کرنے والا آزاد تھا یا غلام؟ کمسن تھا یا بالغ؟ پہلی مرتبہ ایسا ہوا یا اس سے پہلے بھی وہ ایسا کر چکا تھا؟ ان نے شکار پرندے کا کیا یا کسی چھوٹے بڑے جانور کا؟ اور وہ شکار کے بعد اپنے فعل پر نادم ہے یا نہیں؟ اس نے شکار رات کو چھپ کر کیا تھا یا دن کے وقت کیا تھا؟ احرام عمرہ کا تھا یا حج کا تھا؟

جب قاضی یحییٰ نے مسئلہ کی اتنی وجوہات سنیں تو وہ حیرت میں پڑ گیا اور اس کے چہرے سے عاجزی اور شرمندگی ٹپکنے لگی۔ چنانچہ وہ حضرتؑ کو جواب نہ دے سکا۔ اس وقت مامون نے کہا کہ اللہ ۔، مجھ پر کرم کیا اور مجھے صحیح رائے رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

پھر اس نے اپنے خاندان کے افراد کی طرف دیکھ کر کہا:

اب تک تمہیں ان کے علم و فضل کا اقرار نہیں تھا۔ اب تم نے خود دیکھ اور سن لیا کہ یہ کون ہیں اور کیا ہیں؟

پھر اس نے حضرت محمد تقی علیہ السلام سے کہا:

کیا آپؑ میری بیٹی ام الفضل سے نکاح منظور کرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:

جی ہاں' مجھے نکاح منظور ہے۔

مامون نے کہا:

پھر آپؑ اپنی طرف سے خطبہ نکاح پڑھیں اور مجھے اپنی قوم کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام نے یہ خطبہ پڑھا:

الحمدللّٰہ اقراراً بنعمتہ ولا الٰہ الا اللّٰہ اخلاصاً لوحدانیتہ وصلی اللّٰہ علی محمد سیدٔ بریتہ وعلی الاصفیاء من عترتہ۔

امابعد! فقد کان من فضل اللّٰہ علی الانام ان اغناھم بالحلال عن الحرام فقال سبحانہ وتعالٰی وانکحوا الایامٰی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللّٰہ من فضلہ واللّٰہ واسع علیم۔

واضح ہو کہ محمد بن علی بن موسیٰ مامون کی دختر ام الفضل سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کا مہر اتنا ہی ادا کرے گا جتنا مہر اس کی جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراء بنت رسولؐ خدا کا تھا اور وہ پانچ سو درہم تھے۔ تو کیا امیر المومنین! آپ اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے اس مہر پر کرتے ہیں؟

مامون نے کہا: جی ہاں' اے ابوجعفر! میں نے اپنی دختر ام الفضل کا نکاح آپؑ سے مذکورہ مہر پر کیا ہے۔ کیا آپؑ نے یہ نکاح قبول کیا؟

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں' میں نے اسے قبول کیا اور میں اس پر راضی ہوں۔

اس کے بعد مامون نے ہر عام و خاص کو اس کے مرتبہ کے مطابق بیٹھنے کا حکم دیا۔

ریان بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے ملاحوں جیسی آوازیں سنیں۔ پھر ہم نے دیکھا کہ کچھ نوکر چاندی کی بنی ہوئی ایک کشتی جس میں ریشم کی ڈوریاں بندھی ہوئی تھیں اسے کھینچتے ہوئے لے آئے اور اس میں سے انہوں نے ایک ٹرالی سی نکالی جس میں مختلف اقسام کا عطر اور خوشبو تھی۔

مامون نے حکم دیا کہ تمام حاضرین کی داڑھی میں خوشبو اور عطر لگایا جائے۔ پھر دسترخوان بچھایا گیا اور سب نے کھانا کھایا اور اس کے بعد سب کو حیثیت کے مطابق انعام و اکرام دیا گیا۔

جب عوام رخصت ہو گئے اور صرف مخصوص افراد رہ گئے تو مامون نے امام محمد تقی علیہ السلام سے کہا:

میں آپؑ پر قربان، اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو اس مسئلہ کی وضاحت کر دیں تا کہ ہمیں بھی استفادہ ہو سکے۔

آپؑ نے فرمایا: تو اچھا سنو۔

۱- اگر اس نے احرام باندھنے کے بعد ''حِل'' میں شکار کیا اور وہ شکار کسی بڑے پرندہ کا ہے تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اور اگر اس نے ویسا ہی شکار حرم میں کیا تو اسے کفارہ کے طور پر دو بکریاں ذبح کرنی پڑیں گی۔

۲- اور اگر اس نے مقام حِل میں چھوٹے پرندے کا شکار کیا ہے تو کفارہ میں بکری کا ایک ایسا بچہ کفارہ میں ذبح کرے گا جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو۔ اور اگر اس نے شکار حرم میں کیا ہو تو وہ کفارہ میں پرندے کی قیمت اور ایک دنبہ دینا ہوگا۔

۳- اگر اس نے کسی چوپائے کا شکار کیا ہو تو اس کی کئی قسمیں ہیں۔ اگر اس نے وحشی گدھا شکار کیا تو ایک گائے، اگر شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ اور اگر ہرن ہے تو ایک بکری بطور کفارہ دے گا لیکن کفارے کی یہ مقدار حِل کے شکار کے لیے مخصوص ہے اور

اگر حرم میں شکار کیا جائے تو یہ کفارہ دگنا ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر اس نے عمرہ کے احرام میں شکار کیا تو اسے اپنا کفارہ خانہ کعبہ کے سامنے تک لانا پڑے گا اور مکہ میں قربانی دے گا۔ اور اگر اس نے حج کے احرام میں شکار کیا تو منیٰ میں قربانی دے گا۔ اور کفارہ میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں اور جان بوجھ کر شکار کرنے والے کو کفارہ ادا کرنا ہوگا اور وہ گناہگار بھی ہوگا۔ البتہ بھولے سے شکار کرنے والا گناہ گار نہیں ہوگا۔ آزاد اپنا کفارہ خود ادا کرے گا اور غلام کا کفارہ اس کا مالک ادا کرے گا اور چھوٹے بچے پر کفارہ نہیں ہے۔

بالغ پر کفارہ واجب ہے اور جو اپنے اس فعل پر نادم ہوگا وہ آخرت کے عذاب سے محفوظ رہے گا اور اگر کوئی اس پر اصرار کرے گا تو اس پر آخرت کا عذاب بھی ہوگا۔

جب مامون نے یہ تفصیل سنی تو اس نے کہا:

ابو جعفر! خدا آپؑ کا بھلا کرے آپؑ نے اس مسئلہ کی شاندار وضاحت پیش کی ہے اور اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو آپؑ بھی قاضی یحییٰ سے ایک سوال کر کے دیکھیں۔

آپؑ نے قاضی یحییٰ سے فرمایا:

اگر اجازت ہو تو میں ایک مسئلہ پوچھوں؟

قاضی یحییٰ نے کہا: میں آپؑ پر قربان' آپؑ کو اس کا اختیار ہے اگر مجھے مسئلہ معلوم ہوگا تو جواب دوں گا اور اگر معلوم نہ ہوگا تو آپؑ سے پوچھ لوں گا۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے صبح کے وقت ایک عورت پر نظر کی تو وہ اس پر حرام تھی۔ دن چڑھے حلال ہوگئی۔ ظہر کے وقت حرام ہوگئی۔ عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی۔ غروبِ آفتاب کے وقت حرام ہوگئی۔ عشاء کے وقت پھر حلال ہوگئی اور آدھی رات کے وقت پھر حرام ہوگئی اور صبح کے وقت پھر حلال ہوگئی۔

اب تم بتاؤ کہ ایک عورت ایک مرد پر اتنی بار حلال کیسے ہوئی اور حرام کیسے ہوئی؟

قاضی یحییٰ بن اکثم نے کہا:

میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں۔ اسی لیے آپ ہی اس سوال کا جواب دیں۔

آپؑ نے فرمایا:

سنو! وہ عورت کسی کی کنیز تھی۔ ایک اجنبی نے صبح کے وقت اس پر نظر کی تو وہ اس کے لیے حرام تھی اور دن چڑھے اس نے وہ کنیز خرید لی تو وہ حلال ہوگئی۔ ظہر کے وقت آزاد کر دیا تو حرام ہوگئی۔ عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا تو حلال ہوگئی۔ مغرب کے وقت اس سے ''ظہار'' کیا تو وہ حرام ہوگئی۔ عشاء کے وقت اس کا کفارہ ادا کیا تو وہ حلال ہوگئی۔ آدھی رات کو طلاق رجعی دی تو حرام ہوگئی اور صبح کے وقت طلاق سے رجوع کر لیا تو وہ حلال ہوگئی۔

آپؑ کا یہ جواب سن کر مامون بے حد خوش ہوا اور اس نے اپنے خاندان والوں سے کہا:

کیا تم میں بھی ایسا کوئی شخص ہے جو اس طرح کا جواب دے یا اس مسئلہ کو اس طرح سے حل کرے جو اس سے پہلے پوچھا گیا تھا؟

سب نے کہا: نہیں' امیر المومنین آپ کی رائے بالکل درست تھی۔

پھر مامون نے کہا: تم پر ہلاکت ہو' یہ رسولؐ خدا کے اہلِ بیتؑ ہیں' انہیں تمام مخلوق پر فضل و شرف حاصل ہے اور ان کی کم عمری ان کے فضل و کمال میں رکاوٹ نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے سب سے پہلے حضرت علیؑ کو اسلام کی دعوت دی جب کہ ان کی عمر اس وقت صرف دس برس کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کے علاوہ کسی بھی بچہ کو اسلام کی دعوت نہیں دی تھی اور آنحضرتؐ نے پانچ چھ برس کے حسن و حسین علیہم السلام سے بیعت لی تھی جب کہ اس عمر کے کسی دوسرے بچے سے بیعت نہیں لی تھی۔ یہ ذریت رسولؐ ہیں اور ان میں فضل و علم کا کوئی فرق نہیں ہے۔ جو علم پہلے کے پاس تھا وہی علم آخری کے پاس بھی ہے۔

لوگوں نے کہا: امیر المومنین! آپ نے بالکل سچ فرمایا اس کے بعد لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ (ارشاد مفید، ص ۳۱۹ تا ۳۲۳۔ کشف الغمہ، جلد ۲، ص ۳۵۳-۳۵۸)

ام الفضل کا شکایتی خط

کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ ام الفضل نے مدینہ سے اپنے باپ کو خط لکھا جس میں اس نے تحریر کیا کہ ابو جعفر مجھ پر سوت لانا چاہتے ہیں۔ اس کے جواب میں مامون نے اسے لکھا۔

بیٹی! میں نے ابو جعفر سے تمہارا نکاح اس لیے نہیں کیا کہ جو چیز اللہ نے ان کے لیے حلال کی ہے میں اسے ان کے لیے حرام کر دوں اور آئندہ اس طرح کی مجھ سے شکایت نہ کرنا۔ (ارشاد مفید، ص ۳۲۳)

بے ثمر درخت کا بار آور ہونا

جب امام محمد تقی علیہ السلام اپنی بیوی ام الفضل کو ساتھ لے کر بغداد سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو لوگ آپؑ کی مشایعت کے لیے آپؑ کے پیچھے چلے اور آپؑ کو بغداد میں باب کوفہ کے قریب شام ہوگئی۔ آپؑ نے دار مسیب کے قریب قیام کیا اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں چلے گئے۔ مسجد کے صحن میں ایک بیری کا درخت تھا جس پر ابھی تک پھل نہیں لگا تھا۔ آپؑ نے اس درخت کے پاس بیٹھ کر وضو کیا۔ پھر آپ نے نماز مغرب پڑھائی اور نماز کی پہلی رکعت میں آپؑ نے سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ اذجاء نصر اللہ والفتح تلاوت فرمائی۔ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آپ نے سورہ اخلاص کی تلاوت کی اور رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھی۔ پھر تیسری رکعت کے بعد آپؑ نے تشہد و سلام پڑھ کر نماز تمام کی۔ پھر کچھ دیر بیٹھ کر خدا کا ذکر کیا اور چار رکعت نماز نافلہ پڑھی۔ اس کے بعد اور چار رکعات نماز پڑھی اور دو سجدۂ شکر بجالائے۔ پھر مسجد

سے باہر چلے گئے۔

آپ کے جانے کے فوراً بعد جب لوگوں نے بیری کے درخت کو دیکھا تو اس پر پھل لگا ہوا تھا اور وہ مکمل پک چکا تھا۔ لوگوں نے اسے کھا کر دیکھا تو انتہائی میٹھا تھا اور اس میں گٹھلی کا نام ونشان تک نہ تھا۔

پھر آپؑ مدینہ چلے گئے اور آپؑ نے مدینہ میں ہی مستقل رہائش اختیار کی۔ یہاں تک کہ معتصم نے ۲۲۵ ہجری میں آپؑ کو بغداد طلب کیا تو آپؑ بغداد آ گئے اور اسی سال ماہ ذی قعدہ میں آپؑ کی وفات ہوئی اور اپنے دادا امام موسیٰ کاظمؑ کے ساتھ مقابر قریش میں دفن ہوئے۔ (ارشاد مفید' ص ۳۲۳-۳۲۴۔ اعلام الوریٰ' ص ۳۳۸)

ام الفضل کا واقعہ اور حرزِ جواد

ابونصر ہمدانی نے حکیمہ دختر ابی الحسن القرشی سے روایت کی ہے اور وہ اپنے دور کی صالح ترین خاتون تھیں۔ انہوں نے کہا کہ جب ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام کی وفات ہوئی تو میں تعزیت کے لیے حضرتؑ کی بیوی ام الفضل دختر مامون الرشید کے پاس گئی۔

(واضح ہو کہ اس کا اصلی نام زینب تھا اور ام الفضل اور ام عیسیٰ اس کی کنیت تھی)۔

میں نے جا کر دیکھا کہ حزن و ملال کی وجہ سے اس کی طبیعت غیر ہو چکی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ روتے روتے مر جائے گی اور اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔

پھر ہم دونوں آپ کے کرم' حسن اخلاق اور فضل وشرف اور آپ کی عظمت کا تذکرہ کرنے لگے۔ اسی اثنا میں ام عیسیٰ نے کہا:

میں آپ کو ان کا ایک حیرت انگیز اور جلیل القدر واقعہ سنانا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ میرے دل میں ان کی طرف سے ہمیشہ کھٹکا رہتا تھا کہ کہیں وہ دوسری شادی ہی نہ کر لیں۔ اسی لیے میں ان پر پوری نظر رکھتی تھی اور بعض اوقات وہ مجھے سخت سست کہتے تھے اور میں جب بھی اپنے والد سے ان کا شکوہ کرتی تو وہ کہتے تھے کہ بیٹی برداشت کی

عادت اپناؤ۔ وہ آلِ رسولؐ ہیں۔

ایک دن میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک لڑکی گھر میں داخل ہوئی۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے بتایا کہ میرا تعلق عمار یاسر کے خاندان سے ہے اور میں ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کی دوسری بیوی ہوں۔

یہ سن کر مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے ارادہ کیا کہ شوہر کے گھر کو چھوڑ کر میکے چلی جاؤں یا اس لڑکی کی خوب مرمت کروں مگر میں نے اپنے غصہ کو ضبط کیا۔ پھر میں اپنے والد مامون کے پاس گئی اور میں نے ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ اس وقت میرے والد شراب کے نشہ میں چور تھے اور وہ عقل و ہوش سے بیگانہ ہو چکے تھے۔

میری زبان سے شکایت سن کر میرے والد نے اپنے غلام کو آواز دے کر کہا کہ تلوار لاؤ۔ غلام تلوار لایا۔ میرے والد اپنی سواری پر سوار ہوئے اور کہا کہ میں ابھی جا کر اسے قتل کر دیتا ہوں۔

جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں نے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ اور میں نے اپنے آپ سے کہا کہ ہائے میں نے یہ کیا کر دیا۔ میں نے شکوہ کر کے اپنے آپ پر اور اپنے شوہر پر ظلم کیا اور پھر میں حسرت و ندامت کی وجہ سے اپنا چہرہ پیٹنے لگی۔

میرا والد امام محمد تقی علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا اور اس نے ان پر تلوار کے مسلسل وار کر کے ان کے ٹکڑے کر دیئے۔ اس کے بعد وہ وہاں سے نکلا۔ میں بھی باپ کے پیچھے چلتی رہی۔ رات بھر صدمہ کی وجہ سے مجھے نیند نہ آئی۔

پھر جب صبح ہوئی اور چاشت کا وقت ہوا تو میں اپنے والد کے پاس گئی اور اس سے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے گذشتہ شب کیا کیا تھا؟

اس نے کہا: مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہے اور اگر تجھے کچھ معلوم ہے تو تم خود ہی بتاؤ کہ میں نے کیا کیا؟

میں نے کہا کہ رات آپ نے فرزند رضاؑ کو قتل کر دیا۔

یہ سن کر اس نے چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑا اور جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا: تو ہلاک ہو جائے تو یہ کیا کہہ رہی ہے؟

میں نے کہا: ابا جان میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آپ نے کل رات ان پر تلوار کے پے در پے وار کیے تھے اور آپ نے ان کے وجود کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔

یہ سن کر میرا والد انتہائی پریشان ہوا۔ پھر اس نے یاسر خادم کو بلا کر کہا کہ سنو یہ لڑکی کیا کہہ رہی ہے؟

یاسر خادم نے کہا کہ یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔

یہ سن کر میرے والد نے اپنے سینہ پر دو ہتڑ مارے اور منہ پیٹ کر انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کہا اور پھر کہا:

ہائے میں نے تو اپنے آپ کو برباد کیا اور میں ہمیشہ کے لیے رسوا اور بدنام ہو گیا۔ یاسر! جلد جا کر دیکھو کہ قصہ کیا ہے اور پھر جلد واپس آ کر مجھے آگاہ کرو کیونکہ صدمہ کی وجہ سے میرا دم گھٹ رہا ہے۔

یاسر حقیقت حال دیکھنے کے لیے گیا۔ اس دوران میں اپنا منہ پیٹتی رہی۔ پھر کچھ دیر بعد یاسر نے آ کر کہا:

امیر المومنین! آپ کو خوش خبری ہو!

مامون نے کہا: کیسی خوش خبری؟

یاسر نے کہا: میں جو وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ ابو جعفر زندہ و سلامت ہیں۔ وہ قمیص پہنے اور لحاف اوڑھے بیٹھے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! میری خواہش ہے کہ آپ یہ قمیص مجھے عطا کریں۔ میں اسے پہن کر نماز پڑھوں گا اور اسے اپنے لیے تبرک سمجھوں گا۔ اصل میں، میں نے حضرتؑ سے قمیص اس لیے طلب کی تھی کہ میں دیکھ سکوں کہ ان کے بدن پر تلوار کا کوئی گھاؤ یا نشان تو نہیں ہے۔

اور جب انہوں نے میری فرمائش پر قمیص اتاری تو ان کا جسم ہاتھی کے دانت کی طرح سے سفید اور زردی مائل تھا اور ان کے جسم پر تلوار کا کوئی نشان نہیں تھا۔

یہ سن کر مامون کافی دیر تک روتا رہا۔ اس کے بعد اس نے کہا:

اب کیا باقی رہ گیا ہے۔ یہ واقعہ اولین و آخرین کے لیے نصیحت آموز ہے۔ یاسر! مجھے اپنی تلوار اٹھانا اور سوار ہونا اور پھر گھر واپس آنا تو ایک خواب کی طرح سے یاد ہے لیکن خدا گواہ ہے کہ میں نے وہاں پر کیا کیا اور کیسے پلٹا یہ سب کچھ مجھے یاد نہیں ہے۔

میری اس لڑکی پر خدا کی لعنت ہو تم میری اس لڑکی سے کہہ دو کہ آج کے بعد اگر اس نے میرے پاس اپنے شوہر کی شکایت کی یا ان کی اجازت کے بغیر اس نے گھر سے باہر قدم رکھا تو میں اسے سخت سزا دوں گا۔

پھر اس نے یاسر سے کہا کہ تم فرزند رضاؑ کے پاس جاؤ اور انہیں میرا سلام کہو اور میری طرف سے بیس ہزار دینار اور وہ گھوڑا جس پر رات میں سوار ہو کر گیا تھا' اسے میری طرف سے ان کی خدمت میں نذر کرو۔

پھر مامون نے تمام بنی ہاشم کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور امام محمد تقی علیہ السلام کو سلام کریں۔

تمام بنی ہاشم کے ہمراہ یاسر بھی امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں سلام کیا اور مامون کی طرف سے انہیں سلام پہنچایا اور بیس ہزار دینار اور گھوڑا ان کی خدمت میں نذر کیا۔

آپؑ نے ان سب چیزوں پر نظر ڈالی اور مسکرا کر فرمایا:

یاسر! کیا میرے والد اور میرے اور مامون کے درمیان یہی معاہدہ ہوا تھا کہ وہ ہم پر تلوار چلائے تو کیا اسے یہ علم نہیں ہے کہ میرا بھی ایک مددگار ہے جو مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھتا ہے؟

یاسر نے کہا: مولاؑ! ناراضگی کو دُور کریں۔ مجھے آپؑ کے جد اطہر رسولؐ خدا کی

عزت کی قسم! اسے آپؑ کے مقام کی معرفت ہی نہیں ہے اور اسے معلوم نہیں ہے کہ خدا کی اس دھرتی پر آپؑ کا کیا مقام ہے۔ البتہ اس ناخوشگوار واقعہ کے بعد اس نے قسم کھالی ہے کہ وہ آئندہ شراب کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔

میں آپؑ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس نے جو کچھ کیا وہ ہوش وحواس میں نہیں کیا وہ اس وقت ابلیس کے جال میں پھنسا ہوا تھا اور آپؑ جب بھی اس کے پاس تشریف لے جائیں تو اس واقعہ کا اس سے کوئی تذکرہ نہ کریں اور اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار نہ کریں۔

آپؑ نے فرمایا: میں تمہارے مشورہ پر عمل کروں گا۔ پھر آپؑ نے لباس طلب کیا اور اسے پہن کر فرمایا کہ ہم مامون کے پاس جارہے ہیں۔ آپؑ مامون کے دربار کی طرف روانہ ہوئے تو آپؑ کے ساتھ سارا مجمع بھی روانہ ہوا۔ جب مامون نے آپؑ کو دیکھا تو اس نے اٹھ کر آپؑ کا استقبال کیا اور آپ کو سینے سے لگا کر خوش آمدید کہا اور جب تک آپؑ اس کے پاس تشریف فرما رہے اس نے کسی دوسرے کو ملاقات کی اجازت نہ دی اور وہ کافی دیر تک آپؑ سے باتیں کرتا رہا۔

جب گفتگو تمام ہوئی تو آپؑ نے مامون سے فرمایا:

میں چاہتا ہوں کہ آپؑ رات کے وقت گھر سے باہر نہ نکلا کریں کیونکہ مخالفین کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور میرے پاس ایک تعویذ ہے اس سے اپنی حفاظت کریں اور جس طرح سے اس تعویذ کے ذریعہ سے گذشتہ شب میں محفوظ رہا اسی طرح سے آپ بھی تمام آفات و بلیات اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ اور اگر آپ اس تعویذ کو ساتھ لے کر ترک وروم کی افواج کے مقابلہ پر آجائیں بلکہ روئے زمین کے تمام لوگ بھی اگر آپ کے خلاف مجتمع ہوجائیں تو بھی وہ آپ پر غلبہ حاصل نہ کرسکیں گے۔ اگر آپ چاہیں تو میں وہ تعویذ آپ کو بھیج دوں گا۔

مامون نے کہا: جی ہاں مجھے اس تعویذ کی ضرورت ہے لیکن درخواست یہ ہے کہ

آپؑ اپنے ہاتھ سے تعویذ لکھ کر بھیجیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں اپنے ہاتھ سے تعویذ لکھ کر آپ کے پاس بھیج دوں گا۔

یاسر خادم کہتے ہیں کہ دوسرے دن امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھے اپنے پاس طلب کیا۔ آپؑ نے میرے سامنے پوست آہو منگوائی اور خود اپنے ہاتھ سے یہ تعویذ لکھا۔ اس کے بعد آپؑ نے وہ تعویذ مجھے دے کر فرمایا کہ تم یہ تعویذ امیر المومنین کو دے دینا اور ان سے کہنا کہ وہ چاندی کا ایک ڈھولنا بنوائیں اور اس پر جو میں کہوں نقش کرالیں۔ پھر اس میں اس تعویذ کو رکھ دیں اور اسے دائیں بازو پر باندھیں مگر باندھنے سے قبل وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سات بار آیت الکرسی اور سات بار آیت "شَهِدَ اللّٰهُ" اور سات بار سورہ والشمس اور سات بار سورہ واللیل اور سات بار سورہ اخلاص پڑھیں۔

نماز سے فارغ ہو کر اللہ کا نام لے کر اس تعویذ کو اپنے دائیں بازو پر باندھ لیں۔ خدا نے چاہا تو ہر خوف وخطر سے محفوظ رہیں گے۔ اور اگر شام وروم کے لشکر بھی آپ کے مقابلہ پر آجائیں تو آپ ہی کامیاب وکامران رہیں گے۔

(عیون المعجزات، ص ۱۲۴-۱۲۹۔ مہیج الدعوات، ص ۳۶-۳۹)

اعجازِ مسیحائی

محمد بن میمون راوی ہیں کہ میں امام علی رضاؑ کی خراسان روانگی سے قبل ان کے ساتھ مکہ میں تھا اور میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ میں مدینہ جانا چاہتا ہوں اور اگر آپ نے اپنے فرزند ابو جعفر کے نام کوئی خط بھیجنا ہو تو لکھ کر میرے حوالے کر دیں اور میں آپ کا خط ان تک پہنچا دوں گا۔

یہ سن کر آپ مسکرائے اور خط لکھ کر میرے حوالے کیا۔ جب میں مدینہ پہنچا اور حضرت کے بیت الشرف پر دستک دی تو غلام باہر آیا۔ میں نے کہا کہ ابو جعفر کو یہاں لے

آؤ۔ میں نے انہیں اُن کے والد کا ایک خط دینا ہے۔

غلام گیا اور ابوجعفر کو ایک پالنے میں اٹھا کر لے آیا۔ اس وقت آپ صغیرالسن بچے تھے۔ میں نے انہیں ان کے والد کا خط دیا۔ انہوں نے غلام سے فرمایا کہ لفافے کو چاک کرے۔ غلام نے لفافہ چاک کر کے خط ان کے حوالے کیا۔ انہوں نے اس خط کو پڑھا۔ پھر مجھے سے فرمایا۔ تم اپنی آنکھوں کا حال سناؤ۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ ! میری آنکھیں خراب ہوگئی تھیں اور دونوں ختم ہوگئیں اب مجھے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

آپؑ نے فرمایا: میرے قریب آجاؤ' میں حضرتؑ کے قریب ہوا۔ آپؑ نے اپنا دستِ شفقت میری آنکھوں پر پھیرا تو مجھے سب کچھ نظر آنے لگا اور میری بینائی مکمل طور پر لوٹ آئی۔ میں نے ان کو سلام کیا اور تندرست ہو کر اپنے گھر کو چلا گیا۔

(الخرائج والجرائح' جلد ا' ص ۳۷۲۔ الثاقب فی المناقب' ص ۲۰۰)

زمین سے سونا برآمد کرنا

اسماعیل بن عباس ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے روز امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس گیا اور میں نے ان سے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی۔ اس وقت آپ مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے مصلے کا کونا اٹھایا اور اس کے نیچے زمین میں سے سونے کی ایک ڈلی نکال کر میرے حوالے کی۔ میں اسے بازار لے گیا اور اس کا وزن کرایا تو اس کا وزن سولہ مثقال تھا۔ میں نے اسے فروخت کر دیا اور عید کی خریداری کی۔

(الخرائج والجرائح' جلد ا' ص ۳۸۳۔ الثاقب فی المناقب' ص ۵۲۶)

غیب کی خبر

ابن ارومہ کا بیان ہے کہ ایک عورت نے کچھ زیور اور کچھ درہم اور کچھ کپڑے

میرے حوالے کیے اور کہا کہ یہ میری طرف سے امام محمد تقی کی خدمت میں نذر کر دینا۔

میں نے یہی سمجھا کہ یہ سارا مال اسی ایک خاتون کا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ دیگر اہلِ ایمان نے بھی کچھ چیزیں میرے سپرد کیں کہ ہماری چیزیں بھی خدمتِ امام میں پہنچا دینا۔

مدینہ پہنچ کر میں نے وہ سارا مال آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا اور اس کے ساتھ میں نے علیحدہ علیحدہ تفصیل بھی لکھی کہ اتنا مال فلاں نے بھیجا ہے اور اتنا مال فلاں نے نذر کیا ہے۔

پھر امام علیہ السلام کی طرف سے مجھے یہ جواب موصول ہوا کہ فلاں فلاں افراد کی طرف سے تم نے جو مال بھیجا وہ ہمیں مل چکا ہے اور اس کے علاوہ فلاں فلاں دو عورتوں کا جو مال تم نے بھیجا وہ بھی ہمیں مل گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمہارے اس عمل کو قبول فرمائے' اللہ تم پر اپنی رضا کا نزول فرمائے اور تمہیں دنیا و آخرت میں ہمارا رفیق بنائے۔

جب میں نے حضرتؑ کے خط میں دو عورتوں کا حوالہ پڑھا تو مجھے شک ہوا کہ کہیں خط تو تبدیل نہیں ہو گیا۔ کیونکہ میرے ذہن کے مطابق اس میں صرف ایک عورت کا حال شامل تھا۔

جب میں وطن واپس پہنچا تو میرے پاس وہ عورت آئی اور اس نے مجھ سے پوچھا: کیا تم نے ہماری امانت مولاؑ کے پاس پہنچا دی تھی؟

میں نے کہا کہ ہم سے کیا مراد ہے؟

اس عورت نے کہا کہ وہ سارا مال میرا تو نہیں تھا۔ اس میں دوسری فلاں عورت کا مال بھی شامل تھا۔

جب میں نے اس عورت کی زبانی یہ سنا تو مجھے امام علیہ السلام کی تحریر کا مقصد سمجھ میں آ گیا اور میں نے اس عورت سے کہا کہ جی ہاں میں نے تم دونوں عورتوں کی امانتیں

حضرتؑ کی خدمت میں پیش کر دی تھیں۔

(الخرائج والجرائح' جلد ا' ص ۳۸۶۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۳۸)

دل میں پوشیدہ باتوں سے آگاہی

حسین مکاری کا بیان ہے کہ جب امام محمد تقی علیہ السلام کی مامون کی بیٹی سے شادی ہوگئی اور آپؑ کچھ دن تک بغداد میں سرکاری مہمان رہے تو ایک دن آپؑ گزر رہے تھے۔ میں نے آپؑ کو دیکھ کر دل ہی دل میں کہا کہ انہوں نے شاہی دسترخوان کا مزہ اڑایا ہے اب یہ کبھی بھی مدینہ جانے کا نام نہیں لیں گے۔

امام علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

حسین! نانا جانؐ کے حرم میں نان جویں کے ساتھ نمک کھانا مجھے یہاں کے شاہی کھانوں سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ (الخرائج والجرائح' جلد ا' ص ۳۸۳۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۳۸)

اخبار غیب

ابو ہاشم جعفری روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! میرا والد اچانک مر گیا جب کہ اس کے پاس کافی دولت تھی اور اچانک موت کی وجہ سے وہ مجھے اپنی دولت کے متعلق کچھ نہ بتا سکا جب کہ میں ایک مفلس اور عیالدار شخص ہوں اور میں آپؑ کا محب ہوں۔ اسی لیے آپؑ میری مدد فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا:

نماز عشاء کے بعد محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجو۔ تمہارا والد تمہیں خواب میں دکھائی دے گا اور وہ اپنی چھپی ہوئی دولت سے بھی تمہیں آگاہ کرے گا۔

وہ شخص چلا گیا اور اس نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا۔ رات کو اسے والد خواب میں دکھائی دیا اور اس نے اسے اپنی چھپی ہوئی دولت کا مقام بتایا اور اس نے بیٹے سے کہا کہ تم امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس چلے جانا اور ان سے میرے سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ میں نے آپؑ کے فرمان کے مطابق اپنی چھپی ہوئی دولت کا پتہ بتا دیا ہے۔

دوسرے دن وہ شخص آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

خدا کا شکر ہے جس نے آپؑ کو عظمت عطا کی اور آپؑ کو منتخب قرار دیا۔

(الخرائج، جلد۲، ص ۶۶۵۔ مناقب و بحار، جلد۵۰، ص۴۲)

معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ ایک دن امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

اٹھو! تیاری کرو اور میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔

میں نے کہا: مولاؑ! کہاں چلیں؟

آپؑ نے فرمایا: تمہیں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میرے فرمان پر عمل کرو۔

میں حضرتؑ کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھا۔ آپؑ نے ٹیلوں کے پاس ایک نشیب میں گھوڑا کھڑا کیا اور فرمایا:

تم یہاں ٹھہر کر میرا انتظار کرو۔

میں وہاں کچھ دیر تک ٹھہرا رہا۔ پھر آپؑ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

میں ابھی خراسان میں اپنے والد کو دفن کرنے کے لیے گیا تھا۔

(الخرائج والجرائح، جلد۲، ص ۶۶۶۔ بحار الانوار، جلد۴۹، ص۴۲)

عمران بن محمد اشعری بیان کرتے ہیں کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے وہاں اپنی حاجات پوری کیں اور وہاں سے رخصت ہوتے وقت میں نے آپؑ سے عرض کیا:

میری بیوی ام الحسن آپؑ کو سلام عرض کرتی تھی اور اس نے درخواست کی تھی کہ آپؑ اسے اپنی ایک قمیص عنایت فرمائیں تاکہ وہ اسے اپنے کفن میں شامل کر لے۔

حضرتؑ نے فرمایا: اب اسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر میں سلام کر کے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا اور سارا واقعہ سوچتا رہا کہ امامؑ کے فرمان کا مطلب کیا ہوگا۔ جب میں اپنے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ تیرہ دن قبل اس کی وفات ہو چکی ہے۔

اس وقت مجھے حضرتؑ کے فرمان کا مطلب سمجھ میں آیا۔

(الخرائج، جلد۲، ص ۶۶۸۔ عیون المعجزات، ص ۱۲۴)

قبولیتِ دعا

ابن ارومہ راوی ہیں کہ ایک بار معتصم نے اپنے وزراء کو بلا کر انہیں حکم دیا کہ تم محمد تقی کے خلاف جھوٹی گواہی دو کہ وہ ہمارے خلاف خروج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس کے وزراء نے اپنی جھوٹی گواہی لکھ کر اس کے پاس جمع کرادی۔

پھر اس نے امام محمد تقی علیہ السلام کو دربار میں طلب کیا اور کہا کہ آپؑ ہمارے خلاف خروج کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ جھوٹ ہے۔

معتصم نے کہا کہ فلاں فلاں لوگ اس بات کے گواہ ہیں اور ان کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ تحریریں آپؑ کے کچھ غلاموں سے برآمد کی ہیں۔

وہ لوگ ایک برآمدے میں جمع تھے اور انہوں نے اپنی جھوٹی گواہیاں پیش کیں۔ آپؑ نے ان کی جھوٹی گواہیاں سنیں پھر آپؑ نے ہاتھ بلند کر کے بارگاہ احدیت میں عرض کیا:

''پروردگار! یہ لوگ مجھ پر افترا پردازی کر رہے ہیں ان سے مواخذہ فرما''۔

راوی کہتا ہے کہ آپؑ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ وہ برآمدہ جھولنے لگ گیا اور وہاں سے جس نے بھی اٹھنا چاہا تو وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔

جب معتصم نے زلزلے کے شدید جھٹکے مشاہدہ کیے تو وہ گھبرا گیا اور اس نے آپؑ سے اس جسارت کی معافی طلب کی اور کہا:

مولاؑ! آپؑ دعا مانگیں خدا اس زلزلہ کو روک لے۔

اس وقت آپؑ نے کہا:

پروردگار! اس برآمدے کو ساکن کر دے اور تجھے یہ بات معلوم ہے کہ یہ لوگ تیرے اور میرے دشمن ہیں۔ اس کے ساتھ ہی زلزلہ موقوف ہو گیا۔

(الخرائج والجرائح، جلد۲، ص۶۷۰۔ الثاقب فی المناقب، ص۵۲۴)

اخبار غیب

بنان بن نافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:

میں آپؑ پر قربان، آپؑ کا جانشین کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

ابن نافع! جو ابھی اس دروازے میں داخل ہوگا وہ میرا جانشین ہوگا اور وہ میرے ان تمام علوم کا وارث ہوگا جو مجھے اپنے آبائے طاہرین سے میراث میں ملے ہیں اور وہ میرے بعد بندوں پر خدا کی حجت ہوگا۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دروازہ کھلا اور محمد تقی علیہ السلام داخل ہوئے۔ آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

ابن نافع! ایک بات سنو۔ جب امام کا نطفہ رحم مادر میں چالیس دن کا ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ آوازیں سننے لگ جاتا ہے اور جب رحم مادر میں اسے چار مہینے گزر جاتے ہیں تو اللہ اس کے لیے زمین کے حجابات اٹھا دیتا ہے اور دُور کی چیزیں اس کے لیے قریب کر دیتا ہے یہاں تک کہ نفع بخش یا نقصان دہ بارش کے قطرات بھی اس سے اوجھل نہیں ہوتے۔ اور یہ جو تو نے میرے والد ابوالحسن سے پوچھا ہے کہ آپؑ کے بعد دنیا اور زمانہ پر

حجت کون ہے تو سن لے جس کے متعلق تجھے ابوالحسن نے بتایا ہے وہی خدا کی طرف سے تم پر حجت ہے۔

یہ سن کر میں نے کہا: میں سب سے پہلے آپؑ پر ایمان لاتا ہوں پھر امام علی رضا علیہ السلام آئے اور آپؑ نے فرمایا:

اس کی امامت کو تسلیم کرو اور اس کی اطاعت کو اپناؤ کیونکہ اس کی روح میری روح ہے اور میری روح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح ہے۔

(المناقب' جلد۴' ص ۳۸۸۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۳۲۶)

مامون کا شکاری باز اور مچھلی

ایک دفعہ مامون الرشید اپنے مصاحبوں کو ساتھ لے کر شکار کے لیے نکلا۔ راستے میں اس نے کچھ بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا۔ جب بچوں نے شاہی جلوس آتا ہوا دیکھا تو سارے بچے دوڑ گئے اور ان بچوں میں امام محمد تقی علیہ السلام بھی شامل تھے مگر آپؑ سڑک کے ایک کنارے کھڑے رہے۔

جب مامون آپؑ کے قریب آیا تو اس نے کہا: اس بچے کو میرے پاس لاؤ۔

آپؑ کو اس کے سامنے لایا گیا تو مامون نے آپؑ سے کہا:

تمام بچے ہماری سواریاں دیکھ کر بھاگ گئے مگر تم کیوں نہیں بھاگے؟

آپؑ نے فرمایا: راستہ تنگ نہیں تھا اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا تھا کہ مجھے بھاگنے کی ضرورت محسوس ہوتی اور مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی کہ تم ناجائز مجھے تنگ کرو گے اسی لیے مجھے بھاگنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس نے کہا: تم کون ہو؟

آپؑ نے فرمایا: میں علی رضاؑ کا فرزند محمد (تقی علیہ السلام) ہوں۔

مامون نے کہا: آپؑ کے پاس بھی کچھ علوم ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اگر چاہو تو میں تمہیں آسمان کی باتیں بتا سکتا ہوں۔

اس کے بعد مامون شکار کے لیے چلا گیا۔ جب وہ جنگل میں پہنچا تو اس نے اپنے باز کو ایک پرندے پر چھوڑا لیکن باز نے آسمان کی طرف پرواز کی اور چند ہی لمحات میں وہ بادلوں میں چھپ گیا اور جب وہ واپس آیا تو اس کے پنجوں میں ایک خوبصورت مچھلی تھی۔

مچھلی کو دیکھ کر مامون حیران رہ گیا کہ باز بادلوں سے یہ مچھلی کیسے لے آیا۔

اتنے میں اس کی روانگی کا وقت ہو گیا۔ وہ واپس آیا تو اس نے پھر اسی جگہ پر بچوں کو کھیلتا ہوا دیکھا اور اس نے کہا: آج رضا کا بیٹا میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکے گا۔ جب بچوں نے شاہی جلوس کو آتا ہوا دیکھا تو وہ بھاگ گئے۔ مامون نے اس مچھلی کو اپنی مٹھی میں بند کیا اور جب اسی جگہ پر پہنچا تو امام محمد تقی علیہ السلام کے علاوہ وہاں پر کوئی بچہ نہیں تھا۔

مامون نے کہا: آپ کے پاس آسمان کی کون سی خبر ہے؟

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سمندروں میں بہت سی مچھلیاں پیدا کی ہیں اور جب مون سون ہوائیں اٹھتی ہیں تو ہوا کے زور سے کچھ مچھلیاں بھی بادلوں میں چلی جاتی ہیں اور زمین کے بادشاہ باز لے کر شکار کو جاتے ہیں اور جنگل میں اپنے باز کو چھوڑتے ہیں اور باز بادلوں میں چھپ جاتا ہے اور وہاں سے ایک چھوٹی سی مچھلی پکڑ کر لاتا ہے جسے بادشاہ اپنی مٹھی میں چھپا کر آلِ محمدؐ کے علوم کا امتحان لینے کے لیے پوچھتا ہے کہ تیرے پاس آسمان کی کون سی خبر ہے؟

مامون نے کہا: بے شک آپؑ نے سچ فرمایا۔ پھر اس نے آپؑ کو اپنے ساتھ سوار کیا اور اپنے محل میں لے آیا اور پھر کچھ دنوں بعد اس نے اپنی بیٹی سے آپ کا عقد کیا۔

(المناقب، جلد ۴، ص ۳۸۸۔ بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۵۶)

واضح ہو کہ بعض کتابوں میں مچھلی کی بجائے سبز رنگ کے سانپ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

فصد کھلوانا

ایک مرتبہ امام محمد تقی علیہ السلام نے ایک فصد کھولنے والے طبیب کو بلایا اور جب وہ آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپؑ نے اس سے فرمایا:

زاہر نامی رگ کا فصد کھولو۔

طبیب نے حیران ہو کر کہا: میں نے تو آج تک اس رگ کا نام نہیں سنا تو میں اسے کیسے کھولوں؟

آپؑ نے اسے ایک رگ کی نشان دہی کی۔ جب طبیب نے اسے کھولا تو اس سے زرد رنگ کا پانی بہنے لگا یہاں تک کہ اس سے تھال بھر گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اب اسے بند کر دو اور تھال اٹھا لو۔

جب طبیب فارغ ہوا تو آپؑ نے اسے ایک سو دینار دیئے۔ پھر وہ طبیب جبرئیل بن بختیشوع نامی طبیب کے پاس گیا اور اس سے حضرتؑ کا واقعہ بیان کیا۔ جبرئیل بن بختیشوع جو کہ اپنے دور کا مایہ ناز طبیب تھا اور مامون کا سرکاری معالج تھا' وہ یہ سن کر حیران رہ گیا اور اس نے کہا: میں نے بھی طب کی کتابوں میں اس رگ کے متعلق کبھی کچھ نہیں پڑھا۔ البتہ یہاں پر ایک پادری رہتا ہے' ممکن ہے اس سے ہمیں کچھ معلومات مل سکیں۔ اگر اسے بھی کچھ معلوم نہ ہوا تو پھر اس رگ کے متعلق کسی کو بھی کچھ معلوم نہیں ہے۔

پھر دونوں طبیب اس پادری کے پاس گئے اور اس کے سامنے حقیقتِ حال بیان کی۔ یہ سن کر اس نے گردن جھکائی اور کافی دیر کے بعد اس نے کہا:

یہ شخص یا تو نبی ہے یا پھر کسی نبی کی ذریت کا فرد ہے۔

(المناقب' جلد۴' ص۳۸۹۔ بحار الانوار' جلد۵۰' ص۵۷)

ایک زخمی کی نشان دہی کرنا

ابوزیدہ محمد بن سلیمان بن مسلم راوی ہیں کہ حکم بن یسار مروزی کے حلق پر ایک نشان تھا اور اس نشان کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے گلے پر چھری چلائی گئی ہو۔

ایک مرتبہ میں نے اس کے دوست سے اس نشان کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کہ امام محمد تقی علیہ السلام کے دور میں ہم سات آدمی ایک مکان میں رہتے تھے اور حکم بن یسار بھی ہمارے ساتھ بغداد کے اس مکان میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ عصر کے وقت ہم سے غائب ہوا اور کافی دیر تک واپس نہ آیا۔ آدھی رات کے وقت ہمیں امام محمد تقی کا ایک رقعہ ملا جس میں لکھا ہوا تھا کہ تمہارا خراسانی دوست سخت زخمی ہے اور اسے ایک چادر میں لپیٹ کر فلاں مقام پر اروڑی کے اوپر ڈال دیا گیا ہے۔ تم فوراً جاؤ' اسے وہاں سے اٹھالاؤ اور اسے ہمارا بتایا ہوا فلاں فلاں مرہم لگاؤ۔ خدا نے چاہا تو وہ بچ جائے گا۔

ہم رقعہ میں بتائے ہوئے مقام پر گئے تو وہاں حکم بن یسار ایک چادر میں لپٹا پڑا تھا اور مارنے والوں نے اسے مردہ سمجھ کر پھینک دیا تھا۔ ہم اسے وہاں سے لے آئے اور امام محمد تقی علیہ السلام کے بتائے ہوئے مرہم سے اس کا علاج کرتے رہے۔ اللہ کے فضل سے کچھ عرصہ بعد یہ شفایاب ہو گیا مگر آج تک اس کی گردن پر چھری کا نشان باقی ہے۔

(المناقب' جلد۴' ص ۳۹۷۔ اختیار معرفۃ الرجال' ص ۵۶۹)

مردہ گائے کا زندہ کرنا

احمد حضرمی راوی ہیں کہ امام محمد تقی علیہ السلام حج کے لیے روانہ ہوئے اور جب آپ مقام زبالہ پر پہنچے تو آپ نے سڑک کے کنارے ایک بڑھیا کو ایک مُردہ گائے کے قریب بیٹھ کر روتے ہوئے پایا۔

آپؑ نے عورت سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا:

فرزندِ رسولؐ! میرا کل سرمایہ یہی گائے تھی جو کہ مرگئی ہے۔ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

ضعیفہ! اگر خدا تمہاری گائے کو زندہ کردے تو تم کیا کروگی؟

اس ضعیفہ نے کہا: میں خدا کا از سرِ نو شکر بجالاؤں گی۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور کچھ دعائیں مانگیں۔ پھر آپؑ نے اٹھ کر گائے کو پاؤں سے ٹھوکر ماری تو گائے اٹھ کھڑی ہوئی۔

جب ضعیفہ نے حضرتؑ کا یہ معجزہ دیکھا تو اس نے چلا چلا کر کہنا شروع کیا:

لوگو! عیسیٰ بن مریم آ گیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ایسا نہ کہو۔ ہم تو خدا کے محترم بندے ہیں اور ہم انبیاء کے اوصیاء ہیں۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۵۰۳)

دل کی بات سے آگاہی

محمد بن فرج کہتے ہیں کہ میں حج پر جانے لگا اور میں نے اپنے دل میں کہا:

کاش امام محمد تقی علیہ السلام مجھے دو سوتی چادریں عطا کریں جن کو میں احرام میں استعمال کرسکوں۔

الغرض جب میں مقام ''سرف'' پر پہنچا تو امام علیہ السلام سے وہاں میری ملاقات ہوئی اور اتفاق سے آپ نے اس وقت احرام کی دو سوتی چادریں پہنی ہوئی تھیں۔

جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو آپؑ نے اور چادریں منگوائیں اور وہ چادریں اتار کر میرے سپرد کیں اور فرمایا:

تم یہ چادریں لے لو اور انہیں بطور احرام استعمال کرو۔ خدا تمہیں ان میں برکت دے گا۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۵۱۴)

مسموم طعام کی نشان دہی

عمر بن فرج کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کے اتنے معجزات دیکھے ہیں اگر انہیں میرے بھائی محمد نے دیکھا ہوتا تو وہ (انہیں رب سمجھ کر) کافر ہو جاتا۔

لوگوں نے کہا: ان کا کوئی معجزہ ہمیں بھی سناؤ۔

عمر بن فرج نے کہا: ایک مرتبہ میں مدینہ میں حضرتؑ کا مہمان تھا۔ دسترخوان بچھایا گیا اور ہم سب دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ پھر طعام رکھا گیا اور ہم نے کھانا کھانے کے لیے جیسے ہی ہاتھ دراز کیے تو امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

رک جاؤ اور کھانا نہ کھاؤ۔

میں نے کہا: کیوں کوئی غیب سے خبر آئی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: روٹیاں پکانے والے کو میرے پاس لے آؤ۔ آپؑ کے غلام اسے آپؑ کے پاس لے آئے تو آپؑ نے اسے سخت ملامت کی اور فرمایا:

تجھے اس طعام میں زہر شامل کرنے کے لیے کس نے کہا تھا؟

اس نے کہا: میں آپؑ پر قربان، فلاں شخص نے مجھے یہ ترغیب دی تھی۔ پھر آپؑ نے وہ کھانا وہاں سے اٹھوالیا اور دوسرا کھانا لگوایا۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۵۱۸)

ایک ''واقفی'' کی اصلاح کرنا

ہمارے بہت سے اصحاب سے مروی ہے کہ ایک خراسانی شخص امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس مدینہ آیا اور اس نے ''السلام علیک یابن رسول اللہ'' کہہ کر آپؑ کو سلام کیا۔ اس کے جواب میں آپؑ نے صرف لفظ ''سلام'' کہا۔

اس نے کئی بار آپؑ کو فرزندِ رسولؐ کہہ کر سلام کیا لیکن ہر بار آپؑ نے صرف لفظ ''سلام'' کہا۔

پھر اس نے آپؑ کو "السلام علیک ایھا الامام" کہہ کر سلام کیا تو آپؑ نے اسے سلام کا مکمل جواب دیا۔

ہم نے اس سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ تھی کہ امام علیہ السلام نے تجھے پہلے سلام کا مکمل جواب کیوں نہیں دیا تھا؟

اس نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میں واقفی العقیدہ تھا اور جب حضرتؑ نے مجھے میرے سلام کا مکمل جواب نہیں دیا تو میرے دل میں نورِ ایمان نے چمک ماری اور میں نے دل ہی دل میں اپنے نظریہ سے توبہ کی اور حضرتؑ کی امامت پر ایمان لایا اور میں نے انہیں "امام" کہہ کر سلام کیا تو انہوں نے مجھے میرے سلام کا مکمل جواب دیا۔

(واضح رہے کہ واقفیہ ایک فرقہ تھا جن کا عقیدہ تھا کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات نہیں ہوئی وہ صرف غائب ہوئے ہیں اور قیامت سے پہلے ظہور فرمائیں گے اور یہ لوگ امام موسیٰ کاظمؑ کے بعد کسی کو امام نہیں مانتے تھے)۔

اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا:

مولاؑ! میرے پاس اتنے دینار ہیں میں یہ آپؑ کی خدمت میں نذر کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تم اپنے پاس رکھو۔

اس شخص نے کہا: مولاؑ! گھر میں اللہ کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے آپ مجھ سے یہ دینار لے لیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں اسے قبول کرتا ہوں لیکن یہ دینار تم اپنے پاس رہنے دو عنقریب تمہیں ان کی ضرورت محسوس ہوگی۔

اس کے بعد وہ شخص آپؑ کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔ پھر چند سالوں بعد اس سے ہماری ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ امام محمد تقی علیہ السلام نے واقعی درست فرمایا تھا۔ جب میں سرزمین حرم کے سفر کے بعد خراسان پہنچا تو میرے جانے سے پہلے چور میرے گھر کا صفایا کر چکے تھے اور انہوں نے میرے گھر میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں رہنے

دی تھی۔

امام علیہ السلام کے دیئے ہوئے دیناروں سے ہی میں نے اپنی معیشت کو سنبھالا دیا۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۵۱۸)

شفائے امراض

محمد بن عمیر بن واقد رازی کہتے ہیں کہ میرے بھائی کے جسم پر سفید سفید داغ تھے میں اسے امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس لے گیا اور میں نے آپؑ سے اپنے بھائی کے لیے دعا کی درخواست کی تو آپؑ نے میرے بھائی سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری اس شکایت کو دور کرے۔

جیسے ہی ہم حضرتؑ کی بزم سے اٹھے تو میرے بھائی کی شکایت ختم ہو چکی تھی اور وہ بالکل تندرست ہو گیا تھا اور پھر اسے پوری زندگی میں یہ شکایت کبھی نہ ہوئی۔

محمد بن عمیر کہتے ہیں کہ میری کمر میں ہفتہ میں ایک دن درد ہوا کرتا تھا اور کچھ دنوں سے وہ درد شدت اختیار کر چکا تھا۔ میں امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے دعا کی درخواست کی۔

آپؑ نے فرمایا: جاؤ اللہ نے تمہاری یہ تکلیف دُور کر دی ہے۔

اس کے بعد مجھے وہ تکلیف کبھی نہ ہوئی۔

(الثاقب فی المناقب' ص ۵۲۵۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۳۶۷)

امام جوادؑ کے لیے امام علی رضاؑ کا فرمان

کلثم بن عمران کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا:

مولاؑ! آپ اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے درخواست کریں کہ وہ آپؑ کو فرزند عطا

فرمائے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے خدا کی طرف سے ایک فرزند عطا ہوگا جو کہ میرا وارث ہوگا۔

جب امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے تو امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

خدا کی طرف سے مجھے ایسا بیٹا عطا ہوا ہے جو سمندروں کے شگافتہ کرنے والے موسیٰ بن عمران کی شبیہہ ہے اور میرا بیٹا عیسیٰ بن مریم کی شبیہہ ہے۔ اس کی پیدا کرنے والی ماں طاہرہ و مطہرہ ہے۔ میرا یہ بیٹا ظلم سے شہید کیا جائے گا۔ آسمان والے اس کے غم میں گریہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے دشمن اور ظالم پر غضب ناک ہوگا اور وہ کچھ ہی مدت کے بعد خدا کی طرف سے عذاب الیم میں مبتلا ہو جائے گا۔

امام جوادؑ حضرت رضاؑ کو اتنے پیارے تھے کہ آپؑ تمام رات اپنے فرزند کو لوریاں سنایا کرتے تھے۔ (عیون المعجزات، ص ۱۱۸-۱۱۹۔ حلیۃ الابرار، جلد ۴، ص ۵۳۵)

علمِ امامؑ

عمر بن فرج الرنجی کہتے ہیں کہ ہم دریائے دجلہ کے کنارے کھڑے تھے۔ وہاں میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا:

آپؑ کے شیعہ آپؑ کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ آپؑ کو دجلہ کے تمام پانی کا حال معلوم ہے اور آپؑ اس پورے پانی کا وزن بھی جانتے ہیں!!

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

بندۂ خدا! یہ بتاؤ اگر اللہ اس چیز کا علم ایک مچھر کو دینا چاہے تو کیا وہ قدرت رکھتا ہے یا نہیں؟

میں نے کہا: جی ہاں، اللہ کے پاس اس کی قدرت موجود ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں خدا کی نظر میں صرف مچھر ہی نہیں بہت سی مخلوقات سے افضل ہوں (اور اگر وہ مجھے اس کا علم عطا کر دے تو تمہیں اس پر تعجب کیوں ہے؟)

(عیون المعجزات، ص ۱۲۴۔ بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۱۰۰-۱۰۱)

حضرتؑ کی شہادت کا سبب

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ زرقان نامی شخص قاضی ابن ابی داؤد کا گہرا دوست تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن قاضی ابن ابی داؤد میرے پاس آیا تو وہ بہت ہی رنجیدہ اور مغموم تھا۔ میں نے اس سے پریشانی کی وجہ دریافت کی تو اس نے حسرت آمیز لہجہ میں مجھ سے کہا کہ کاش میں آج سے بیس برس قبل مر گیا ہوتا اور آج یوں رسوا نہ ہوتا۔

میں نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ آج امیر المومنین معتصم کے سامنے ابو جعفر محمد بن علی نے مجھے ذلیل کر دیا۔

میں نے کہا کہ واقعہ کیا ہوا؟

اس نے کہا کہ ایک چور امیر المومنین کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں چور ہوں۔ آپ مجھ پر حد شرعی جاری کر کے مجھے میرے گناہ سے پاک کریں۔

معتصم نے تمام فقہاء کو دربار میں طلب کیا جس میں ابو جعفر محمد تقی بھی موجود تھے۔

خلیفہ نے ہم سے پوچھا کہ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹنا چاہیے؟

میں نے کہا کہ چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹنا چاہیے۔

خلیفہ نے مجھ سے دلیل پوچھی تو میں نے کہا کہ قرآن مجید میں چور کے لیے ''قطع ید'' کا حکم دیا گیا ہے اور لفظ ید (ہاتھ) کا اطلاق کلائی پر ہوتا ہے جیسا کہ آیت تیمم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ (النساء: ۴۳)

''تیمم میں اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو''۔

اور ساری اُمت اس بات پر متفق ہے کہ یہاں لفظ ''ید'' سے کلائی مراد ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ ''ید'' کا اطلاق کلائی پر ہوتا ہے اور چور کے لیے بھی ''قطع ید'' کا حکم ہے۔ لہٰذا اس کا ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا۔

کچھ دیگر فقہاء نے میرے فتویٰ سے اختلاف کیا اور انہوں نے کہا کہ اس کا ہاتھ کہنی سے کاٹا جائے اور دلیل میں انہوں نے آیت وضو کے الفاظ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ (وضو میں اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ) پیش کیے اور انہوں نے یہ آیت پڑھ کر استدلال کیا کہ لفظ ''ید'' کا اطلاق کہنی تک ہوتا ہے۔ اسی لیے چور کا ہاتھ کہنی سے کاٹا جائے۔

اس کے بعد خلیفہ معتصم نے ابوجعفر محمد تقی کی طرف رخ کر کے کہا:

ابوجعفر! آپؑ اس مسئلہ میں کیا کہتے ہیں؟

انہوں نے کہا کہ فقہائے اُمت آپ کے سامنے اپنے اپنے نظریات پیش کر چکے ہیں اور ان لوگوں کے بعد میری کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

مگر ان کی معذرت کے باوجود خلیفہ نے ان سے اصرار کیا کہ آپ اپنا موقف واضح کریں۔

اس کے جواب میں انہوں نے کہا: اگر آپ کا اتنا ہی اصرار ہے تو پھر سن لیں۔ ان تمام فقہاء نے غلطی کی ہے اور انہوں نے سنت کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ چور کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کی انگلیوں کو جڑ سے کاٹا جائے اور اس کی ہتھیلی باقی رہنے دی جائے۔

معتصم نے کہا کہ آپؑ کے پاس اس فتویٰ کے حق میں کیا دلیل ہے؟

انہوںؑ نے فرمایا: اس پر رسولؐ خدا کا یہ فرمان دلیل ہے کہ سجدہ سات اعضاء سے ہوتا ہے یعنی سجدے کے لیے پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور پاؤں کے دونوں سروں کا زمین پر لگنا ضروری ہے۔ اب اگر ہاتھ کو کلائی یا کہنی سے جدا کر دیا جائے تو وہ ہاتھ ہی

باقی نہ رہے گا اور سجدہ نہ ہو سکے گا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جن میں ارشاد فرمایا ہے:

"وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ" کہ سجدہ کے مقام اللہ کی ملکیت ہیں اور اس سے مراد سجدہ کے یہی سات اعضاء ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا ہے:

"فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا" یعنی ان اعضائے سجدہ کے ساتھ اللہ کے سجدے میں کسی اور کو شریک نہ کرو۔ لہٰذا جو چیز اللہ کی ملکیت میں آ جائے تو اسے کاٹا نہیں جا سکتا۔

چنانچہ محمد تقی کی دلیل سن کر خلیفہ معتصم بے حد متاثر ہوا اور اس نے حکم جاری کر دیا کہ چور کے ہاتھ کی انگلیاں کاٹی جائیں۔

اور یہ دیکھ کر مجھ پر تو قیامت ہی ٹوٹ پڑی اور میں نے دل میں کہا کہ کاش میں مر گیا ہوتا اور اپنے فتویٰ کی اس طرح کی شکست کو نہ دیکھتا۔

زرقان کا بیان ہے کہ پھر وہی قاضی تیسرے دن خلیفہ معتصم کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کی خیر خواہی کے جذبہ سے حاضر ہوا ہوں۔ اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ اس کے نتیجے میں میرا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا۔

خلیفہ معتصم نے کہا: کیا کہنا چاہتے ہو؟

قاضی نے کہا: امیر المومنین! جب آپ اپنے دربار میں علماء و فقہاء کو جمع کر کے ان سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں تو اس وقت آپ کے دربار میں صرف علماء ہی نہیں بلکہ آپ کا خاندان، آپ کے وزراء اور آپ کے کاتب وغیرہ سب موجود ہوتے ہیں اور بعد میں یہ باتیں پورے ملک میں پھیل جاتی ہیں اور اس بار تو آپ نے غضب ہی کر دیا کہ آپ نے تمام فقہائے اُمت کے اقوال کو چھوڑ کر ابو جعفر کے فتویٰ کو نافذ کیا۔ جب کہ آپ کو یہ چیز تو مدنظر رکھنی چاہیے تھی کہ اُمت کے بہت سے افراد پہلے سے ہی ان کی امامت کے قائل ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اقتدار و حکومت کے غاصب ہیں اور اقتدار کا حقیقی وارث ابو جعفر ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے تمام فقہاء کے فتاویٰ کو چھوڑ کر اس کے فتویٰ پر عمل کیا ہے۔ اس سے تو آپ کی حکومت کی بنیادیں متزلزل

ہو جائیں گی۔

جب معتصم نے یہ سنا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس نے کہا کہ تم نے مجھے اچھی نصیحت کی ہے اللہ تمہیں جزائے خیر دے گا۔

اس کے بعد خلیفہ نے اپنے ایک وزیر کو حکم دیا کہ تم ابو جعفر کو اپنے گھر کھانے کی دعوت دو اور کھانے میں زہر شامل کر دو۔ چنانچہ خلیفہ کی سازش کے تحت وزیر نے آپؑ کو دعوت دی۔ آپؑ نے دعوت میں شرکت سے معذرت کی اور فرمایا:

تم جانتے ہو کہ میں تم لوگوں کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتا۔

وزیر نے کہا کہ ہم نے آپؑ کو صرف طعام کے لیے دعوت دی ہے۔ آپؑ کی وجہ سے ہم پر خدا کی طرف سے برکت نازل ہوگی اور خلیفہ کے فلاں فلاں وزیر بھی آپؑ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔

المختصر آپؑ تشریف لے گئے اور آپؑ نے کھانا تناول کیا تو احساس ہوا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

آپؑ نے حکم دیا کہ سواری لائی جائے۔ صاحب خانہ نے کہا کہ ایسی جلدی کیا ہے، کچھ دیر اور قیام فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: تمہارے گھر سے میرے لیے چلا جانا ہی بہتر ہے اس کے بعد آپؑ کو ایک دن رات شدید تکلیف رہی اور اسی تکلیف میں آپؑ کی وفات ہوگئی۔

(تفسیر عیاشی، جلد ۱، ص ۳۱۹۔ بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۵)

حضرت قائم آلِ محمدؐ کی پیشین گوئیاں

حضرت عبدالعظیم حسنی بیان کرتے ہیں کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں یہ چاہتا تھا کہ میں آپؑ سے پوچھوں گا کہ کیا قائم ہی مہدی ہوں گے یا وہ کوئی اور شخصیت ہوں گے۔

میں جیسے ہی آپؑ کے پاس جا کر بیٹھا تو آپؑ نے میرے پوچھنے سے قبل فرمایا:
ابوالقاسم! ہمارا قائم ہی مہدی ہوگا اور یہ وہی ہیں جن کی غیبت میں ان کا انتظار واجب ہے اور ان کے ظہور کے وقت ان کی اطاعت واجب ہے اور وہ میرے تیسرے فرزند ہوں گے۔

اس ذات کی قسم جس نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور ہمیں امامت کے لیے مخصوص کیا۔ اگر دنیا کے خاتمہ میں صرف ایک بھی دن باقی ہوا تو اللہ اس دن کو طویل کر دے گا یہاں تک کہ مہدی کا ظہور ہوگا اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے معاملات کو ایک ہی رات میں درست کر دے گا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے حالات کو درست کیا تھا کیونکہ وہ آگ لینے گئے تھے اور نبی رسول بن کر واپس آئے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ہمارے شیعوں کا افضل ترین عمل کشائش کا انتظار ہے۔

(کمال الدین، ص ۳۷۷۔ اعلام الوریٰ، ص ۴۰۸)

حضرت عبدالعظیم حسنی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرنے والے قائم کا تعلق اہل بیت محمدؐ سے ہی ہوگا۔

یہ سن کر امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

ابوالقاسم! ہم میں سے ہر امام قائم بامر اللہ ہے اور دین خداوندی کا ہادی ہے لیکن ہمارا آخری قائم وہ ہوگا جس کے ذریعہ سے اللہ اپنی زمین کو اہل کفر و انکار سے پاک کریگا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اس کی ولادت لوگوں سے پوشیدہ رہے گی اور اس کی شخصیت لوگوں سے غائب رہے گی اور اس کا اصل نام لینا لوگوں کے لیے حرام ہوگا اور اس کا نام رسولؐ خدا کے نام پر ہوگا اور اس کی کنیت رسولؐ خدا کی کنیت پر ہوگی اس کے لیے زمین سمیٹ دی جائے گی اور ہر مشکل اس کے لیے آسان کر دی جائے گی اور

اصحاب بدر کی تعداد میں روئے زمین سے اس کے تین سو تیرہ اصحاب اس کے پاس جمع ہوں گے اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے اس آیت مجیدہ میں بیان کی ہے۔

اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرہ :۱۴۸)

''تم جہاں بھی ہو گے اللہ تمہیں جمع کر دے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

اور جب اہلِ اخلاص کی یہ تعداد ان کے پاس پوری ہو جائے گی تو اس وقت اللہ اس کے امر کو ظاہر کرے گا اور جب دس ہزار افراد ان کی بیعت کریں گے تو وہ اذن خداوندی سے ظہور کریں گے اور اللہ کے دشمنوں کو اتنا قتل کریں گے کہ خدا راضی ہو جائے گا''۔

حضرت عبدالعظیم نے عرض کیا کہ مولاؑ! انہیں اللہ کی رضامندی کا پتہ کیسے چلے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ اس کے دل میں رحمت ڈال دے گا اور جب وہ مدینہ جائیں گے تو وہاں کے بتوں کو نکال کر جلا دیں گے۔ (کمال الدین' ص ۳۷۷۔ اعلام الوریٰ' ص ۴۰۹۔ منتخب الانوار المضیئہ' ص ۱۷۶-۱۷۷۔ احتجاج' ص ۴۴۹)

صقر بن ابی دلف بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا:

میرے بعد میرا بیٹا علی (نقی علیہ السلام) امام ہوگا۔ اس کا حکم میرا حکم اور اس کا قول میرا قول اور اس کی اطاعت میری اطاعت ہوگی۔

پھر اس کے بعد اس کا بیٹا حسن (عسکری) امام ہوگا۔ اس کا حکم اس کے والد کا حکم اور اس کا قول اس کے والد کا قول اور اس کی اطاعت اس کے والد کی اطاعت شمار ہوگی۔

یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ میں نے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! حسن کے بعد امام کون ہوگا؟

میرا یہ سوال سن کر آپ بہت دیر تک روتے رہے۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

حسن کے بعد اس کا بیٹا قائم بالحق منتظر ہوگا۔

میں نے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! انہیں ''قائم'' کیوں کہا گیا؟

آپؑ نے فرمایا:

انہیں اس لیے ''قائم'' کا لقب دیا گیا ہے کیونکہ وہ اپنے ذکر کے ختم ہونے کے بعد قیام کریں گے اور ان کی امامت کے قائل افراد کی اکثریت مرتد ہو چکی ہوگی۔

میں نے عرض کیا:

ان کا لقب منتظر کیوں ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

اس لیے کہ ان کی غیبت طولانی ہو جائے گی اور اس کی مدت بڑھ جائے گی۔ صرف مخلص افراد ہی ان کے خروج کا انتظار کریں گے اور اہل شک ان کا انکار کریں گے اور اہلِ انکار ان کے ذکر کا مذاق اڑائیں گے اور ان کی غیبت کے دوران جو لوگ ان کے ظہور کا وقت مقرر کریں گے وہ جھوٹے ثابت ہوں گے اور ان کے ظہور کی جلدی چاہنے والے ہلاک ہو جائیں گے اور ان کے امر امامت کو تسلیم کرنے والے نجات پائیں گے۔ (کمال الدین، ص ۳۷۸۔ اعلام الوریٰ، ص ۴۰۹۔ الصراط المستقیم، جلد ۲، ص ۲۳۰۔ اثبات الہداۃ، جلد ۱، ص ۵۱۸۔ کفایۃ الاثر، ص ۲۷۹)

خواب میں ایک سوال کا جواب دینا

موسیٰ بن قاسم کہتے ہیں کہ مکہ میں ہمارے ہی اصحاب میں سے اسماعیل نامی ایک شخص نے مجھ سے مباحثہ کیا اور اس نے مجھ سے یہ سوال کیا:

کیا امام علی رضاؑ پر واجب تھا کہ وہ مامون کو خدا کی راہ اور اپنی اطاعت کی دعوت دیں؟

مجھ سے اس سوال کا جواب نہ بن آیا اور جب رات کو میں اپنے بستر پر سویا تو عالمِ خواب میں مجھے امام محمد تقی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ اسماعیل نے مجھ سے پوچھا ہے کہ کیا آپؑ کے والد امام علی رضا علیہ السلام پر مامون کو راہِ خدا کی دعوت اور اپنی اطاعت کی دعوت واجب تھی؟

مجھ سے اس کا جواب نہ بن سکا۔ خدارا اب آپ ہی اس سوال کا جواب دیں۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

امام اللہ کی راہ میں دعوت تجھے اور تجھ جیسے افراد کو ہی دیتا ہے جن سے اسے توقع ہوتی ہے کہ وہ قبول کرلیں گے اور امام صرف ایسے افراد کو دعوت دیتا ہے جن سے اسے تقیہ نہ ہو۔

میں خواب سے بیدار ہوا اور میں نے خواب یاد رکھا۔ پھر میں طواف کرنے گیا تو وہاں اسماعیل سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اسے وہی جواب دیا جو امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھے خواب میں دیا تھا۔

میرا جواب سن کر وہ یوں خاموش ہوگیا جیسے اس کے منہ میں پتھر چلا گیا ہو۔ دوسرے سال میں مدینہ گیا اور امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؑ نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ آپؑ کے خادم ''موفق'' نے مجھے بٹھایا۔ جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے فرمایا:

''آہا اے موسیٰ! سناؤ پچھلے سال اسماعیل نے مکہ میں تم سے کیا کہا تھا؟''

میں نے عرض کیا:

مولاؑ! آپؑ خود بہتر جانتے ہیں آپ نے تو خواب میں مجھے اس کا جواب سمجھا دیا تھا اور میں نے جب آپؑ کا بتایا ہوا جواب اسماعیل کے سامنے پیش کیا تھا تو وہ یہ جواب

سن کر لاجواب ہو گیا تھا۔

آپؐ نے فرمایا:

موسیٰ! میں نے جو کچھ تجھ سے خواب میں کہا تھا میں اسے بیداری میں بھی کہنے پر آمادہ ہوں۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں' خدا کی قسم! یہ واضح ترین حق ہے۔

○○○

دسواں باب

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

کے معجزات

پر مشتمل ہے

آپؑ کی والدہ کی خریداری

محمد بن فرج راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھے بلا کر فرمایا:
ایک قافلہ آیا ہے جس میں ایک بردہ فروش بھی ہے اور اس کے پاس کچھ کنیزیں موجود ہیں۔ تم میری طرف سے یہ رقم لے جاؤ اور اِن اوصاف کی حامل کنیز خرید کر کے میرے پاس لے آؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا اور ایک کنیز خرید کر کے ان کی خدمت میں پیش کی اور وہی کنیز حضرت ابوالحسن (علی نقی) کی والدہ بنی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بی بی کا نام ''سمانہ'' تھا اور وہ سرزمین عرب پر پیدا ہوئی تھی۔

علی بن مہزیار نے امام علی نقی سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا:
میری والدہ میرے حق کی عارف تھیں اور وہ اہلِ جنت میں سے تھیں اور کسی سرکش شیطان کو ان کے پاس جانے کی جرأت نہیں تھی۔ اور کسی جابر و مکار کی تدبیر انہیں پھانس نہیں سکتی تھی۔ وہ ہمیشہ خدا کی اس نظر کے زیرِ حراست رہیں جس پر نیند طاری نہیں ہوتی اور وہ رتبہ میں صدیقین و صالحین کی ماؤں سے کسی طور بھی کم نہ تھیں۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۱۶-۲۱۷)

اخبارِ غیب

خیران اسباطی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

واثق کے متعلق تمہارے پاس کیا خبر ہے؟

میں نے عرض کیا' میں آپؑ پر قربان' میں اسے اچھے حالات میں چھوڑ کر آیا ہوں اور میں نے دس دن قبل اس سے ملاقات کی تھی۔

آپؑ نے فرمایا کہ اہلِ مدینہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ مر گیا ہے۔

میں نے کہا کہ مجھے اس سے ملے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ بات کہاں سے سن لی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بہر حال لوگ یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ مر گیا ہے۔ جب آپؑ نے ''لوگوں'' کا کہا تو میں سمجھ گیا کہ یہ بات آپؑ خود کر رہے ہیں۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا: تم نے جعفر کو کس حال میں چھوڑا؟

میں نے کہا: وہ سخت قید کاٹ رہا ہے اور اس کا انتہائی برا حال ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ اس وقت اقتدار پر فائز ہو چکا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ابن زیات کا کیا حال ہے؟

میں نے کہا: میں آپؑ پر قربان' لوگ اس کے ساتھ ہیں اور ہر جگہ اسی کا ہی سکہ چل رہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ بدقسمتی کا شکار ہو گیا ہے۔

پھر آپؑ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر آپؑ نے فرمایا:

اللہ کا فرمان اور اس کی تقدیر نافذ ہو کر ہی رہتی ہے۔ سنو! واثق مر گیا اور جعفر متوکل برسرِ اقتدار آیا اور ابن زیات قتل ہو چکا ہے

میں نے عرض کیا: مولاؑ! یہ سب کچھ کب ہوا؟

آپؑ نے فرمایا: تمہاری روانگی کے چھ دن بعد یہ سب کچھ منظرِ عام پر آیا۔

(الکافی' جلد ۱' ص ۴۹۸۔ الخرائج' جلد ۱' ص ۴۰۷۔ ارشاد مفید' ص ۳۲۹)

زندان میں بھی بہشت برین کے نظارے

صالح بن سعید کا بیان ہے کہ جب حکومتی کارندے امام علی نقیؑ کو سامرہ میں لائے تو انہوں نے انہیں ایک ایسی جگہ پر ٹھہرایا جہاں شہر بھر کے گداگر رہتے تھے اور وہ جگہ انتہائی خراب اور بدبودار تھی۔ اس جگہ کو ''خان الصعالیک'' یعنی گداگروں کی سرائے کہا جاتا تھا۔

جب مجھے علم ہوا کہ آپؑ وہاں قیام پذیر ہیں تو میں آپؑ کی زیارت کے لیے وہاں گیا اور میں نے عرض کیا:

میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ ان لوگوں نے ہر طرح سے آپؑ کے نور کو خاموش کرنے کی کوششیں کی ہیں اور حد یہ ہے کہ انہوں نے آپؑ کو اس بدترین جگہ پر ٹھہرایا ہے جو کہ گداگروں کی سرائے ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

ابن سعید! میرے قریب آؤ۔ میں قریب ہوا تو آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا:

ذرا سامنے دیکھو۔ جب میں نے دیکھا تو مجھے حسین وجمیل باغات نظر آئے اور ان میں ایسے غلمان دکھائی دیئے جو آبدار موتیوں کی طرح سے چمک رہے تھے اور مجھے وہاں چہچہاتے ہوئے خوش رنگ پرندے نظر آئے اور ہرن اور کنکناتے ہوئے چشمے دکھائی دیئے۔

یہ منظر دیکھ کر میری نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

آپؑ نے فرمایا:

ہم جہاں بھی رہیں ان عطر بیز فضاؤں میں رہتے ہیں' ہم گداگروں کی سرائے کے رہائشی تو نہیں ہیں۔ (الکافی' جلد ا' ص ۴۹۸۔ بصائر الدرجات' ص ۴۰۶۔ اثبات الہداۃ' ص ۳۶۰۔ الخرائج' جلد ۲ ص ۶۸۰)

ایک شخص کو چشم زدن میں سامرہ سے بغداد پہنچانا

اسحاق جلاب کہتے ہیں کہ عید قربان کے موقع پر میں نے امام علی نقی علیہ السلام کے لیے بہت سی بھیڑ بکریاں خریدیں۔ آپؑ مجھے گھر کے باڑے سے ایک وسیع جگہ پر لے آئے جسے میں نہیں جانتا تھا۔ اور میں نے آپؑ کے فرمان کے تحت بھیڑ بکریوں کو آپؑ کے بتائے ہوئے افراد کے لیے تقسیم کرنے لگ گیا اور میں نے قربانی کے کچھ جانور آپؑ کے فرزند ابو جعفر علیہ السلام اور ان کی والدہ کے پاس بھی روانہ کیے اور جب میں اس کام سے فارغ ہوا تو میں نے آپؑ سے اجازت طلب کی کہ مجھے بغداد جانے کی اجازت دیں تا کہ میں عید اپنے والد کے ساتھ منا سکوں۔ یہ دن آٹھ ذی الحج کا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: کل تک یہیں قیام کرو، پھر چلے جانا۔

اسحاق جلاب کہتے ہیں کہ میں نے عرفہ (۹ ذی الحج) کا دن بھی آپؑ کے پاس بسر کیا اور عید الاضحیٰ کی رات آپؑ کے سائبان میں سویا۔ عید کی صبح آپؑ تشریف لائے اور آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

اسحاق اٹھو! میں اٹھا اور آنکھ کھولی تو میں بغداد میں اپنے ہی گھر کے دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے اپنے والد اور دوست احباب سے ملاقات کی اور میں نے ان سے کہا: میں عرفہ کے دن سامرہ میں تھا اور اب عید منانے بغداد آ گیا ہوں۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۴۹۸۔ اختصاص مفید، ص ۳۲۵)

متوکل کا علاج اور حضرتؑ کے گھر کی تلاشی

ابراہیم بن محمد طاہری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ متوکل کے جسم پر ایک پھوڑا نمودار ہوا جس سے اسے شدید درد محسوس ہوتا تھا مگر کسی طبیب کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ نشتر سے اس کو چیر ادے کر اس کا مواد باہر نکال دے۔ اس کی ماں نے منت مانی کہ اگر متوکل تندرست

ہو گیا تو میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں بہت سی رقم نذر کروں گی۔

فتح بن خاقان نے متوکل کو مشورہ دیا کہ ہم علی نقی علیہ السلام سے مشورہ کیوں نہ کر لیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس کوئی مجرب نسخہ ہو۔

متوکل نے کہا: بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

بہر نوع ایک قاصد نے آ کر حضرتؑ کو متوکل کے پھوڑے کی خبر دی اور آپؑ سے علاج تجویز کرنے کی درخواست کی۔

آپؑ نے فرمایا:

بکریوں کی وہ مینگنیاں جمع کرو جنہیں بکریوں نے اپنے ہی قدموں سے کچلا ہو' پھر اس میں عرق گلاب شامل کر کے اس کے پھوڑے پر باندھو۔ خدا نے چاہا تو ٹھیک ہو جائے گا۔

جب قاصد نے حضرتؑ کا تجویز کردہ نسخہ دربار میں بیان کیا تو وہاں پر موجود افراد ہنسنے لگے اور انہوں نے حضرتؑ کے نسخہ کا مذاق اڑایا۔

فتح بن خاقان نے کہا: جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ اس کی حقیقت کو ہم سے بہتر جانتے ہیں۔

پھر اس نے حضرتؑ کا تجویز کردہ نسخہ استعمال کیا اور اس نے ضماد بنا کر پھوڑے پر لیپ کر دیا۔ اس سے متوکل کو فوری فائدہ ہوا اور اس کا درد ختم ہو گیا اور اسے نیند آ گئی۔ پھر وہ پھوڑا خود بخود پھٹ گیا اور اس سے فاسد مواد نکل گیا اور وہ تندرست ہو گیا۔

متوکل کی ماں نے بیٹے کی صحت یابی کی خوشی میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں دس ہزار دینار کی تھیلی بھیجی اور اس پر اپنی مہر لگا دی۔

چند دن بعد بطحائی علوی ابو عبداللہ محمد بن قاسم بن حسن بن زید بن امام حسن علیہ السلام نے متوکل کے پاس چغلی کھائی کہ امام علی نقی علیہ السلام کے پاس دُور دراز سے لوگ رقوم روانہ کرتے ہیں اور وہ ان رقوم سے دھڑا دھڑ اسلحہ خرید کر رہے ہیں اور وہ

عنقریب تمہارے خلاف مسلح بغاوت کرنے والے ہیں۔

یہ سن کر متوکل نے اپنے حاجب سعید سے کہا کہ آج رات ان کے گھر پر چھاپہ مارو اور اس میں جتنا اسلحہ اور رقوم موجود ہو وہ سب لے کر یہاں آ جاؤ۔

راوی کہتا ہے کہ سعید حاجب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں رات کے وقت امام علی نقی علیہ السلام کے گھر کی تلاشی کے لیے وہاں گیا۔ میں نے سیڑھی لگائی اور حضرتؑ کے صحن میں پہنچ گیا۔ مگر میں وہاں اترنے کے بعد سوچنے لگا کہ میں اندر گھر میں کیسے جاؤں؟

اتنے میں امام علی نقی علیہ السلام نے مجھے آواز دے کر کہا:

سعید! ٹھہر جاؤ، میں شمع لے کر آتا ہوں۔

آپؑ شمع لے کر آئے۔ میں نے دیکھا آپؑ کے جسم پر اونی جبہ تھا اور آپؑ نے ایک اونی ٹوپی پہنی ہوئی تھی اور آپؑ کے کمرے میں ایک مصلّٰی بچھا ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: میرا سارا گھر تیرے سامنے ہے تسلی سے اس کی تلاشی لے لو۔

میں نے حضرتؑ کے گھر کے تمام کمرے دیکھے مجھے ان میں کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ البتہ دو تھیلیاں تھیں ایک پر متوکل کی ماں کی مہر لگی ہوئی تھی اور دوسری تھیلی بھی سربمہر تھی۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا:

اس مصلّٰی کو بھی اٹھا کر دیکھ لو۔ میں نے مصلّٰی اٹھایا تو نیچے ایک تلوار تھی جو نیام میں بند تھی۔ میں یہ تمام چیزیں لے کر متوکل کے پاس گیا۔ جب اس نے ایک تھیلی پر اپنی ماں کی مہر دیکھی تو اس نے ماں کو بلا کر اس سے پوچھا کہ کیا یہ تھیلی تم نے امام علی نقی علیہ السلام کو بھیجی تھی؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ جب تم بیمار تھے تو میں نے نذر مانی تھی کہ اگر تم اچھے ہو گئے تو میں امام علی نقی علیہ السلام کو دس ہزار دینار بھیجوں گی۔

پھر اس نے دوسری تھیلی کھولی تو اس میں چار سو دینار تھے۔ متوکل نے حکم دیا کہ

اس تھیلی کے ساتھ دس ہزار دینار کی ایک اور تھیلی شامل کی جائے اور یہ سب سامان امام علی نقی علیہ السلام کو واپس کر دیا جائے۔

میں نے وہ سامان اٹھایا اور امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا اور میں نے ان سے معذرت طلب کرتے ہوئے کہا کہ میں تو بلا اجازت آپؑ کے گھر میں نہیں آنا چاہتا تھا مگر میں خلیفہ کے حکم کے آگے مجبور تھا۔

آپؑ نے فرمایا:

سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

''ظالم عنقریب اپنا انجام معلوم کر لیں گے''۔

(الکافی' جلد ا' ص ۴۹۹۔ اعلام الوریٰ' ص ۳۴۴۔ ارشاد مفید' ص ۳۲۹-۳۳۰)

اخبار غیب

محمد بن فرج کہتے ہیں کہ امام ابوالحسن حضرت علی نقی علیہ السلام نے مجھے خط تحریر کیا جس میں انہوں نے لکھا:

اپنے معاملات نمٹا لو اور محتاط ہو جاؤ۔

محمد بن فرج بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے معاملات جلد از جلد نمٹا لیے لیکن مجھے آپ کے خط کے مفہوم کی سمجھ نہ آئی۔ پھر یوں ہوا کہ ایک سرکاری فرستادہ آیا اور اس نے مجھے مصر سے گرفتار کیا اور میری تمام املاک بحق سرکار ضبط کر لی۔

میں آٹھ سال کے عرصہ سے زندان میں تھا کہ امام علی نقی علیہ السلام کا ایک اور خط ملا جس میں انہوں نے لکھا:

محمد! مغربی سمت مت جانا۔

میں نے حضرتؑ کا خط پڑھ کر تعجب کیا کہ آپؑ کے اس فرمان کا مقصد کیا ہوگا جب کہ میں تو زندان کاٹ رہا ہوں اور کہیں بھی اپنی مرضی سے آنے جانے سے محروم

ہوں۔

پھر اس خط کے موصول ہونے کے چند دن بعد مجھے زندان سے رہائی مل گئی اور میں عراق روانہ ہوا تو حضرتؑ کے فرمان کے مطابق میں نے بغداد میں قیام نہ کیا اور اس کی بجائے سامرہ چلا گیا اور میں نے سامرہ سے حضرتؑ کو خط لکھا کہ آپؑ میری جائیداد کی واپسی کے لیے دعا فرمائیں۔

آپؑ نے جواب میں تحریر کیا۔ کچھ دنوں تک تمہاری جائیداد تمہیں واپس کر دی جائے گی لیکن اگر یہ لوگ تمہیں جائیداد واگزار نہ بھی کریں تو بھی تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

نوفلی کا بیان ہے کہ جب محمد بن فرج سامرہ منتقل ہوا تو اس نے امام علی نقی علیہ السلام کو جائیداد کی واپسی کے لیے دعا کے لیے خط لکھا تھا مگر خط پہنچنے سے پہلے ہی اس کی وفات ہوگئی۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۰۰۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۶۱)

ابو یعقوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کو ابن خضیب کے ساتھ دیکھا اور ابن خضیب نے آپؑ سے کہا کہ میں آپؑ پر قربان' آپؑ چلیں' آپؑ نے فرمایا: نہیں تم ہی آگے چلو گے۔

اس بات کو چار دن ہی گزرے تھے کہ ابن خضیب پر شاہی عتاب نازل ہوا اور اس کے پاؤں میں رسی پڑ گئی اور وہ قتل ہوگیا۔

ایک دفعہ اسی ابن خضیب نے آپؑ پر دباؤ ڈالا تھا کہ آپؑ جس گھر میں رہ رہے ہیں وہ مجھے دے دیں اور آپؑ کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائیں۔

اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا تھا کہ میں تیرے لیے خدا کے حضور میں بیٹھ کر گڑگڑاؤں گا کہ اس کے بعد تیرے پاس کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔

حضرتؑ کا فرمان پورا ہوا اور چند ہی دنوں میں خدا نے اس کو پکڑ لیا اور وہ قتل ہوگیا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۰۱۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۶۱-۳۶۲)

ایک نااہل بھائی کی داستان

یعقوب بن یاسر کہتے ہیں کہ متوکل کہا کرتا تھا کہ مجھے رضا کے فرزند نے عاجز کر دیا ہے وہ میرے ساتھ بیٹھ کر نہ تو شراب پیتا ہے اور نہ ہی میری شراب کی محفل میں بیٹھنا پسند کرتا ہے۔ کاش میں اسے اپنی ناؤ نوش کی محفل میں شامل کر سکتا۔

درباریوں نے کہا یہ تو کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے اگر علی نقی علیہ السلام شریک نہیں ہوتے تو نہ ہوں تم ان کے بھائی موسیٰ کو اپنے پاس بلا لو وہ تمہاری طرح سے کھانے پینے اور عشق کرنے والا شخص ہے۔

متوکل نے کہا: تم اسے یہاں لاؤ اور جب وہ یہاں آ جائے تو تم سب اسے ''ابن رضا'' کہہ کر مخاطب کرو تا کہ علی نقی علیہ السلام کی نیکی کی شہرت ختم ہو جائے۔

موسیٰ بن محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے بلایا گیا اور حکومتی دستہ اسے بڑے احترام سے سامرہ لایا اور جب وہ سامرہ پہنچا تو متوکل کے حکم پر بنی ہاشم کے بزرگوں اور فوجی سرداروں کے علاوہ عوام نے اس کا پرجوش استقبال کیا۔ متوکل نے اسے کچھ جائیداد الاٹ کر دی اور اس کے لیے بہترین محل بنوا دیا اور شرابی کبابی لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ہر وقت اس کے پاس آمد و رفت رکھیں۔ موسیٰ کے لیے گانے بجانے والی لڑکیاں بھی فراہم کر دی گئیں۔

ایک مرتبہ ''بلِ وصیف'' پر امام علی نقی علیہ السلام کی اپنے بھائی سے ملاقات ہوئی۔ آپؑ نے اس سے فرمایا:

اس شخص نے تجھے یہاں رُسوا کرنے کے لیے بلایا ہے۔ خبردار تم اس کے سامنے نبیذ نوشی کا کبھی اقرار نہ کرنا۔

موسیٰ نے کہا:

اس نے تو مجھے ناؤ نوش کی محفل کی زینت بننے کے لیے بلایا ہے۔ میں بھلا اس

کی محفل میں جانے سے انکار کیسے کرسکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا:

تم اپنی عزت وقدر کو ہاتھ سے یوں مت جانے دو اور ایسا مت کرو اس نے تو تمہیں بے عزت کرنے کے لیے یہاں بلایا ہے؟

(اور اس ذریعہ سے وہ یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ اولاد ائمہ بھی ہماری طرح سے شراب وشباب کی رسیا ہے)

مگر موسیٰ پر آپؑ کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا اور جب آپؑ نے دیکھا کہ وہ آپؑ کی نصیحت پر کان دھرنے کو تیار نہیں تو آپؑ نے فرمایا:

تم اس کی مجلس میں کبھی شریک نہ ہوسکو گے۔

موسیٰ مسلسل تین سال تک متوکل کے دربار میں حاضر ہونے کی کوشش کرتا رہا لیکن ہر بار اسے ناکامی کے سوا کچھ نہ ملا۔ کبھی دربان کہتے کہ وہ مصروف ہے اور کبھی جواب دیتے کہ وہ نشہ میں مدہوش ہے۔

الغرض تین سال بعد متوکل قتل ہوگیا لیکن موسیٰ اور متوکل کی ملاقات نہ ہوسکی۔

(الکافی' جلد۱' ص۵۰۲۔ بحارالانوار' جلد۵۰' ص ۱۵۸۔ اعلام الوریٰ' ص ۳۴۵-۳۴۶۔ ارشادمفید' ص ۳۳۱-۳۳۲)

اخبارغیب

زید بن علی بن الحسین بن زید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں بیمار ہوا اور رات کے وقت طبیب مجھے دیکھنے آیا۔ اس نے میرے لیے ایک نسخہ لکھ دیا کہ فلاں فلاں دوائی لے لو اور اتنے دنوں تک استعمال کرو۔

رات کافی گزر چکی تھی اسی لیے ان دوائیوں کا ملنا مشکل تھا۔ طبیب کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد امام علی نقی علیہ السلام کے غلام نصر نے دروازے پر دستک دی اور

اس نے ایک شیشی دی اور کہا کہ امام ابوالحسن تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرمارہے ہیں تم اس دوائی کو اتنے دن استعمال کرو۔ خدا نے چاہا تو تندرست ہو جاؤ گے۔

میں نے دوائی کو دیکھا تو آپؑ نے وہی دوائی روانہ کی تھی جو طبیب نے تجویز کی تھی۔ میں نے دوائی استعمال کی اور تندرست ہو گیا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۰۲)

ہارون بن فضل کا بیان ہے کہ ایک دن بیٹھے بیٹھے امام علی نقی علیہ السلام نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور پھر کہا: میرے والد ابو جعفر اس جہان فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

کسی نے پوچھا کہ آپؑ کو کس نے بتایا؟

آپؑ نے فرمایا: میرے دل میں اچانک اتنا خوف خدا پیدا ہوا جو اس سے پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اسی لیے مجھے معلوم ہوا کہ میرے والد کی وفات ہو گئی ہے۔

(الکافی' جلد ا' ص ۳۸۱۔ بحار الانوار' جلد ۵۰' ص ۱۴)

منصوری کا بیان ہے کہ میرے والد کا چچا متوکل کے پاس گیا اور وہ اس وقت شراب نوشی میں مصروف تھا۔ اس نے انہیں مے نوشی میں شریک ہونے کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ میں نے پوری زندگی میں شراب نوشی کبھی نہیں کی۔

اس کے جواب میں متوکل لعین نے افتراء پردازی کرتے ہوئے کہا کہ تم تو علی بن محمد کے ساتھ مے نوشی کیا کرتے ہو۔

انہوں نے جواب میں کہا: متوکل! خدا کا خوف کرو۔ یہ بات تمہارے نقصان میں ہے' فائدہ میں نہیں ہے اور تمہاری یہ بات علی بن محمد جیسے پارسا انسان کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔

پھر کچھ دن بعد فتح بن خاقان نے مجھ سے کہا کہ متوکل نے مجھے بتایا ہے کہ علی نقی کے پاس کچھ مال قم سے روانہ ہوا ہے تم اس پر نگاہ رکھو اور جب وہ مال آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ جب کہ مجھے علی نقی علیہ السلام سے ہمدردی ہے۔ میں ان کا مال ضبط کرنا نہیں چاہتا۔

اگر تمہیں مال کی آمد کا علم ہو تو مجھے بتاؤ کہ وہ کس راستہ سے آ رہا ہے تا کہ میں اس راستہ کو چھوڑ دوں۔

یہ سن کر میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؑ کے پاس کچھ معززین بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

خدا کی طرف سے اچھائی نصیب ہوگی۔ پھر میں نے آپؑ سے صورت حال بیان کی۔ آپؑ نے فرمایا:

ابوموسیٰ! تم نے مجھے اس کا پہلا پیغام کیوں نہیں بتایا کہ تم میرے ساتھ مے نوشی کرتے ہو۔

میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کی عزت و عظمت کو مدنظر رکھ کر یہ بات بتانی گوارا نہیں کی۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ آج رات قم سے روانہ ہونے والا مال میرے پاس پہنچ جائے گا اور یہ لوگ اس تک نہیں پہنچ سکیں گے اور آج رات تم میرے پاس بسر کرو۔ میں نے وہ رات آپؑ کے پاس بسر کی جب رات کا کافی حصہ بیت گیا تو آپؑ عبادت کے لیے کھڑے ہوئے۔ سلام پڑھ کر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

لو! ایک شخص مال لے کر آ گیا ہے اور میں نے خادم کو مال وصول کرنے سے روک دیا ہے۔ اب تم جاؤ اور اس سے مال وصول کرو۔

میں باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک شخص کے پاس زنبیل ہے اور اس میں کچھ سامان ہے۔ میں نے اس سے وہ سامان لیا اور آپؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آپؑ نے فرمایا:

اس سے جا کر کہو کہ وہ جبہ بھی دے جس کے متعلق قمی خاتون نے اس سے کہا تھا کہ یہ جبہ اس کی دادی رکھ کر گئی تھی۔

میں اس شخص کے پاس گیا۔ اس کو حضرتؑ کا پیغام پہنچایا۔ اس نے ایک جبہ

میرے سپرد کیا۔ اس جبہ کو دیکھ کر امام علیہ السلام نے فرمایا:

یہ وہ جبہ نہیں ہے تم نے اس کے بدلے ہمیں دوسرا جبہ دے دیا ہے۔ ہمیں تو اصلی جبہ چاہیے۔

جب میں نے اس شخص کو امام علیہ السلام کا پیغام دیا تو اس نے کہا: اصل بات یہ ہے کہ وہ جبہ میری بیٹی کو پسند آ گیا تھا۔ اس نے وہ جبہ رکھ لیا تھا اور اس کے بدلے یہ جبہ دیا اور اتفاق سے میری بیٹی بھی میرے ساتھ اس شہر میں موجود ہے۔ میں جا کر اس سے اصل جبہ لے آتا ہوں۔

میں نے اس کی گفتگو حضرتؑ کو سنائی تو آپؑ نے فرمایا:

اس سے جا کر کہہ دو کہ وہ جبہ تو تیرے کندھے پر اس وقت موجود ہے۔

میں نے اس کو امام عالی مقام کا فرمان سنایا اور اس کے کندھے سے جبہ اتار لیا۔ اس شخص نے کہا:

اب تک، تو مجھے ان کی امامت میں شک تھا لیکن اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ امامِ زمانہؑ ہیں۔۔ (امالی طوسی، ص ۲۸۲-۲۸۳۔ بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۱۲۴)

ہَوا اور خدمتِ امام

سلیمۃ الکاتب کا بیان ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام جب بھی متوکل کے دربار میں آتے تو دربان ان کے لیے پردے ہٹاتے تھے۔ ایک دفعہ کسی خوشامدی نے متوکل سے کہا کہ آپ کے دربان امام علی نقی کے لیے پردے ہٹاتے ہیں جس سے لوگوں کے اس شک کو تقویت مل رہی ہے کہ وہ امام برحق ہیں۔ لہٰذا آپ اپنے دربانوں سے کہہ دیں کہ وہ امام علی نقی کے لیے پردے ہٹانے کا تکلف نہ کیا کریں۔ علی نقی علیہ السلام بھی دوسرے لوگوں کی طرح سے پردے خود اٹھا کر آئیں۔

متوکل کو یہ بات اچھی لگی اور اس نے اپنے دربانوں کو حکم دیا کہ آئندہ جب علی

نقی علیہ السلام دربار میں آئیں تو تم ان کے لیے پردوں کو مت ہٹانا۔

دوسرے دن آپ تشریف لائے تو دربانوں نے پردے نہ ہٹائے۔ آپ جیسے ہی پردے کے قریب گئے تو تیز ہوا کا ایک جھونکا آیا جس سے پردہ خود بخود اٹھ گیا اور آپ اندر چلے گئے اور جب آپ باہر آنے لگے تو پھر بھی ہوا کا ایک جھونکا آیا جس سے پردہ خود بخود اٹھ گیا اور آپ باہر تشریف لائے۔

آپؑ کے جانے کے بعد دربانوں نے متوکل سے صورت حال بیان کی تو اس نے کہا آئندہ تم خود ہی ان کے لیے پردے اٹھایا کرو تا کہ باقی لوگوں کو یہ پتہ نہ چلے کہ ہوا بھی ان کی خدمت گزاری پر مامور ہے۔

ایک دن آپؑ متوکل کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ متوکل نے کہا کہ آپؑ کی نظر میں سب سے اچھا شاعر کون ہے؟

اور اس سے قبل وہ یہی سوال ابن جہم سے بھی کر چکا تھا اور اس نے جواب میں کچھ شعرائے جاہلیت اور کچھ شعرائے اسلام کے نام لیے تھے۔

آپؑ نے فرمایا کہ میرے نزدیک تو فلاں بن فلاں بہترین شاعر ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ ابن فخام یا اس کا بھائی جہانی ہے اور اس نے یہ شعر کہے تھے:

لقد فاخرتنا من قریش عصابة

بسمط خدود وامتداد اصابع

فلما تنازعنا القضاء قضٰی لنا

علیهم بما نهویٰ نداء الصوامع

قریش کے ایک گروہ نے ہمارے مقابلہ پر افتخار کرتے ہوئے کہا کہ ہم صاحب وجاہت وسخاوت ہیں۔

اس جھگڑے کا فیصلہ عبادت گاہوں کی آواز نے ہمارے حق میں کیا اور ان کے خلاف کیا۔

متوکل نے کہا: "عبادت گاہوں" کی آواز کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے اذان کی آواز مراد ہے اور اذان میں ہر موذن ہمارے نانا کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے: اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہِ۔

اب بتاؤ جس کے نام کی اذان بلند ہوتی ہے وہ تمہارا نانا تھا یا ہمارا نانا تھا؟

یہ سن کر متوکل ہنس دیا اور کہا:

بے شک وہ آپؑ کے ہی نانا تھے، ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے۔

(امالی طوسی، جلد ۱، ص ۲۹۲۔ بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۱۲۸)

ایک مجرب دعا کی تعلیم

ابوالحسن محمد بن احمد بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد کے چچا نے بیان کیا کہ ایک دن میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کیا:

مولاؑ! اس شخص (متوکل) نے تو مجھے بہت تنگ کر دیا ہے اور اس نے میرے رزق روزی کے تمام اسباب منقطع کر دیے ہیں اور اس نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے کہ میں آپؑ کا محب ہوں۔ آپؑ مہربانی کر کے اس سے میرے لیے سفارش فرمائیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ آپؑ کی سفارش کو رد نہیں کرے گا۔

آپؑ نے فرمایا: فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں تمہارا کام ہو جائے گا۔

رات کے وقت میں اپنے گھر میں لیٹا ہوا تھا کہ متوکل کے قاصد نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے پیچھے دوسرا قاصد بھی پہنچ گیا۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ فتح بن خاقان میرے دروازے پر کھڑا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں تاریکی شب میں تیرے دروازے پر کبھی نہ آتا لیکن متوکل نے تاکید کی ہے کہ ابھی جاؤ اور اسے لے کر آؤ۔

الغرض میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ متوکل بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے جیسے

ہی مجھے دیکھا تو کہا:

ابوموسیٰ! معاف رکھنا' تم تو ہمارے ذہن سے ہی نکل گئے تھے۔ یہ بتاؤ کہ ہمارے ذمہ تمہارا کیا حق باقی ہے؟

میں نے کہا: میں نے آپؑ سے فلاں اجرت' فلاں روزینہ اور فلاں فلاں چیز لینی ہے۔

اس نے کہا کہ ابوموسیٰ کا جو حق بنتا ہے وہ اسے فوراً ادا کر دیا جائے اور ہماری طرف اسے اس کی اُجرت سے دُگنا مزید رقم دی جائے۔

الغرض مجھے میرے حقوق مل گئے۔ واپسی پر میں نے فتح بن خاقان سے پوچھا:

کیا امام علی نقی علیہ السلام نے اس کے سامنے میری سفارش کی تھی یا انہوں نے اسے کوئی خط لکھا تھا؟

فتح بن خاقان نے کہا:

نہ تو انہوں نے سفارش کی ہے اور نہ ہی انہوں نے کوئی سفارشی خط لکھا ہے۔ البتہ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے تیرے حق میں دعا کی ہوگی جس کی وجہ سے متوکل تم پر راضی ہوا ہے اور تم امامؑ سے کہنا کہ وہ میرے حق میں بھی دعا فرمائیں۔

دوسرے دن میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

ابوموسیٰ! اب تو تم راضی ہو؟

میں نے عرض کیا: یہ سب آپؑ کی برکت ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ آپؑ نہ تو میرے مسئلہ کے لیے اس کے پاس گئے اور نہ ہی آپؑ نے اس کے لیے کوئی سفارشی رقعہ بھیجا۔

آپؑ نے فرمایا:

خدا جانتا ہے کہ ہم اپنے مسائل کے لیے خدا کی بارگاہ میں ہی رجوع کرتے ہیں

اور ہم صرف اسی پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور ہم جب بھی اس سے کسی چیز کا سوال کرتے ہیں تو وہ ہمیں عطا کر دیتا ہے اور جب ہم اس سے کسی مصیبت کو ٹالنے کی درخواست کرتے ہیں تو وہ اس مصیبت کو ہم سے دور کر دیتا ہے۔

میں نے عرض کیا: فتح بن خاقان نے دعا کے لیے درخواست کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

وہ بظاہر ہمارا دوست دار بنتا ہے مگر اندرونی طور پر وہ ہم سے کنارہ کش ہے اور دعا تو اس کے لیے کی جاتی ہے جو اطاعت خدا میں مخلص ہو اور رسولؐ اکرم اور ہم اہل بیتؑ کے حق کا معترف ہو۔

میں نے عرض کیا:

مولاؑ! آپؑ اپنی دعاؤں میں سے کوئی مخصوص دعا مجھے بھی تعلیم فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا:

میں حاجات کے لیے اکثر یہ دعا پڑھتا ہوں اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی ہے کہ میرے بعد اگر کوئی مرد مومن میری قبر پر آ کر اس دعا کو پڑھے تو وہ اپنے مقصد میں ناکام واپس نہ جائے۔ وہ دعا یہ ہے:

يَا عُدَّتِيْ عِنْدَ الْعَدَدِ وَيَا رَجَائِيْ وَالْمُعْتَمَدُ وَيَا كَهْفِيْ وَالسَّنَدُ يَا وَاحِدُ يَا اَحَدُ وَيَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مَنْ خَلَقْتَهُ مِنْ خَلْقِكَ وَلَمْ تَجْعَلْ فِيْ خَلْقِكَ مِثْلَهُمْ اَحَدًا اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ وَتَفْعَلَ بِيْ كَيْتَ وَكَيْتَ

کیتَ و کیتَ کی بجائے اپنی حاجات بیان کریں۔ (امالی طوسی، جلد ۱، ص ۲۹۱-۲۹۲۔ بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۱۲۷۔ المناقب، جلد ۴، ص ۴۱۰-۴۱۱)

غیب سے گرم پانی کا مہیا ہونا

کافور خادم راوی ہیں کہ ایک شب امام علی نقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں لوٹا فلاں مقام پر بھر کر رکھ دینا تا کہ وضو کے وقت میرے کام آ سکے۔ ابھی میں نے آپؑ کے فرمان پر عمل نہیں کیا تھا کہ آپؑ نے مجھے ایک اور کام کے لیے باہر بھیج دیا اور فرمایا:

پہلے یہ کام کرلو اس کے بعد لوٹے میں پانی بھر کر رکھ دینا۔

یہ کہہ کر آپؑ سو گئے اور مجھے پانی رکھنا یاد نہ رہا۔ سخت سردی کا موسم تھا اور جب آپؑ رات کے وقت اٹھے تو اس وقت مجھے یاد آیا کہ میں نے تو لوٹے میں پانی رکھا ہی نہیں تھا اور آپؑ مجھ سے ناراض ہوں گے۔

میں آپؑ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے دُور ہٹ گیا مگر میرے دل میں اس بات کا افسوس تھا کہ آپؑ کو لوٹا تلاش کرنے میں زحمت ہوگی۔

اتنے میں آپؑ نے مجھے غصہ میں آواز دی۔ میں نے دل میں ''انا للہ'' کہا اور سوچنے لگا کہ اب میں حضرتؑ کے سامنے کیا عذر پیش کروں گا اور سامنے گئے بغیر بھی کوئی چارہ نہ تھا۔ لہٰذا میں گردن جھکا کر آپؑ کے سامنے گیا۔

آپؑ نے فرمایا:

تجھ پر افسوس ہے کیا تجھے پتہ نہیں ہے کہ میں تو ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کا عادی ہوں پھر تو نے لوٹے میں گرم پانی کیوں رکھ دیا؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے لوٹا رکھنا ہی یاد نہیں رہا تھا لہٰذا نہ تو میں نے لوٹا رکھا ہے اور نہ ہی میں نے پانی گرم کیا ہے۔

اس وقت آپؑ نے فرمایا:

اس ذات کا شکر ہے جس نے قدم قدم پر ہمیں آسانیاں عطا کی ہیں اور اس

ذات کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے اطاعت کرنے والوں میں شمار کیا اور اپنی عبادت کی توفیق بخشی اور میری مدد فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

''اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے جو اس کی دی ہوئی آسانی کو قبول نہیں کرتا''۔

(امالی طوسی' جلد ا' ص ۳۰۴-۳۰۵۔ بحار الانوار' جلد ۵۰' ص ۱۲۶)

ایک نقاش پر شفقت

کافور خادم بیان کرتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام جس جگہ مقیم تھے وہاں آپؑ کے اردگرد مختلف اہل صنعت و حرفت بھی آباد تھے اور اس قریہ میں یونس نقاش بھی رہتا تھا اور وہ ہر رات مولاؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور آپؑ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہی یونس کانپتا ہوا آپؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

مولاؑ! میں اپنے بچے آپؑ کے سپرد کرتا ہوں میرے بعد ان سے اچھا سلوک کرتے رہنا۔

آپؑ نے فرمایا: آخر کیا ہوا؟

اس نے کہا کہ بس یہ جان لیں کہ میری موت کا پروانہ جاری ہو چکا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا کوئی سبب بھی ہے؟

اس نے کہا: مولاؑ! بات یہ ہے کہ ''ابن بغا'' (ایک مشہور ترکی سردار) نے میرے پاس ایک خوبصورت نگینہ نقش کرنے کے لیے بھیجا تھا اور وہ نگینہ انتہائی قیمتی ہے۔ میں اس پر نقش کر رہا تھا کہ وہ میرے ہاتھ سے ٹوٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور میں نے وہ نگینہ اسے کل واپس کرنا ہے اور آپؑ کو تو معلوم ہی ہے کہ وہ موسیٰ بن بغا ہے۔ وہ مجھے یا تو ایک ہزار کوڑے مروائے گا یا پھر قتل کرا دے گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: غم نہ کرو اور اپنے گھر جاؤ ان شاء اللہ کل بھلائی ہو گی۔

دوسرے دن وہ پھر کانپتا ہوا آیا اور اس نے کہا:

مولاؑ! موسیٰ بن بغا کا آدمی نگینہ لینے کے لیے آیا ہے اب بتائیں میں اسے کیا جواب دوں؟

آپؑ نے فرمایا: گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پہلے جا کر تم اس کی بات تو سنو ان شاء اللہ بھلائی ہوگی۔

یونس اپنے گھر گیا اور کچھ دیر بعد مسکراتا ہوا واپس آیا اور اس نے بتایا کہ موسیٰ کے آدمی نے آ کر مجھے موسیٰ کا یہ پیغام پہنچایا کہ میری دو کنیزیں اس نگینہ کے لیے جھگڑ رہی ہیں تم اس نگینہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دو تا کہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

پروردگار تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں اپنے صحیح حمد گزاروں میں سے قرار دیا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

یونس! تم نے اس کو کیا جواب دیا تھا؟

یونس نے کہا کہ میں نے اس سے کہا ہے کہ مجھے اس کے لیے کل تک کی مہلت دو اور پھر کل آ کر تم وہ نگینہ لے جانا۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے ٹھیک جواب دیا۔

(امالی طوسی، جلد ۱، ص ۲۹۴-۲۹۵۔ بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۱۲۵)

علم الآجال

ابو جعفر احمد بن یحییٰ اودی کا بیان ہے کہ میں نماز ظہر پڑھنے کے لیے جامع مسجد میں گیا جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ حرب بن حسن طحان اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت وہاں بیٹھی تھی۔ میں ان کے پاس گیا، انہیں سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اس جماعت میں حسن بن سماعہ بھی موجود تھا۔ ہم نے وہاں بیٹھ کر امام حسین

علیہ السلام کے مصائب کو یاد کیا۔ ان کے بعد زید شہید کے مصائب کو یاد کیا۔ وہاں ایک اجنبی شخص بھی بیٹھا تھا جسے ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ اس نے ہماری گفتگو کو کاٹ کر کہا:

لوگو! ہمارے یہاں سامرہ میں مدینہ منورہ کا ایک علوی رہتا ہے اور وہ یا تو کاہن ہے یا پھر ساحر ہے۔

ہم نے کہا: اس کا نام کیا ہے؟

اس شخص نے کہا کہ اس کا نام علی بن محمد ہے۔

ہم نے کہا: تم نے اس سے کیا عجیب چیز دیکھی ہے؟

اس نے کہا: ہم اکثر شام کے وقت ان کی بیٹھک پر جا کر بیٹھتے ہیں اور ان سے گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ ایک رات ہم وہاں بیٹھے تھے کہ فوج کا ایک سالار خلیفہ کے محل سرا سے بڑی شان و شوکت سے برآمد ہوا اور فوجی افسروں کے علاوہ لوگوں کا ایک جم غفیر اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ جب وہ ہمارے پاس سے گزرا تو علی بن محمد بھی اٹھے اور انہوں نے اس سے سلام دعا کی۔ جب وہ ہم سے دور چلا گیا تو علی بن محمد نے کہا:

وہ اپنے بخت پر نازاں ہے لیکن کل نماز سے پہلے یہ زمین میں دفن ہو چکا ہوگا۔

ہم یہ سن کر بہت حیران ہوئے اور ہم نے کہا: یہ تو علمِ غیب ہے۔ پھر ہم تین دوستوں نے آپس میں طے کیا کہ اگر کل تک وہ فوجی سالار نہ مرا اور ان کی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی تو ہم انہیں ہی قتل کر دیں گے۔

پھر میں اپنے گھر گیا اور میں نے صبح کی نماز پڑھی۔ اتنے میں مجھے رونے دھونے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں گھر سے باہر آیا تو میں نے بہت سے سپاہی دیکھے جو کہہ رہے تھے کہ فلاں سالار نے رات بڑی مقدار میں شراب لی تھی اور وہ شراب میں دھت ہو کر جا رہا تھا کہ اچانک اسے ٹھوکر لگی، وہ گرا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔

چنانچہ میں بھی اس کے جنازہ میں شامل ہوا اور علی بن محمد کی اس پیشین گوئی پر میں

آج بھی حیران ہوں۔ (رجال کشی' ص ۴۱۔ بحارالانوار' جلد ۵۰' ص ۱۸۶)

ایک ستون سے پھل برآمد کرنا

عمارہ بن زید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا:
کیا آپؑ اس ستون سے ہمارے لیے انار برآمد کر سکتے ہیں؟
امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں' صرف انار ہی نہیں بلکہ اسی ایک ہی ستون سے کھجوریں' انگور اور کیلے بھی برآمد کر سکتا ہوں۔
پھر آپؑ نے ستون کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس پر مذکورہ پھل لگ گئے۔ آپؑ نے ہمیں وہ پھل توڑ کر دیئے اور ہم سب نے سیر ہو کر کھائے۔
(دلائل الامامۃ' ص ۲۱۷-۲۱۸۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۵۸)

جنت سے ایک پرندہ پکڑ کر لانا

عمارہ بن زید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا:
کیا آپؑ آسمان تک پرواز کر سکتے ہیں اور وہاں سے کوئی ایسی چیز یہاں لا سکتے ہیں جو زمین پر موجود نہ ہو؟
یہ سننا تھا کہ آپؑ نے ہوا میں پرواز کی۔ میں آپؑ کو اوپر جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر آپؑ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور جب واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں سونے کا ایک پرندہ تھا جس کے کانوں میں سونے کی بالیاں تھیں اور اس کی چونچ میں ایک موتی تھا اور وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ کہہ رہا تھا۔
آپؑ نے فرمایا: یہ جنت کا ایک پرندہ ہے۔ پھر آپؑ نے اسے چھوڑ دیا تو وہ واپس چلا گیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۱۸۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۸۵)

متوکل کے انجام کی پیشین گوئی

علی بن محمد نوفلی بیان کرتے ہیں کہ جب متوکل نے نیا شہر ''سامرہ'' آباد کرایا اور اس نے اس میں اپنے محل کی تعمیر شروع کرائی تو امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

یہ طاغوت ایک نیا شہر آباد کر رہا ہے اور ابھی اس کا یہ محل نامکمل ہوگا کہ ایک فرعون صفت ترک کے ہاتھوں یہ قتل ہو جائے گا۔

پھر آپؑ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

علی! یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت و برہان کے لیے منتخب کیا اور ہمیں محبت اور بیان کے لیے منتخب کیا اور اس نے مجھے اپنے انتخاب کی کرامت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کے ۷۳ اسم اعظم ہیں۔ آصف بن برخیا کے پاس ایک اسم اعظم تھا۔ اس نے جب وہ اسم اعظم پڑھا تھا تو اس کے لیے سبا تک زمین سمٹ گئی تھی اور اس نے بلقیس کا تخت اٹھا کر سلیمان کے سامنے پیش کر دیا تھا اور یہ سب کچھ چشم زدن میں ہوا تھا جب کہ ہمارے پاس ۷۲ اسم اعظم ہیں اور ایک اسم اعظم اللہ نے اپنے علمِ غیب میں محفوظ رکھا ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۱۸-۲۱۹۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۸۵)

عالمِ اسرارِ دل

کوفہ میں ایک شخص رہتا تھا جس کا نام 'مقبل دیلمی'' تھا اور وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند عبداللہ افطح کو اپنا امامؑ مانتا تھا۔ اس کے ایک دوسرے دوست نے اس سے کہا:

عبداللہ افطح امام نہیں تھا۔ تم اس کی امامت کے عقیدہ کو چھوڑ کر حق کی پیروی کرو۔

اس نے کہا: حق کیا ہے کہ میں اس کی پیروی کروں۔

اس کے دوست نے کہا کہ حق یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں اور ان کے بعد علی رضا علیہ السلام امام ہیں ان کے بعد محمد تقی علیہ السلام امام ہیں اور اس وقت علی نقی علیہ السلام امام ہیں۔

افطحی نے کہا: تمہارے پاس ان کی امامت کی کیا دلیل ہے؟

اس کے دوست نے کہا کہ آؤ ہم سامرہ چلتے ہیں جہاں آج کل امام علی نقی علیہ السلام رہائش پذیر ہیں۔ وہاں جا کر تم اپنے دل میں کوئی چیز چھپا لینا اور اگر امام علی نقی علیہ السلام تجھے تیرے دل کی بات سے آگاہ کر دیں تو پھر انہیں امام مان لینا ورنہ نہیں۔

اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر ہم دونوں سامرہ چلتے ہیں۔

الغرض دونوں دوست سامرہ آئے اور جب وہ سامرہ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ امام علی نقی علیہ السلام متوکل کے دربار میں تشریف لے گئے ہیں اور ابھی کچھ دیر بعد وہ واپس آنے والے ہیں۔

امام علیہ السلام کے انتظار میں دونوں دوست ''شارع ابی احمد'' کے ایک کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ افطحی نے اپنے دوست سے کہا: اب جب کہ تمہارے امام یہاں سے گزریں گے اور اگر انہوں نے میرے کچھ کہے بغیر میرے دل کی بات کو جان لیا تو میں انہیں امام مان لوں گا۔

کچھ دیر بعد آپؑ متوکل کے محل سرا سے برآمد ہوئے اور آپؑ کے آگے پیچھے غلاموں کی فوج تھی۔ جب آپؑ افطحی کے پاس سے گزرے تو آپؑ نے اپنی سواری کو ذرا سا روکا اور آپؑ نے افطحی کے سینے پر تھوکا۔ آپؑ کا لعاب دہن اس کے سینہ پر پڑا اور پھر وہ لعابِ دہن ایک لکھے ہوئے کاغذ میں تبدیل ہو گیا جس پر یہ عبارت تحریر تھی:

''عبداللہ امام نہیں تھا اور اس میں امامت کی صلاحیت بھی نہیں تھی''۔

آپؑ کے ساتھ ہزاروں افراد نے اس تحریر کو پڑھا۔ جب افطحی نے یہ تحریر پڑھی تو اس نے خاک اٹھا کر اپنے سر پر ڈالی اور کہنے لگا:

ہائے! میں اب تک اتنا عرصہ گمراہ رہا اور میں آج خدا کا شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے مجھے ہدایت فرمائی۔

اس واقعہ کے بعد اس نے اپنا سابقہ نظریہ ترک کر دیا اور امام علی نقی علیہ السلام کی امامت پر ایمان لے آیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۱۹-۲۲۰۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۸۵)

مقبل دیلمی کا بیان ہے کہ میں سامرہ میں امام علی نقی علیہ السلام کے دروازے کا دربان بن کر بیٹھا ہوا تھا اور آپؑ متوکل کے پاس گئے ہوئے تھے۔ اتنے میں ٹوپی ساز فتح آیا اور اس نے چند دن آپؑ کی خدمت کی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے اپنے آقا و مولا سے چار سو درہم اُجرت لینی ہے۔ اگر مولا مجھے میری اُجرت دے دیں تو میں اس سے کوئی کاروبار کرلوں گا۔

میں نے پوچھا: تم اس رقم سے کیا کرو گے؟

اس نے بتایا کہ دو سو درہم سے ٹوپیوں کا ساز و سامان لوں گا اور اس سے ٹوپیاں بناؤں گا اور دو سو درہم کی کھجوریں لے کر اس سے نبیذ (ایک قسم کی شراب) بناؤں گا اور اسے بیچ کر بہت سا منافع حاصل کروں گا۔

جب میں نے اس کا یہ منصوبہ سنا تو مجھے اس کی یہ بات پسند نہ آئی اور میں خاموش ہوگیا۔ کچھ دیر بعد امام علی نقی علیہ السلام تشریف لائے اور آپؑ اپنی سواری سے اترے تو آپؑ نے مجھے بلا کر فرمایا:

"مقبل! یہ چار سو درہم لو اور یہ فتح ملعون کے حوالے کرو اور اس سے کہہ دو کہ یہ تمہاری اُجرت ہے ان میں سے دو سو درہموں سے ٹوپیوں کا ساز و سامان خرید کرنا اور جو تو نے دو سو درہموں کے متعلق منصوبہ بنایا ہے اس کے لیے خدا سے ڈرتے رہنا۔

میں نے اسے چار سو درہم دیئے اور اس سے امام علیہ السلام کی گفتگو نقل کی۔ وہ یہ گفتگو سن کر رونے لگا اور اس نے کہا:

اگر یہ بات ہے تو میں آئندہ کبھی بھی نہ تو نبیذ پیوں گا اور نہ ہی کوئی دوسرا نشہ

استعمال کروں گا کیونکہ ہماری حرکات کا علم ہمارے امام کو ہو جاتا ہے۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۲۰-۲۲۱)

ابوالحسن محمد بن اسماعیل بن احمد قہقلی کاتب سامراہ نے ۳۳۸ھ میں بیان کیا کہ اس سے اس کے باپ نے یہ واقعہ بیان کیا جب کہ وہ سامرہ میں رہائش پذیر تھا اور درب الحصا نامی گلی میں کہیں جا رہا تھا کہ عیشوع کا شاگرد یزداد طبیب نصرانی موسیٰ بن بغا کے گھر سے واپس آتا ہوا دکھائی دیا۔ ہم اکٹھے چلنے لگے اور اسی دوران گفتگو بھی ہوتی رہی۔ اور جب ہم امام علی نقی علیہ السلام کے مکان کے پاس سے گزرے تو نصرانی طبیب نے مجھ سے کہا:

اس دیوار کو دیکھ رہے ہو اور اس کے مالک کو جانتے ہو؟

میں نے پوچھا: اس کا مالک کون ہے؟

اس نے کہا: اگر مخلوق میں کسی کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ یہ ہے۔

میں نے پوچھا: بھلا وہ کیسے؟

اس نے کہا: میں تجھے ایک تعجب خیز بات کہتا ہوں لیکن میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرو گے کیونکہ میں طبیب ہوں اور سلطان کا سرکاری معالج ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ خلیفہ نے انہیں مدینہ سے یہاں اپنے پاس اس لیے بلوایا ہے کہ کہیں لوگ ان کے کمالات کو دیکھ کر اگر ان کے گرویدہ ہو گئے تو بنی عباس کے گھرانے سے خلافت چلی جائے گی۔

چند دن ہوئے یہ بزرگ سیاہ گھوڑے پر سوار تھے اور انہوں نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا اور خود ان کا اپنا رنگ بھی سیاہی مائل ہے۔ میں نے اٹھ کر ان کی تعظیم کی اور میں نے دل ہی دل میں کہا: رنگ بھی سیاہ، گھوڑا بھی سیاہ اور لباس بھی سیاہ یعنی سیاہی در سیاہی در سیاہی۔

جب آپ گھوڑا بڑھاتے ہوئے میرے قریب آئے تو آپؑ نے گھور کر مجھے

دیکھا اور فرمایا:

تیرا دل سیاہ ہے جس کی وجہ سے تجھے سیاہی در سیاہی در سیاہی نظر آ رہی ہے۔

میں نے کہا: آپ کا دل سفید ہے۔

انہوں نے کہا: واللہ اعلم!

میرے والد کا بیان ہے کہ جب وہی طبیب بیمار ہوا تو اس نے آدمی بھیج کر مجھے بلوایا اور کہا:

سنو! پہلے میرا دل سیاہ تھا لیکن اب میرا دل سفید ہو گیا ہے اور میں مرنے سے پہلے یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور علی بن محمد مخلوقات پر خدا کی حجت ہیں اور یہ ناموس اکبر ہیں۔ اس کے بعد اس کی وفات ہو گئی اور میں اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۲۱-۲۲۲۔ فرج المہموم، ص ۲۳۳-۲۳۴)

فخرِ مسیحا

عیسیٰ بن احمد قمی نے ہم سے پہلے بیان کیا کہ میرے چچازاد بھائی احمد بن اسحاق مجھے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں لے گئے اور ان سے عرض کیا کہ یہ میرا چچازاد بھائی عیسیٰ بن احمد ہے۔ اس کے بازو پر سفید داغ ہیں اور ایک اخروٹ کے برابر ایک پھوڑا بھی ہے۔ آپؑ اس کے لیے دعا فرمائیں۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: عیسیٰ میرے قریب آ جاؤ۔

میں حضرتؑ کے قریب گیا تو آپؑ نے فرمایا: اپنا بازو باہر نکالو۔

میں نے بازو باہر نکالا تو آپؑ نے اس پر دست شفقت پھیرا اور کچھ زیر لب تکلم کیا۔ پھر آپؑ نے بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔

پھر آپؑ نے احمد بن اسحاق سے فرمایا:

احمد بن اسحاق! امام علی رضا علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ بسملہ اسم اعظم کے اتنا ہی قریب ہے جتنا کہ آنکھ کی سفیدی آنکھ کی سیاہی کے قریب ہے۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

عیسیٰ! اپنا ہاتھ اپنی آستین میں ڈالو اور باہر نکالو۔ پھر داخل کرو۔ پھر باہر نکالو۔ جب میں نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا تو میرے ہاتھ پر سفیدی اور پھوڑے کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۲۲)

ایک ترک سے ترکی زبان میں گفتگو کرنا

ابو ہاشم جعفری راوی ہیں کہ جب خلیفہ واثق کے دورِ اقتدار میں ''بغا ترکی'' اعراب کی پکڑ دھکڑ کے لیے مدینہ آیا ہوا تھا اور اس کے دستے اِدھر اُدھر جا رہے تھے تو امام علی نقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ آؤ ''بغا'' کے دستوں کو دیکھیں۔

ہم مدینہ سے باہر آئے جہاں سے ترکوں کا ایک دستہ گزر رہا تھا۔ ایک ترکی ہمارے قریب سے گزرا تو امام علی نقی علیہ السلام نے اس سے ترکی زبان میں گفتگو کی۔ وہ گھوڑے سے اترا اور اس نے آپؑ کے گھوڑے کے قدموں کو بوسہ دیا۔ جب میں نے اس کی یہ عقیدت ملاحظہ کی تو میں نے اسے قسم دے کر کہا:

اس جوان نے تجھ سے کیا کہا تھا؟

اس نے کہا: پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ کیا یہ نبی ہے؟

میں نے کہا: نہیں' یہ نبی نہیں ہیں۔

ترکی نے کہا: انہوں نے مجھے میرے اس نام سے پکارا ہے جس نام سے مجھے بچپن میں پکارا جاتا تھا اور یہاں کسی کو میرے اس نام کا کوئی علم نہیں ہے۔

(اعلام الوریٰ' ص ۳۴۳۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۶۹)

چشمِ زدن میں ۷۳ زبانوں کی تعلیم دینا

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے ہندی زبان میں گفتگو کی لیکن میں ہندی زبان بولنے سے قاصر تھا۔ پھر آپؑ نے ایک کنکر اٹھا کر اپنے منہ میں رکھا اور پھر اسے چوس کر میرے حوالے کیا۔ میں نے اس کنکر کو چوسا تو اسی وقت مجھے ۷۳ زبانیں یاد ہو گئیں جن میں پہلی زبان ہندی تھی۔ (اعلام الوریٰ، ص ۳۴۳۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۳۶۹)

نظر را کیمیا کن

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام کچھ اولاد ابو طالب کے استقبال کے لیے سامرہ شہر سے باہر تشریف لے گئے اور میں آپؑ کے ساتھ تھا۔ مہمانوں نے آنے میں دیر کی تو آپؑ اپنے گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے اور میں بھی آپؑ کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ مولاؑ! آج کل میں انتہائی تنگ دستی کا شکار ہوں۔

آپؑ نے اپنے ہاتھ سے ریت جمع کر کے میرے سپرد کی اور فرمایا:

ابو ہاشم! اس سے کام چلاؤ اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے لوگوں سے مخفی رکھو۔

میں نے ریت کی مٹھیاں تھیلے میں رکھ لیں اور جب میں نے واپس آ کر اسے دیکھا تو وہ سرخ رنگ کا خالص سونا تھا۔ میں نے ایک زرگر کو اپنے گھر طلب کیا اور میں نے اس سے کہا کہ ذرا اس سونے کو تو دیکھو۔

جب اس نے سونے کو دیکھا تو اس نے کہا:

میں نے اپنی زندگی میں اس سے خالص سونا کبھی نہیں دیکھا۔ تم نے یہ سونا کہاں سے حاصل کیا ہے؟

میں نے کہا: یہ سونا ہمارے آباء واجداد کے در کا ہے جسے ہم نے آج تک اپنے پاس محفوظ رکھا ہے۔ (اعلام الوریٰ' ص ۳۴۳۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۶۹)

ابو ہاشم کا خچر

ایک مرتبہ ابو ہاشم جعفری نے امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا:

مولا! میرا دل تو چاہتا ہے کہ روزانہ آپؑ کی زیارت کا شرف حاصل کروں لیکن مجبوری یہ ہے کہ آپ سامرہ میں قیام پذیر ہیں جب کہ میں بغداد میں رہتا ہوں اور ان دونوں شہروں میں اچھا خاصا فاصلہ ہے۔ میرے پاس یہی ایک خچر ہے جو کہ انتہائی لاغر ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

ابو ہاشم! خدا تجھے اور تیرے خچر کو طاقت عطا فرمائے۔

آپؑ کی دعا قبول ہوئی۔ ابو ہاشم صبح کی نماز پڑھ کر بغداد سے روانہ ہوتے تھے اور ظہر سے پہلے سامرہ پہنچ جاتے تھے اور پھر اسی خچر پر سوار ہو کر اسی دن بغداد پہنچ جاتے تھے۔ (واضح رہے کہ بغداد سے سامرہ کا فاصلہ ایک سو کلومیٹر ہے)۔ (اعلام الوریٰ' ص ۳۳۴۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۷۰۔ الخرائج' جلد ۲' ص ۶۷۲۔ بحار الانوار' جلد ۵۰' ص ۱۳۷)

متوکل کے لیے بد دعا

حسین بن محمد راوی ہیں کہ ''بغا'' یا ''وصیف'' کے فرزند کے اتالیق نے مجھ سے بیان کیا کہ اس سے ''بغا'' نے کہا کہ خلیفہ متوکل نے فرزندِ رضاؑ کو گرفتار کر کے علی بن کرکر کے حوالے کیا۔ میں نے ان سے سنا: وہ کہہ رہے تھے' خدا کی نظر میں میرا مقام ناقۂ صالح سے کہیں زیادہ ہے۔

پھر انہوں یہ آیت پڑھی:

تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِکُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ (ھود:٦٥)

تم اپنے گھروں میں تین دن آرام کرلو۔ یہ غلط نہ ہونے والا وعدہ ہے''۔

میں نے کہا: خدا آپ کو عزت دے تین دن کے بعد کیا ہو جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: دیکھتے جاؤ۔

پھر دوسرے دن متوکل نے آپؑ کو آزاد کر دیا اور اپنے سلوک پر معذرت طلب کی۔ جب تیسرا دن ہوا تو اسی کی فوج کے سرداروں یعنی (یاغز) اور ''یغلون'' اور ''تامش'' نے اپنے دستہ سمیت متوکل پر حملہ کیا اور اسے قتل کر کے اس کے بیٹے ''منتصر'' کو خلیفہ بنایا۔

ایک گستاخ نوجوان کو سرزنش

ابوالحسین سعید بن سہل بصری جو کہ ''ملاح'' کے نام سے مشہور تھا اور اس کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست جعفر بن قاسم کا تعلق فرقہ واقفیہ سے تھا۔ ایک دن میں اور میرا وہی دوست سامرہ کی ایک سڑک سے گزر رہے تھے کہ امام علی نقی علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؑ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:

کب تک غفلت میں پڑے رہو گے کیا اب بھی تمہارے بیدار ہونے کا وقت نہیں ہوا۔

میرا دوست حضرتؑ کی سرزنش کے بعد بھی اپنے نظریات پر قائم رہا۔ پھر چند دن بعد خلیفہ کے ایک بچے کا عقیقہ تھا جس میں ہم شریک تھے اور اس دعوت عقیقہ میں امام علی نقی علیہ السلام بھی تشریف لائے۔ جیسے ہی آپؑ نے گھر میں قدم رکھا تو تمام حاضرین آپ کے ادب سے خاموش ہو گئے۔ اس دعوت میں ایک نوجوان شریک تھا جس نے

آپؑ کی موجودگی میں بھی اپنی یاوہ گوئی جاری رکھی اور ہنستا ہنساتا رہا۔

امام علی نقی علیہ السلام نے اس نوجوان سے فرمایا:

اتنے زیادہ ہنس رہے ہو اور تم نے ذکر خدا کو بھلا دیا ہے جب کہ تین دن بعد تو نے قبر میں جا کر سونا ہے۔

میرے دوست نے جب یہ فرمان سنا تو اس نے کہا:

بس یہ امامت کی علامت ہے اگر ان کا فرمان سچا ثابت ہوا تو میں آپؑ کی امامت کو تسلیم کرلوں گا بصورت دیگر اپنے سابقہ نظریات پر قائم رہوں گا۔

آپؑ کا فرمان سن کر نوجوان خاموش ہوگیا اور ہم کھانا کھا کر باہر آ گئے۔ ایک دن بعد وہی جوان بیمار ہوا اور تیسرے دن کے پہلے حصہ میں وہ مرگیا اور دن کے آخری حصہ میں دفن ہوگیا۔ (اعلام الوریٰ' ص ۳۴۶-۳۴۷۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۷۰)

وارثِ مسیحا

ہاشم بن زید کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ کے پاس ایک مادر زاد نابینا لایا گیا تو آپؑ نے اسے تندرست کر دیا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپؑ نے مٹی سے ایک پرندے کا ڈھانچہ بنا کر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگ گیا۔

یہ معجزہ دیکھ کر میں نے کہا:

آپؑ کے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

میں اس سے ہوں اور وہ مجھ سے ہے۔

(عیون المعجزات' ص ۱۳۱۔ بحار الانوار' جلد ۵۰' ص ۱۸۵)

محمد بن سنان زاہری بیان کرتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام حج کر کے مدینہ

واپس آ رہے تھے۔ آپ نے راستے میں ایک خراسانی کو دیکھا جو اپنے مردہ گدھا کے قریب کھڑا ہو کر رو رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اب میں اپنا سامان کس چیز پر لا دوں؟

جب آپؑ اس خراسانی کے قریب سے گزرے تو کسی نے آپ سے کہہ دیا کہ یہ شخص آپؑ کی اہلِ بیت سے محبت رکھتا ہے۔ یہ سن کر آپؑ مردہ گدھے کے قریب گئے اور فرمایا:

بنی اسرائیل کی گائے خدا کی نظر میں مجھ سے زیادہ محترم نہیں تھی۔ جب اس گائے کے گوشت کا ٹکڑا مردہ سے لگایا گیا تھا تو مردہ زندہ ہو گیا تھا۔

پھر آپؑ نے مردہ گدھے کو پاؤں کی ٹھوکر ماری اور فرمایا:

قم باذن اللّٰہ ''اللہ کے حکم سے اٹھ جا''۔

گدھے میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ خراسانی نے اپنا سامان اس پر لادا اور چل پڑا۔

اس واقعہ کے بعد آپ جہاں سے بھی گزرتے تو لوگ انگلیوں سے اشارے کر کے کہتے کہ انہوں نے خراسانی کا مردہ گدھا زندہ کیا ہے۔

(عیون المعجزات، ص ۱۳۱-۱۳۲۔ بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۱۸۵)

اخبار غیب

شیخ اہل نہرین حسن بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے گاؤں کا ایک شخص امام علی نقی علیہ السلام کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ ہمارے پاس کچھ مال تھا جو ہم نے حضرتؑ تک پہنچانا تھا۔ ہمارے گاؤں کے ایک شخص نے ہم سے کہا کہ مولاؑ کو میرا سلام عرض کرنا اور ان سے دریافت کرنا کہ جنگل کے فلاں پرندے کے انڈے کھانا حلال ہیں یا حرام ہیں؟

ہم آپؑ کے بیت الشرف پر حاضر ہوئے اور ہم نے اپنا مال آپؑ کی کنیز کے سپرد کیا۔ اتنے میں سلطان کا ایک خادم آیا اور اس نے آپؑ سے کہا کہ اس وقت سلطان آپؑ کو یاد کر رہا ہے۔

اس کا پیغام سن کر آپؑ گھوڑے پر سوار ہوئے اور سلطان کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ آپؑ نے جیسے ہی ہمیں دیکھا تو آپؑ نے میرے ساتھی سے نبطی زبان میں فرمایا:

اسے میرا سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ فلاں پرندے کے انڈے کھانا ناجائز ہیں کیونکہ وہ مسخ شدہ پرندہ ہے۔

(عیون المعجزات، ص ۱۳۲۔ بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۱۸۵-۱۸۶)

امام علی نقی علیہ السلام کو خدا نے ایک بیٹا دیا جس کا نام آپؑ نے جعفر رکھا۔ آپ کے بہت سے عقیدت مند آپؑ کو مبارک دینے کے لیے حاضر ہوئے۔

عقیدت مندوں کا بیان ہے کہ ہمیں اس کی پیدائش پر آپؑ کے چہرے پر خوشی کے آثار محسوس نہ ہوئے۔ جب ہم نے آپؑ کو مبارک دی تو آپؑ نے فرمایا:

اس میں خوشی کا کوئی مقام نہیں ہے۔ یہ عنقریب بہت سی مخلوق کو گمراہ کرے گا۔

آپ کا فرمان بالکل درست ثابت ہوا۔ (عیون المعجزات، ص ۱۳۲)

اہلِ مدائن میں سے ایک شخص نے آپؑ کو خط لکھا کہ متوکل کی حکومت ابھی کتنا عرصہ تک قائم رہے گی؟

اس کے جواب میں آپؑ نے لکھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم - تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَأْبًا فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْبُلِهٖ اِلَّا قَلِیْلًا مِمَّا تَاْکُلُوْنَ ○ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْکُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِمَّا تُحْصِنُوْنَ ○ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ

النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ○ (یوسف: ۴۷-۴۹)

تم سات سال تک مسلسل زراعت کرو گے جو تم کاٹو تو اپنے کھانے کی ضرورت سے زیادہ غلے کو خوشوں میں رہنے دو۔ پھر اس کے بعد سخت سات سال آئیں گے جس میں اپنا ذخیرہ کردہ غلہ کھا جاؤ گے۔ پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں کے لیے بارش برسائی جائے گی اور اس سال لوگ رس نچوڑیں گے۔

گویا اس سے آپؑ نے اس طرف اشارہ کیا کہ فراخی پندرہویں سال شروع ہوگی چنانچہ وہی کچھ ہوا جو آپؑ نے فرمایا تھا:

اس خط کے پندرہویں سال متوکل لعین قتل ہوگیا۔

(عیون المعجزات، ص ۱۳۲-۱۳۳۔ بحارالانوار، جلد ۵۰، ص ۱۸۶)

جس سال متوکل قتل ہوا تو عیدالفطر کے دن اس نے حکم دیا کہ عید کے دن تمام بنی ہاشم اس کی سواری کے آگے پاپیادہ چلیں۔ اس کا اصل مقصد امام علی نقی علیہ السلام کو اپنے آگے پیدل چلانا تھا۔

چنانچہ تمام بنی ہاشم طوعاً و کرہاً اس کی سواری کے آگے چلے اور اس جلوس میں امام علی نقی علیہ السلام بھی شامل تھے۔ آپؑ نے اپنے غلام کا سہارا لیا اور جلوس میں چل پڑے۔ بنی ہاشم میں سے چند افراد آپؑ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا:

کیا دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کی دعا کو اللہ قبول فرمائے اور ہمیں اس ظالم سے نجات نصیب ہو؟

آپؑ نے فرمایا: اس جہان میں ایک شخص ایسا بھی ہے جس کا کٹا ہوا ناخن بھی خدا کی نظر میں ناقہ صالح سے زیادہ محترم ہے۔

جب ناقہ صالح کو پَے کیا گیا تو اس کے بچے نے خدا کے حضور فریاد کی تھی اور اللہ نے قومِ ثمود کو تباہ کرنے کا ارادہ فرمایا:

تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِکُمْ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ۔(ھود:۶۵)

تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن تک عیش و آرام کرلو۔اس وعدہ کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

آپؑ کے اس فرمان کے عین تیسرے دن متوکل قتل ہوگیا۔

(عیون المعجزات' ص ۱۳۳)

ایک شعبدہ باز کو سزا

محمد بن حسن حسینی بیان کرتے ہیں کہ ہندوستان سے ایک شعبدہ باز متوکل کے پاس آیا اور وہ چیزوں کو غائب کرنے کا کرتب دکھاتا تھا اور متوکل بھی اس طرح کی لغویات کا دلدادہ تھا۔

متوکل نے اس سے کہا:

ہندی! ابھی ہمارے پاس اولاد رسولؐ میں سے ایک شخص آئے گا تم ایسا کرتب دکھاؤ جس سے وہ سردربار شرمندہ ہوں۔

جب امام علی نقی علیہ السلام دربار میں تشریف لائے تو شعبدہ باز نے وہاں بہت سے کرتب دکھائے مگر آپؑ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

شعبدہ باز نے کہا: معلوم ہوتا ہے آپؑ کو میرے کرتب پسند نہیں آئے۔معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کو بھوک لگی ہوئی ہے۔

پھر اس نے قالین پر بنی ہوئی روٹی کی ایک تصویر کو اشارہ کیا کہ جا اور ان کے سامنے چلی جا۔

روٹی کی تصویر اڑ کر آپؑ کے سامنے آ گئی۔

امام علی نقی علیہ السلام نے قالین پر بنی ہوئی درندے کی ایک تصویر پر پاؤں رکھ کر

فرمایا:

اٹھواور اسے کھا جاؤ۔

آپؑ کے فرمانے کی دیر تھی کہ تصویر' تصویر نہ رہی اور وہ مجسم درندے میں تبدیل ہوگئی اور اس نے ہندی کو نگل لیا اور پھر اس نے دوبارہ تصویر کا روپ دھار لیا۔

یہ منظر دیکھ کر متوکل بے ہوش ہوگیا اور اس کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔

(مشارق انوار الیقین' ص ۹۹۔ بحار الانوار' جلد ۵۰' ص ۲۱۱)

حق بحقدار رسید

محمد بن داؤد دقی اور محمد طلحی دونوں سے روایت ہے کہ قم اور اس کے مضافات سے خمس' نذرات اور تحائف وغیرہ جمع ہوئے۔ ہم نے وہ تمام ہدایا اونٹ پر بار کیے اور انہیں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچانے کے لیے روانہ کیے۔ ابھی ہم راستے ہی میں تھے کہ آپؑ کا ایک خادم ملا اور اس نے ہمیں امام علیہ السلام کا یہ پیغام پہنچایا۔

اسے واپس لے جاؤ۔ یہ وقت ان چیزوں کے وصول کرنے کا نہیں ہے۔ یہ پیغام سن کر ہم قم واپس گئے اور ہم نے تمام چیزیں احتیاط سے رکھ دیں۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کا حکم آیا کہ میں نے تمہارے پاس ایک اونٹ بھیجا ہے۔ تم اس پر تمام سامان لاد کر روانہ کر دو۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم نے حکمِ امام کے تحت سامان اونٹ پر بار کیا اور اسے خدا کے سپرد کر کے ہنکا دیا۔

اگلے سال ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے فرمایا:

تمہارا بھیجا ہوا مال ہم تک بخیریت پہنچ گیا ہے۔

پھر آپؑ نے ہمیں وہ مال دکھایا تو اسے دیکھ کر ہم نے کہا کہ واقعی یہ وہی مال ہے جو ہم نے اونٹ پر بار کیا تھا۔ (مشارق انوار الیقین' ص ۱۰۰۔ بحار الانوار' جلد ۵۰' ص ۱۸۵)

دل کی کیفیت سے آگاہی

اصفہان کی ایک جماعت جن میں ابوالعباس احمد بن نصر اور محمد بن علویہ شامل ہیں' کا بیان ہے کہ اصفہان میں ایک شخص کا نام عبدالرحمٰن تھا اور وہ شیعہ تھا اور اس سے کسی نے پوچھا کہ تم شیعہ کیوں بنے اور تم نے امام علی نقی علیہ السلام کو اپنا امام کیوں مانا؟

اس نے جواب دیا کہ میں نے ان سے ایک ایسی بات کا مشاہدہ کیا ہے جس کی وجہ سے مجھے ان کی امامت کا یقین ہو گیا۔

پھر اس نے اپنا قصہ یوں بیان کیا:

میں ایک مفلس اور قلاش قسم کا انسان تھا۔ میرے پاس فقط زبان اور جرأت گفتار تھی۔ چنانچہ ایک فریاد کے سلسلہ میں اہلِ اصفہان مجھے ساتھ لے کر متوکل کے دربار کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک دن ہم متوکل کے دروازے پر کھڑے تھے کہ حکم نامہ جاری ہوا کہ علی بن محمد کو حاضر کیا جائے۔

میں نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جس کے بلانے کے لیے حکم نامہ جاری ہوا ہے؟

اس شخص نے کہا: یہ ایک علوی شخص ہے اور روافض اسے اپنا امام جانتے ہیں۔ اور خیال یہ ہے کہ متوکل نے اسے قتل کرنے کی غرض سے طلب کیا ہے۔

میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ میں اسے دیکھے بغیر نہیں جاؤں گا۔

پھر کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ وہ مرد علوی گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اور لوگوں نے صف بستہ ہو کر اس کو دیکھنا شروع کیا۔ جب اس پر میری پہلی نظر پڑی تو اس کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی اور میں اپنے دل میں اللہ سے دعا مانگنے لگا کہ خدایا! انہیں متوکل اور اس کے شر سے محفوظ فرما۔

میں دعا مانگنے میں مصروف رہا اور وہ مرد علوی آگے بڑھتا رہا اور اس نے دائیں

بائیں کھڑے ہوئے افراد میں سے کسی پر نظر تک نہ کی۔ اور جب وہ میرے قریب پہنچے تو انہوں نے میری طرف رخ کر کے کہا:

اللہ نے تیری دعا سن لی ہے اور خدا نے تجھے طول عمر اور کثرت مال واولاد سے نوازا ہے۔

یہ سن کر میں کانپ اٹھا اور وہیں گر گیا۔ لوگوں نے مجھے سہارا دیا اور پوچھا کیا بات ہوئی تھی؟

میں نے کہا: کچھ نہیں ویسے ہی چکر آیا تھا۔

اس کے بعد ہم اصفہان آئے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مال و دولت کے دروازے کھول دیئے اور حضرتؑ کی دعا کی برکت سے آج میرے گھر میں دس لاکھ کا مال ہے اور جو باہر ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ اللہ نے مجھے دس بچے عطا کیے ہیں اور میری عمر اس وقت ۷۵ سال ہے۔

یہ سب کچھ امام علی نقی علیہ السلام کی دعا کا ثمر ہے۔ اب اگر میں انہیں امام نہ مانوں تو کسے امام مانوں؟ (الخرائج' جلد ا' ص ۳۹۲۔ الثاقب فی المناقب' ص ۵۴۹۔ بحار الانوار' جلد ۵۰' ص ۱۴۱۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۷۱)

زمین کا ہر ٹکڑا قبروں سے بھرا ہوا ہے

یحییٰ بن ہرثمہ کا بیان ہے کہ مجھے متوکل نے بلا کر حکم دیا کہ تم اپنی مرضی کے تین سو آدمی چن لو اور انہیں لے کر کوفہ جاؤ اور وہاں اپنا سامان ہلکا کرو پھر وہاں سے صحرائی راستہ طے کر کے مدینہ جاؤ اور علی بن محمد بن علی رضا کو پورے اعزاز کے ساتھ میرے پاس لے آؤ۔

میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ میرے قافلہ میں ایک فوجی سردار تھا جس کا تعلق مذہب خوارج سے تھا اور میرا ایک منشی شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا تھا جب کہ میں حشویہ

(سنی العقیدہ) مذہب کا پیروکار تھا۔

میرے قافلہ میں شامل خارجی اس شیعہ سے مباحثہ کرتا تھا اور میں ان کی نوک جھونک سے لطف اٹھاتا تھا اور یوں ہمارا سفر کٹتا رہا۔ جب نصف راہ طے ہو گیا تو خارجی نے شیعہ سے کہا:

تمہارے امام علی بن ابی طالبؑ نے کہا تھا کہ زمین کے ہر ٹکڑے میں یا تو قبر موجود ہے یا پھر قبر بننے والی ہے۔ اور جہاں سے ہم گزر رہے ہیں یہ ایک لق و دق وسیع صحرا ہے۔ بھلا انصاف سے بتاؤ یہاں کون مرا ہوگا اور تمہارے خیال کے مطابق یہاں کن لوگوں کی قبریں بنیں گی؟

میں نے اپنے منشی سے کہا: کیا واقعی تم لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

میں نے کہا: پھر یہ خارجی سچا ہے بھلا اس صحرا میں کون مرا ہوگا یا مستقبل میں یہاں کون سی قبریں بنیں گی اور یہ صحرا قبروں سے کیسے بھرے گا؟

یہ کہہ کر ہم آپس میں ہنسنے لگے اور منشی بیچارہ سب کے سامنے بڑا ہی شرمندہ ہوا۔

ہم لوگ سفر طے کر کے مدینہ پہنچے اور وہاں ہم نے امام علی نقی علیہ السلام سے ملاقات کی اور ہم نے انہیں متوکل کا خط دیا۔ آپؑ نے خط پڑھ کر فرمایا:

تم لوگ ابھی یہاں قیام کرو۔ مجھے چلنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔

دوسرے دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سخت گرمی کا موسم تھا اور وہاں میں نے جا کر ایک عجیب ہی منظر دیکھا۔ آپؑ کے پاس ایک درزی بیٹھا ہوا تھا اور وہ آپؑ کے لیے سردیوں کے موٹے کپڑے سی رہا تھا اور کچھ صدریاں بنائی جا رہی تھیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ صدریاں آپؑ اور آپؑ کے غلاموں کے لیے بنائی جا رہی ہیں۔

اس کے بعد آپؑ نے درزی سے کہا:

تم بہت سے درزیوں کو جمع کرلو اور آج ہی یہ سب کپڑے سی دو اور کل اسی وقت یہ گرم کپڑے میرے پاس لے آؤ۔

پھر آپؑ نے مجھ سے کہا کہ تم نے اگر مدینہ میں کوئی کام کرنا ہو تو آج ہی کرلو اور کل ہم اسی وقت یہاں سے کوچ کریں گے۔

یحییٰ کا بیان ہے کہ سردیوں کے کپڑے اور صدریاں دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ میں نے دل میں کہا: آج کل گرمی کا زور ہے اور پھر حجاز کی گرمی خدا پناہ اور یہاں سے عراق دس دن کی منزل ہے۔ بھلا یہ ان کپڑوں کا کیا کریں گے؟ اس سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کبھی سفر ہی نہیں کیا یا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کسی ٹھنڈے علاقہ سے گزرنا ہے اور مجھے تو ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس فہم وفراست والے شخص کو اپنا امام مانتے ہیں!!

دوسرے دن میں گیا تو ان کے سارے کپڑے تیار ہو چکے تھے۔ آپؑ نے غلاموں سے کہا: اپنے اپنے کپڑے اور صدریاں وغیرہ لے لو۔

غلاموں نے اپنے گرم کپڑے اٹھائے۔ پھر ہم نے مدینہ سے کوچ کیا۔ میں اپنے دل ہی دل میں ان کے اس فعل پر تعجب کرتا رہا کہ ان بے چاروں کو یہ تک بھی معلوم نہیں ہے کہ راستے میں ہم نے کسی ٹھنڈے علاقہ سے نہیں گزرنا ہے۔ میرے نزدیک ان کا یہ اقدام سادہ لوحی کے سوا کچھ نہ تھا۔

بہرنوع ہم سفر کرتے ہوئے اس صحرا میں پہنچے جہاں ہم نے قبروں کے متعلق مناظرہ کیا تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ایک سیاہ بادل اٹھا اور گرج چمک کے ساتھ اس نے ہم پر سخت اولے برسائے۔

آپؑ نے اور آپؑ کے ساتھیوں نے صدریاں پہن لیں اور گرم کپڑے زیب تن کر لیے۔ پھر آپؑ نے اپنے غلاموں سے کہا کہ ایک گرم لباس یحییٰ کو اور ایک گرم لباس اس کے منشی کو بھی دے دو۔

ژالہ باری اتنی شدید تھی کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ۸۰ آدمی لقمہ اجل بن گئے۔ کافی دیر کے بعد ژالہ باری رک گئی اور پہلے جیسی گرمی پلٹ آئی۔

آپؑ نے فرمایا:

یحییٰ! اپنے بچے ہوئے ساتھیوں سے کہو کہ وہ اپنے مُردوں کو یہاں دفن کر دیں۔

جب میرے ساتھیوں نے مُردے دفن کر دیئے تو اس وقت آپؑ نے فرمایا:

یحییٰ! اللہ تعالیٰ صحرا کو بھی اسی طرح سے قبروں سے بھر دیتا ہے۔

جب میں نے حضرتؑ کی زبان سے یہ جملے سنے تو میں اپنی سواری سے اترا اور میں نے دوڑ کر آپؑ کے قدموں کو بوسہ دیا اور میں نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحدہ لاشریک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپؑ حضرات زمین پر خدا کے حقیقی خلیفہ ہیں۔

پھر میں نے کہا: مولاؑ! پہلے میں کافر تھا اور اب آپؑ کے ہاتھوں پر اسلام لایا ہوں۔

یحییٰ کہتے ہیں کہ پھر میں شیعہ ہو گیا اور امام علی نقی علیہ السلام کی پوری زندگی تک ان کی خدمت میں مصروف رہا۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۵۵۱۔ الخرائج' جلد ۱' ص ۳۹۳۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۷۲۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۳۹۰-۳۹۲)

ایک نصرانی کی مَنّت

ہبۃ اللہ ابن ابی منصور موصلی کا بیان ہے کہ ''دیار ربیعہ'' میں ہمارا ایک نصرانی کاتب تھا جس کا گھر ''کفرتوثا'' میں تھا اور اس کا نام یوسف بن یعقوب تھا اور میرے والد سے اس کے دوستانہ مراسم تھے۔ ایک مرتبہ وہ میرے والد کے ہاں مہمان ہوا تو میرے والد نے اس سے سفر کا مقصد دریافت کیا۔

اس نے کہا کہ مجھے متوکل کے دربار میں طلب کیا گیا ہے اور مجھے کچھ معلوم نہیں

ہے کہ مجھے کیوں بلایا گیا اور میں نے اپنے نفس کو ایک سو دینار میں خرید کر لیا ہے۔ اور میں وہ رقم سامرہ جا کر علی بن محمد بن علی رضا کی نذر کروں گا۔

میرے والد نے کہا: خدا تیری توفیقات میں اضافہ کرے۔

اس کے بعد وہ ہم سے رخصت ہو کر چلا گیا اور پھر کچھ دنوں بعد واپس آیا اور وہ واپسی پر بڑا خوش و مسرور تھا۔

میرے والد نے اس سے کہا کہ اپنی سرگزشت بیان کرو۔

اس نے کہا کہ میری مختصر داستان یہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے رخصت ہو کر سامرہ گیا اور میں نے دل میں سوچا کہ متوکل کے دربار میں پیش ہونے سے پہلے کیوں نہ اپنی منت ادا کرتا جاؤں۔ راستے میں مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام کی عمومی ملاقاتوں پر پابندی عائد کر دی ہے اور وہ ایک طرح سے نظر بندی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور سامرہ پہنچ کر میرے لیے مشکل یہ پیدا ہوئی کہ مجھے علی نقی علیہ السلام کا گھر معلوم نہیں تھا کیونکہ میں زندگی میں اس سے پہلے کبھی سامرہ نہیں گیا تھا اور لوگوں سے پوچھنے میں بھی خطرہ تھا کیونکہ اگر میں ان کا مکان پوچھتا تو لوگ سو باتیں بناتے اور کہتے: بھلا ایک عیسائی ان کے گھر کا پتہ کیوں پوچھتا پھر رہا ہے۔

اس مسئلہ پر کچھ دیر میں نے سوچا پھر میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا کہ اپنے گدھے کی باگ چھوڑ دوں اور جدھر یہ گدھا جائے اسے جانے دوں۔ ممکن ہے کہ میرا گدھا مجھے علی نقی علیہ السلام کے مکان پر ہی لے جائے۔

یہ سوچ کر میں نے ان دیناروں کو ایک پوٹلی میں باندھا اور پوٹلی کو اپنی آستین میں چھپایا اور گدھے پر بیٹھ گیا۔ میرا گدھا گلیوں اور بازاروں میں سے ہوتا ہوا آخر کار ایک گھر کے دروازے پر جا کر رک گیا۔ میں نے اسے بڑھانے کی بہترین کوشش کی لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ وہیں جم کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے وہاں پر موجود ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے؟

اس نے بتایا کہ یہ علی بن محمد بن علی رضاؑ کا گھر ہے۔

میں نے دل میں کہا: اللہ اکبر! مجھے تو میری منزل مل گئی اور میرے لیے یہی دلیل کافی ہے۔

اتنے میں اندر سے ایک حبشی غلام باہر آیا اور اس نے مجھ سے کہا: کیا تم یوسف بن یعقوب ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

اس نے کہا: سواری سے اتر آؤ۔ میں سواری سے اترا۔ اس نے مجھے دہلیز میں بٹھایا اور وہ اندر چلا گیا۔ میں نے دل میں کہا: یہ دوسری دلیل ہے۔ اتنے میں وہ غلام پھر آیا اور اس نے کہا: ایک سو دینار جو تمہاری پوٹلی میں ہیں اور جسے تم اپنی آستین میں چھپا رکھا ہے' وہ نکال کر میرے حوالے کرو۔

میں نے وہ رقم آستین سے نکال کر اس کو دے دی اور دل میں کہا کہ تیسری دلیل ہے۔

اس کے بعد وہ غلام پھر آیا اور اس نے مجھ سے کہا: اندر آ جاؤ۔

میں اندر گیا تو امام علی نقی علیہ السلام وہاں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

یوسف! تم نے کیا طے کیا؟

میں نے کہا: مولاؑ! میں نے بہت سی نشانیاں دیکھ لی ہیں جو کہ سمجھنے کے لیے کافی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا:

تم نے تو اسلام قبول نہیں کیا تمہارا فلاں بیٹا عنقریب اسلام قبول کرے گا اور وہ میرا حقیقی شیعہ ہوگا۔

یوسف! لوگ سمجھتے ہیں کہ تم جیسے لوگوں کے لیے ہماری شفاعت فائدہ مند نہیں

ہوگی لیکن وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ اب تم جس کے بلاوے پر یہاں آئے ہو اس سے جا کر ملو۔ خدا نے چاہا تو تمہارا کام تمہاری منشا کے مطابق ہوگا۔

پھر میں ان سے اجازت لے کر متوکل کے پاس گیا اور مجھے اس سے جو کہنا تھا کہہ آیا۔ ہبۃ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ وہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ بہت اچھا شیعہ تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کا باپ نصرانیت پر ہی مرا تھا مگر باپ کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا اور وہ خوش ہو کر کہتا تھا کہ میں اپنے مولاؑ کی بشارت ہوں۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۵۵۳۔ الخرائج' جلد ۱' ص ۳۹۶۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۷۳۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۳۹۲-۳۹۳)

مبروص کا شفایاب ہونا

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ سامرہ کے ایک شخص کو برص کا مرض لاحق ہوا۔ اس مرض کی وجہ سے اس بے چارے کی زندگی ہی کرکری ہو کر رہ گئی۔ اس نے ایک دن ابوعلی فہری سے اپنی بیماری کی شکایت کی۔

ابوعلی نے اس سے کہا: تم کسی دن امام علی نقی علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان سے اپنے لیے دعا کراؤ۔ اور اگر انہوں نے تمہارے لیے دعا کر دی تو مجھے یقین ہے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔

ایک دن امام علیہ السلام متوکل کے محل سے واپس آ رہے تھے۔ جوان نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو وہ اٹھا کہ آپ سے دعا کی درخواست کرے۔ آپ نے اس سے تین مرتبہ فرمایا:

دور ہو جاؤ۔ خدا تمہیں صحت دے۔

اس شخص کو حضرتؑ کے پاس جانے کی جرأت نہ ہوئی اور وہاں سے ابوعلی کے پاس آیا اور اسے سارا حال سنایا۔ ابوعلی نے کہا: تجھے مبارک ہو' امام نے تو تیرے لیے دعا

کردی ہے۔اب تم اپنے گھر جاؤ۔

وہ شخص اپنے گھر گیا اور وہاں اس نے رات بسر کی جب صبح بیدار ہوا تو اس کے بدن پر برص کا نام ونشان تک نہیں تھا۔(الثاقب فی المناقب' ص ۵۵۴۔الخرائج' جلد ا' ص ۳۹۹)

پرندے اور احترامِ امام

ابو ہاشم جعفری راوی ہیں کہ متوکل نے ایک جالی دار نشست گاہ بنوائی تھی جس میں سے دھوپ چھن چھن کر آتی تھی اور اس نے بہت سی چڑیاں وہاں پال رکھی تھیں جو ہر وقت چہچہاتی رہتی تھیں اور جب سلامی کے دن وہ وہاں بیٹھتا تو چڑیوں کی آوازوں کی وجہ سے پتہ نہ چلتا تھا کہ لوگ اس سے کیا کہہ رہے ہیں یا وہ لوگوں سے کیا کہہ رہا ہے۔لیکن جب امام علی نقی علیہ السلام وہاں قدم رکھتے تو تمام چڑیاں خاموش ہو جاتی تھیں اور مکمل سناٹا چھا جاتا تھا۔اور جب آپؑ چلے جاتے تو چڑیاں پھر بولنے لگ جاتی تھیں۔

متوکل نے بہت سے کبوتر بھی پال رکھے تھے اور جب متوکل سلامی کے گھر میں آ کر بیٹھتا تو کبوتر چھوڑے جاتے تھے وہ اوپر جا کر ایک دوسرے سے لڑتے تھے اور متوکل انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوتا تھا لیکن جب امام علی نقی علیہ السلام وہاں تشریف لاتے تو سارے کبوتر اپنی اپنی جالیوں میں چھپ جاتے تھے اور جب تک آپ وہاں موجود رہتے تو وہ کسی طرح کی حرکت نہ کرتے تھے۔

(الخرائج' جلد ا' ص ۴۰۴۔الصراط المستقیم' جلد ۲' ص ۲۰۴)

زینب کذابہ اور برکۃ السباع

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ متوکل کے زمانہ میں ایک عورت نے زینب بنت علی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور وہ متوکل کے پاس آئی اور اس سے کہا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی زینب بنت علی ہوں۔

متوکل نے کہا: یہ بات غلط ہے کیونکہ تو ایک جوان عورت ہے جب کہ رسول اکرمؐ کی نواسی کو دنیا چھوڑے ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔

اس نے کہا: اصل بات یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا کی تھی کہ خدایا! اسے ہر چالیس سال بعد جوان بنا دینا۔

اب تک میں نے لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو پیش نہیں کیا اب میں ایک ضرورت کی وجہ سے آپ لوگوں کے سامنے آئی ہوں۔

متوکل نے آل ابی طالب، بنی عباس اور قریش کو بلایا اور ان سے کہا کہ تم اس عورت کے متعلق کیا کہتے ہو؟

لوگوں نے کہا: یہ جھوٹ بولتی ہے نواسی رسول نے فلاں سن میں وفات پائی تھی۔

متوکل نے اس عورت سے کہا تو اس گواہی کے متعلق کیا کہتی ہے؟

اس نے کہا: ان لوگوں کو کچھ معلوم نہیں ہے اور یہ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ ان لوگوں کو صرف اس وجہ سے مغالطہ ہوا ہے کہ میں ایک عرصہ تک لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہی اسی لیے ان لوگوں نے میرے مرنے کی روایت بنا ڈالی ہے۔

متوکل نے کہا: بھلا تم لوگوں کے پاس اس روایت کے علاوہ بھی کوئی دوسری دلیل موجود ہے جس سے اس کو جھوٹا ثابت کیا جا سکے؟

لوگوں نے کہا: اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دوسری دلیل موجود نہیں ہے۔

متوکل نے کہا: اگر اس کی تردید میں کوئی مضبوط دلیل پیش نہ کی گئی تو میں اسے رہا کر دوں گا۔

اہل دربار نے کہا: تم امام علی نقی علیہ السلام کو بلا لو۔ ممکن ہے کہ ان کے پاس اس کی تردید کے لیے کوئی محکم دلیل موجود ہو۔

متوکل نے اپنا آدمی بھیجا اور آپؑ دربار میں تشریف لے آئے۔ متوکل نے اس عورت کا دعویٰ آپؑ کے سامنے پیش کیا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ جھوٹی ہے۔ ہماری دادی نے تو فلاں سن' فلاں مہینہ اور فلاں دن میں وفات پائی تھی۔

متوکل نے کہا: یہی بات تو دوسرے بزرگ بھی بیان کر چکے ہیں مگر میں اس سے بھی کوئی مضبوط دلیل سننا چاہتا ہوں۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

' میرے پاس ایک ایسی مضبوط دلیل موجود ہے جس کے سامنے یہ عورت ٹھہر نہیں سکتی۔

متوکل نے کہا: وہ کیا دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے اولاد فاطمہ کا گوشت درندوں پر حرام کر دیا ہے۔ تم اسے درندوں کے کٹہرے میں پھینک دو اگر یہ زینب بنت علی ہو گی تو درندے اسے کوئی نقصان نہ دیں گے۔

یہ سن کر عورت نے کہا: اس ذریعہ سے تو یہ مجھے قتل کرانا چاہتے ہیں۔ اور اگر یہ بات درست ہے تو دربار میں بہت سی اولاد فاطمہ موجود ہے پہلے ان پر تجربہ کر لیا جائے تو پھر مجھ سے اس بات کا مطالبہ کیا جائے۔

یہ سننا تھا کہ پورے مجمع پر خاموشی چھا گئی۔ کچھ حاسدوں نے کہا:

اگر یہ بات درست ہے تو یہ خود درندوں کے کٹہرے میں جا کر دکھائیں۔

متوکل نے جب یہ بات سنی تو اس نے آپؑ سے کہا:

ابوالحسن! آپؑ خود ہی یہ تکلیف فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

پھر آپؑ کو ایک سیڑھی دی گئی اس کے سہارے آپؑ درندوں کے کٹہرے میں اترے۔ وہاں چھ عدد شیر تھے۔ آپؑ کٹہرے کے اندر جا کر بیٹھ گئے جب درندوں نے

آپؑ کو دیکھا تو وہ آگے بڑھے اور انہوں نے آپؑ کے سامنے اپنے سر جھکا دیئے اور اپنے اگلے پنجے پھیلا دیئے۔ پھر آپؑ نے ہر ایک کے سر پر دست شفقت پھیرا اور انہیں اشارہ کیا کہ دوسرے گوشے میں چلے جاؤ۔

آپؑ کا اشارہ پاتے ہی وہ ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گئے۔

متوکل کے ایک وزیر نے متوکل سے کہا کہ خدارا علی نقی علیہ السلام کو جلد باہر نکالیں اگر یہ خبر لوگوں میں پھیل گئی تو لوگ ان کے گرویدہ ہو جائیں گے۔

متوکل نے کہا: ابوالحسن! میں نے آپؑ کو کسی بری نیت سے نہیں بھیجا تھا بلکہ آپؑ کی بات کو آزمانا چاہتا تھا۔ اب آپؑ سیڑھی کے ذریعہ سے اوپر آ جائیں۔

جب آپؑ سیڑھی کی طرف بڑھے تو سارے شیر آپؑ کے قریب آ گئے اور آپؑ کے کپڑوں کے بوسے لینے لگے۔ آپؑ نے اشارے سے فرمایا کہ اب واپس جاؤ۔ وہ سب واپس چلے گئے اور آپ بخیریت اوپر تشریف لے آئے۔

متوکل نے یہ معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو اس نے اس عورت سے کہا:

اب تمہاری باری ہے۔ اب تم کٹہرے میں جا کر اپنے دعویٰ کو سچ کر دکھاؤ۔

اس عورت نے چیخ کر کہا: میں جھوٹی ہوں میں تو فلاں شخص کی بیٹی ہوں۔

متوکل نے کہا: اسے پکڑ کر درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیا جائے۔ نوکروں نے اسے پکڑ کر کٹہرے میں ڈال دیا جہاں اسے درندے چٹ کر گئے۔

(مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص۴۱۶۔ الخرائج' جلد۱' ص۴۰۴)

کتاب ثاقب المناقب میں اس واقعہ کے ضمن میں مذکور ہے کہ جب امام علی نقی علیہ السلام نے اولاد فاطمہ کی یہ پہچان بتائی کہ ان کا گوشت درندوں پر حرام ہے تو اس عورت نے کہا میں نے جھوٹ بولا تھا۔ پھر وہ گدھے پر سوار ہو کر سامرہ سے چلی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ نے اولاد فاطمہؑ کا جو میزان بتایا تھا اس پر آپؑ خود عمل کر کے دکھائیں۔

آپؑ نے آمادگی کا اظہار کیا۔ متوکل نے تین دن تک شیروں کو بھوکا رکھوایا۔ پھر اس نے آپؑ سے کہا کہ اب آپؑ کٹہرے میں اتریں۔

ابن حمدون اور علی بن یحییٰ کا بیان ہے کہ ہم اس جماعت میں موجود تھے جنہوں نے امام علی نقی علیہ السلام کو درندوں کے کٹہرے میں اترتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپؑ کے اترنے سے پہلے شیروں کی آوازوں سے کلیجے دہل رہے تھے اور جب آپؑ سیڑھی سے اترے تو ان کے کٹہرے میں سناٹا چھا گیا اور تمام درندے اٹھ کر آپؑ کا طواف کرنے لگ گئے۔ آپؑ نے سب کے سروں پر دست شفقت پھیرا۔ کافی دیر کے بعد آپؑ سیڑھی کے ذریعہ سے اوپر آئے۔

آپؑ کے اس معجزہ سے متوکل بہت خوش ہوا اور اس نے آپؑ کو بہت سا انعام دیا۔

ابن جہم نے جب امام کا یہ معجزہ دیکھا تو اس نے متوکل سے کہا:

امیر المومنین! آپ بھی امام ہیں۔ آپ بھی اپنے ابن عم کی طرح سے درندوں کے کٹہرے میں جائیں۔

متوکل نے ڈانٹ کر کہا: اپنی زبان بند رکھ اگر کسی نے بھی یہ بات کی تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۵۴۵)

گھوڑے کی حضرتؑ سے گفتگو

احمد بن ہارون کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام علی نقی کے ایک غلام کو پڑھانے میں مصروف تھا اور یہ پڑھائی آپؑ کے گھر سے باہر ایک خیمہ میں ہو رہی تھی۔ اتنے میں آپؑ گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ ہم آپؑ کے احترام میں کھڑے ہو گئے اور ہم آپؑ کی رکاب تھامنے کے لیے آگے بڑھے مگر ہمارے پہنچنے سے پہلے آپؑ خود ہی گھوڑے سے اتر گئے اور آپؑ نے اپنے گھوڑے کی لجام خیمہ کی طناب میں اٹکا دی اور اندر تشریف

لائے۔

آپؑ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

احمد! مدینہ کب جاؤ گے؟

میں نے کہا: میں تو آج رات ہی جانے والا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا میں تمہیں ایک خط لکھ کر دیتا ہوں تم میرا یہ خط فلاں تاجر کو پہنچا دینا۔

میں نے کہا: اچھا لکھ دیں۔

آپؑ نے غلام سے فرمایا کہ جاؤ کاغذ، قلم دوات لے آؤ۔

غلام قلم دوات لینے چلا گیا۔ اس دوران آپؑ کا گھوڑا ہنہنایا اور اس نے دم ہلائی۔

آپؑ نے اس سے فارسی میں کہا: کیا تکلیف ہے؟

وہ دوبارہ ہنہنایا۔ آپؑ نے اس کی پشت پر تھپکی دی اور فارسی میں فرمایا:

لجام چھڑا کر باغ کے ایک گوشے میں چلا جا اور اپنی ضروریات پوری کر کے واپس آ جا اور پھر اسی مقام پر آ کر کھڑا ہو جا۔

گھوڑے نے سر اٹھا کر لجام چھڑائی اور باغ کے ایک ویران گوشے میں چلا گیا وہاں اس نے پیشاب اور لید کی۔ پھر واپس اپنی جگہ پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر میرے دل میں عجیب عجیب خیالات پیدا ہوئے۔ شیطان نے بھی دل میں وسوسہ ڈالا۔ آپؑ نے میری کیفیت محسوس کر کے فرمایا:

احمد! اللہ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ اور داؤدؑ اور آلِ داؤدؑ کو جو کرامات دی ہیں اس کے مقابلہ میں تم نے جو کچھ بھی دیکھا ہے اس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! یہ بتائیں کہ گھوڑے نے آپؑ سے کیا کہا تھا اور آپؑ نے اسے کیا

جواب دیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا:

اس نے مجھ سے کہا تھا کہ مولاؑ آئیں اور گھر چلیں تا کہ میں فارغ ہو جاؤں۔

میں نے کہا تھا کہ مجھے یہاں کچھ کام ہے' فارغ ہو جاؤ تو چلوں گا۔

گھوڑے نے کہا: مجھے پیشاب وغیرہ کی ضرورت ہے اور یہاں آپؑ کے سامنے یہ نامناسب ہے۔

میں نے کہا: اچھا پھر باغ کے کسی ویران کونے میں چلا جا اور اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر واپس یہاں آ جا۔

چنانچہ گھوڑے نے وہی کیا جو تم نے دیکھا۔

اتنے میں غلام کاغذ قلم دوات لے کر آ گیا۔ آپؑ نے خط لکھنا شروع کیا۔ سورج ڈوب گیا اور تاریکی چھا گئی اور میں نے غلام سے کہا کہ جاؤ گھر سے شمع لے کر آؤ تا کہ تمہارے آقا روشنی میں کچھ لکھ سکیں۔

غلام شمع لینے کے لیے کھڑا ہوا تو آپؑ نے فرمایا: اس کی ضرورت نہیں ہے۔

آپؑ نے ایک طویل خط لکھا یہاں تک کہ شفق بھی غائب ہو گئی۔ پھر آپؑ نے غلام سے فرمایا:

اس کے اوراق سیدھے کر دو اور اسے لفافہ میں ڈال دو۔

غلام نے اوراق سیدھے کیے اور خط کو لفافہ میں ڈالا۔ پھر آپؑ نے اس پر اسی تاریکی میں ہی کھڑے کھڑے مہر لگائی اور مہر لگاتے وقت آپؑ نے یہ بھی نہ دیکھا کہ مہر کا سیدھا حصہ لگا رہے ہیں یا الٹا۔ پھر آپؑ نے وہ خط میرے حوالے کیا اور اٹھ کر جانے لگے۔ میں نے چاہا کہ وہاں سے روانہ ہونے سے قبل نماز پڑھ لوں۔ آپؑ نے فرمایا:

احمد! مدینہ جا کر مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھ لینا اور جب تم وہاں نماز عشاء سے فارغ ہو جاؤ گے تو وہ شخص تمہیں مسجد نبوی میں ہی مل جائے گا اور اسے میرا یہ خط پہنچا دینا۔

احمد کہتے ہیں کہ میں وہاں سے روانہ ہوا اور جب مدینہ پہنچا تو اس وقت عشاء کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ میں مسجد نبوی میں گیا اور نماز مغرب پڑھی۔ پھر میں نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے اس مطلوبہ شخص کو تلاش کیا تو وہ مجھے مسجد میں ہی مل گیا۔ میں نے اسے حضرتؑ کا خط پہنچایا۔

تاریکی کی وجہ سے وہ خط نہ پڑھ سکا۔ اس نے چراغ منگوایا اور لفافہ چاک کیا۔ میں نے اسے خط پڑھ کر سنایا اور عجیب بات یہ تھی کہ خط کی نہ تو لائنیں ٹیڑھی تھیں اور نہ ہی مہر الٹی لگی ہوئی تھی۔

اس شخص نے مجھ سے کہا کہ کل آنا میں تمہیں خط کا جواب لکھ کر دوں گا۔

میں دوسرے دن گیا۔ اس نے خط کا جواب مجھے لکھ کر دیا۔ میں اس کا جواب لے کر امام علیہ السلام کے پاس گیا تو آپؑ نے فرمایا:

کیا وہ شخص تمہیں وہاں مل گیا تھا؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: بہت اچھا۔ (الخرائج والجرائح، جلد۱، ص ۴۰۸۔ اثبات الہداۃ، جلد۳، ص ۳۷۶۔ الصراط المستقیم، جلد۲، ص ۲۰۳)

یہ مجھے قتل نہ کر سکیں گے بلکہ خود قتل ہو جائیں گے

ابن ارومہ کا بیان ہے کہ میں دور متوکل میں سامرہ گیا اور سعید حاجب کے پاس گیا۔ اس دور میں متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام کو شہید کرنے کے لیے اس کے حوالے کیا تھا۔

سعید حاجب نے مجھ سے کہا: کیا تو اپنے اللہ کو دیکھنا چاہتا ہے؟

میں نے کہا: خدا تو دیکھے جانے سے پاک ہے۔

سعید حاجب نے کہا: میرا مقصد ہے کہ کیا تو اپنے امام کو دیکھنا چاہتا ہے؟

مجھے خلیفہ کی طرف سے اس کے قتل کا حکم مل چکا ہے اور میں ہی اسے قتل کروں گا۔ اس وقت اس کے پاس ایک قاصد گیا ہوا ہے جب وہ باہر آ جائے تو تم چلے جانا۔

جب قاصد باہر آیا تو اس نے مجھ سے کہا: اب تم اندر جاؤ۔

میں جب اس گھر میں گیا جہاں آپؑ قید تھے تو میں نے دیکھا کہ آپؑ کے پہلو میں قبر کھدی ہوئی تھی۔ میں آپؑ کے پاس گیا اور میں نے آپؑ کو سلام کیا اور زار و قطار رونے لگا۔

آپؑ نے فرمایا: تم کیوں رو رہے ہو؟

میں نے کہا: میری آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں بھلا روؤں نہیں تو اور کیا کروں؟

آپؑ نے فرمایا: اس کے لیے تمہیں رونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لوگ ایسا نہ کر سکیں گے۔

یہ سن کر مجھے ایک گونہ تسلی ہوئی۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

دو دن بھی نہ گزریں گے کہ اللہ اس کا اور اس کے ساتھی (متوکل) کا خون بہا دے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم آپؑ کا فرمان حرف بہ حرف پورا ہوا اور دو دن نہیں گزرے تھے کہ متوکل اور سعید حاجب دونوں قتل ہو گئے۔

میں نے وہاں زندان میں آپؑ سے عرض کیا

مولاؑ! آپؑ کے نانا جانؐ کی حدیث ہے:

لا تعادوا الایام فتعادیکم

''تم دنوں سے دشمنی نہ کرو ورنہ وہ تم سے دشمنی کریں گے''۔

اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس حدیث کی تاویل ہے اور وہ یہ ہے کہ ''السبت'' سے رسولؐ خدا مراد ہیں۔ ''الاحد'' سے امیر المومنین مراد ہیں۔ ''الاثنین'' سے حسن و حسین علیہم

السلام مراد ہیں۔ ''الثلاثا'' سے علی بن الحسین' محمد بن علی اور جعفر بن محمد مراد ہیں۔
''الاربعاء'' سے موسیٰ بن جعفر' علی بن موسیٰ' محمد بن علی اور میں علی بن محمد مراد ہوں۔
''الخمیس'' سے میرا بیٹا حسن عسکری مراد ہے اور ''الجمعۃ'' سے قائم اہل بیت مراد ہے۔
(الخرائج' جلد ا' ص ۴۱۲۔ حلیۃ الابرار' جلد ۲' ص ۴۶۵۔ جمال الاسبوع' ص ۳۶-۳۷)

لشکرِ متوکل اور لشکرِ امام

بیان کیا جاتا ہے کہ خلفائے بنی عباس میں سے متوکل یا واثق میں سے سامرہ میں قیام پذیر نوے ہزار ترکوں کی فوج کو حکم دیا کہ فلاں دن ان میں سے ہر ایک ایک گھوڑے کے دانہ کھانے کو توبرے میں سرخ مٹی بھر کر لائے اور فلاں مقام پر ڈالتا جائے۔

تمام فوجیوں نے اس کے حکم پر عمل کیا تو وہاں پر مٹی کا ایک بڑا پہاڑ سا بن گیا اور اس کا نام ''تل الخالی'' (توبروں کا ٹیلہ) پڑ گیا۔

جب وہ مصنوعی پہاڑ بن گیا تو خلیفہ نے امام علی نقی علیہ السلام کو ساتھ لیا اور اس پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس نے امام سے کہا:

میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے تا کہ تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ میرے پاس کتنی بڑی فوج ہے اور کتنا بڑا اسلحہ ہے اور کیا ہی میری شان و شوکت اور رعب و دبدبہ ہے۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کے خلاف اگر کوئی خروج کرنا چاہے تو پہلے اس کی فوجی قوت کا اندازہ کرے۔ اسے دوسروں کے علاوہ خود امام علی نقی علیہ السلام سے یہ خوف تھا کہ وہ اپنے کسی رشتہ دار کی سرپرستی کر کے اس کے خلاف مسلح خروج ہی نہ کرا دیں۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

تم نے اپنی فوج اور اس کی شان و شوکت دکھائی ہے تو کیا میں بھی تجھے اپنی فوج اور اس کی شان و شوکت دکھاؤں؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ اگر آپؑ کے پاس کوئی فوج ہے تو ضرور دکھائیں۔

آپؑ نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور پھر اس سے فرمایا کہ اب میری فوج دیکھو۔

جوں ہی خلیفہ نے نگاہ اٹھائی تو اسے زمین سے آسمان تک اور مشرق سے مغرب تک فرشتوں کی فوج دکھائی دی جو کہ اسلحہ سے لیس تھی۔

جب خلیفہ نے حضرتؑ کی خدائی فوج ملاحظہ کی تو وہ بے ہوش ہوگیا اور جب وہ ہوش میں آیا تو آپؑ نے فرمایا:

دل کو مضبوط رکھو، ہمارا تمہارا اس دنیا کے لیے جھگڑا ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہمیں تمہاری دنیا کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہماری نگاہ تو ہر وقت آخرت سنوارنے پر لگی ہوئی ہے۔ تمہیں مجھ سے خطرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(الثاقب فی المناقب، ص ۵۵۷۔ الخرائج، جلد ۱، ص ۴۱۴)

صحرا میں درخت اور چشمے

ابو محمد بصری نے ابراہیم بن محمد کے کاتب ابوالعباس سے روایت کی ہے کہ ہمارے درمیان ایک مرتبہ امام علی نقی علیہ السلام کا ذکر چھڑا تو ابوالعباس نے کہا:

ابو محمد! بات یہ ہے کہ مجھے عقیدہ امامت سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور میں اپنے بھائی اور دوسرے ایسے لوگ جو کہ عقیدہ امامت کے قائل تھے ان پر سخت اعتراضات کیا کرتا تھا اور انہیں گالیاں تک دیتا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام کو مدینہ سے طلب کیا اور اس نے ایک وفد بھیجا جس میں مَیں بھی شامل تھا۔

ہم علی نقی علیہ السلام کو مدینہ سے لے کر روانہ ہوئے۔ ہم راستہ طے کرتے ہوئے ایک منزل پر پہنچے تو ہم نے عرض کیا: حکم ہو تو یہاں کچھ دیر کے لیے قیام کرلیں؟

انہوں نے فرمایا: نہیں، سفر جاری رکھو۔

مجبوراً ہم کچھ کھائے پیئے بغیر آگے بڑھ گئے اور جوں جوں وقت گزرتا گیا' گرمی میں اضافہ ہوتا گیا اور ہماری بھوک پیاس بھی بڑھ گئی اور عین گرمی کے وقت ہم ایک بے آب وگیاہ صحرا سے گزر رہے تھے جہاں نہ تو کوئی درخت تھا اور نہ ہی دُور دُور تک پانی ملنے کا کوئی امکان تھا۔ اور جب گرمی اور بھوک پیاس سے ہمارا حشر ہونے لگا تو ہم نے حسرت آمیز نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

آپؑ ہماری معنی خیز نگاہوں کو سمجھ گئے اور ہم سے فرمایا:

معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں بھوک اور پیاس نے کافی تنگ کیا ہے۔

ہم نے کہا: جی ہاں' ہم تنگ آ چکے ہیں اور سخت تھکاوٹ محسوس کر رہے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اگر یہ بات ہے تو پھر یہاں کچھ دیر کے لیے آرام کرلو اور کھانا کھالو۔

آپؑ کی یہ بات سن کر ہمیں سخت تعجب ہوا کہ بے آب وگیاہ مقام پر کیسے پڑاؤ ڈالیں اور پانی کہاں سے حاصل کریں!!

آپؑ نے پھر زور دے کر کہا کہ یہاں قیام کرو۔

میں نے سب سے پہلے اونٹ بٹھایا تو میں نے دیکھا کہ وہاں دو عظیم الشان گھنے اور سایہ دار درخت تھے جن کی چھاؤں میں ہزاروں افراد آرام کر سکتے تھے اور ان کے قریب ہی ایک ٹھنڈے پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔

میں اپنی زندگی میں کئی بار وہاں سے گزرا تھا اور میں نے اس صحرا میں یہ درخت اور چشمہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بہرحال ہم سب نے وہاں پر پڑاؤ ڈالا اور کھانا کھایا۔ ٹھنڈے پانی سے پیاس بجھائی اور کچھ دیر تک آرام کیا۔

میں حیران ہو کر یہ سارا ماجرا دیکھتا رہا۔ پھر میں نے غور سے امام علی نقی علیہ السلام کو دیکھا تو آپؑ نے مسکرا کر منہ پھیر لیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس ماجرا کی ضرور تحقیق کروں گا۔

پھر میں ٹہلتا ہوا چشمہ کے پاس گیا۔ وہاں میں نے اپنی تلوار زمین میں دبا دی اور نشانی کے طور پر اس پر دو پتھر رکھ دیئے۔ پھر میں نے وضو کر کے وہاں نماز پڑھی سر

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

اگر تم نے آرام کر لیا ہے تو پھر خدا کا نام لے کر یہاں سے کوچ کرو۔

ہم نے وہاں سے کوچ کیا۔ جب قافلہ کچھ آگے بڑھ گیا تو میں اپنی تلوار لینے کے لیے وہاں واپس آیا جہاں میں نے تلوار دفن کی تھی وہ وہاں پر موجود تھی اور ہمارے قیام کے نشانات بھی موجود تھے جب کہ وہاں نہ تو سایہ دار درخت تھے اور نہ ہی کسی چشمہ کا کوئی نام و نشان تھا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے پروردگار عالم سے دعا مانگی کہ مجھے ان کی محبت اور ایمان و معرفت پر ثابت قدم فرمائے۔

اس کے بعد میں بڑی تیزی سے اپنے قافلہ سے ملحق ہو گیا۔

امام علی نقی علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

ابوالعباس! تم نے تسلی کر لی ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں' مولا! مجھے پہلے کچھ شک تھا اور اب مجھے آپؑ کی امامت کا یقین ہو گیا ہے اور آپؑ کی محبت کا سرمایہ پا کر میں دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ مالدار بن چکا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں' ایسا ہی ہے اور ایسے لوگوں کی تعداد پہلے سے طے شدہ ہے۔ نہ تو ان میں کمی آ سکتی ہے اور نہ ہی ان کی تعداد بڑھ سکتی ہے۔ (الخرائج' جلد ۱' ص ۴۱۵۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۷۸۔ الصراط المستقیم' جلد ۲' ص ۲۰۵)

رُعب امامؑ

ابوسعید سہل بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سامرہ میں ابوالعباس فضل

بن احمد بن اسرائیل کاتب کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ محفل میں امام علی نقی علیہ السلام کا تذکرہ چھڑا۔

میزبان نے مجھ سے کہا:

ابوسعید! میں تمہیں ان کے متعلق ایک ایسی بات بتانا چاہتا ہوں جو میرے والد نے مجھ سے بیان کی تھی۔ میرے والد نے کہا تھا کہ میں جب ''معتز'' فرزند متوکل کا کاتب تھا تو ایک دن وہ اپنے باپ متوکل کے سامنے گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ دربار میں گیا البتہ میں پردہ کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔

اس سے پہلے متوکل کا دستور تھا کہ جب بھی ''معتز'' اس کے پاس جاتا تھا تو وہ خوش آمدید کہتا تھا اور اسے بیٹھنے کا کہتا تھا لیکن اس بار متوکل اتنے غصہ میں تھا کہ اس نے آنکھ اٹھا کر بھی اپنے بیٹے کو نہ دیکھا اور کھڑے کھڑے معتز کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ ایک پاؤں اٹھاتا اور دوسرا زمین پر رکھتا تھا۔ اور اس کا چہرہ ہر لمحے تبدیل ہو رہا تھا۔

پھر اس نے اپنے وزیر فتح بن خاقان سے کہا کہ تو اس کا دفاع کرتا رہتا ہے اور تو اس کے متعلق اچھے نظریات رکھتا ہے۔ جب کہ آج میں اسے قتل کر کے رہوں گا کیونکہ وہ بے بنیاد دعوے کرتا ہے اور میرے طرز حکومت پر نکتہ چینی کرتا رہتا ہے۔ آج میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

فتح بن خاقان اس کے غصہ کی آگ بجھانے میں مصروف تھا اور وہ اس سے کہہ رہا تھا:

امیر المومنین! آپ حوصلہ رکھیں اس کے خلاف آپ کو جھوٹی باتیں بتائی گئی ہیں۔

اس کے بعد متوکل نے چار اہل خزر کو بلایا اور ہر ایک کے ہاتھ میں اس نے تلوار تھما دی اور ان سے کہا کہ میں ابھی ابوالحسن کو بلاتا ہوں جیسے ہی وہ آئیں تم اس کے ٹکڑے اڑا دینا اور آج میں اسے صرف قتل ہی نہیں کروں گا بلکہ اس کی لاش کو بھی جلا دوں گا۔

متوکل کی یہ سب باتیں میں پردے کے پیچھے سے سنتا رہا۔ پھر میں نے یہ دیکھا:

کہ کچھ دیر کے بعد ابوالحسن علی نقی دربار متوکل میں آئے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے لب متحرک تھے اور وہ کوئی دعا پڑھنے میں مصروف تھے اور آپؑ نہ تو گھبراہٹ کا شکار تھے اور نہ ہی آپؑ کے چہرے پر کسی طرح کا اضطراب دکھائی دیتا تھا۔

متوکل کی نظر جیسے ہی آپؑ پر پڑی تو وہ تخت سے اتر کر دوڑتا ہوا آپؑ کے پاس آیا اور آپؑ کی پیشانی اور ہاتھوں کو چومنے لگا اور اس نے کہا:

میرے سیدؑ فرزندِ رسولؐ اور میرے ابن عم! آپؑ نے یہاں آنے کی کیوں زحمت کی؟

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

میرے پاس تمہارا قاصد آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ متوکل آپؑ کو بلا رہا ہے۔

متوکل نے کہا: اس حرامزادے نے جھوٹ کہا۔ آپؑ واپس چلے جائیں۔

پھر اس نے آواز دے کر کہا: فتح! عبیداللہ! اور معتز! تم اپنے سردار کو ان کے گھر تک لے جاؤ۔

جب اہل خزر نے حضرتؑ کو دیکھا تو وہ آپؑ کے سامنے تعظیم کے لیے جھک گئے۔ جب آپؑ چلے گئے تو متوکل نے ان کرائے کے قاتلوں کو بلا کر ترجمان سے کہا کہ تم ان سے پوچھو کہ انہوں نے میرے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا؟

ان لوگوں نے ترجمان سے کہا: ہم ان کی ہیبت سے مرعوب ہو گئے تھے اور جب وہ آئے تو ہم نے دیکھا ان کے گرد سو سے زیادہ محافظ موجود تھے جنہوں نے تلواریں اٹھا رکھی تھیں۔ ان کے مقابلے میں ہمیں حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

متوکل نے فتح بن خاقان سے مسکراتے ہوئے کہا:

فتح! یہی تیرے امام ہیں؟

فتح بن خاقان نے مسکرا کر کہا: اس ذات کی حمد ہے جس نے ان کے چہرے کو منور رکھا اور ان کی حجت کو روشن کیا۔

کتاب ثاقب المناقب کے مصنف اس واقعہ کے بعد لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس واقعہ کا تتمہ اس مشہور داستان پر تمام ہوتا ہو جس میں یہ کہا گیا کہ متوکل نے ان خزری غلاموں کو قتل کرا دیا اور پھر امام علی نقی علیہ السلام نے اعجاز امامت سے انہیں زندہ کیا تھا۔ واللہ اعلم! (الثاقب فی المناقب' ص ۵۵۶۔ الخرائج' جلد ۱' ص ۴۱۷۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۷۹۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۳۹۵-۳۹۶)

مُردے زندہ کرنا

ابراہیم نے اپنے والد ''بلطون'' سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں ایک دور میں متوکل کا حاجب تھا۔ ایک بادشاہ نے اس کے پاس پچاس خزری غلام بطور تحفہ روانہ کیے۔ متوکل نے وہ غلام میرے سپرد کیے اور مجھ سے کہا کہ تم انہیں ہمارے دربار کے آداب تعلیم کرو۔

میں ایک سال تک ان کی تربیت کرتا رہا۔ پھر ایک دن وہ دربار میں مؤدب ہو کر کھڑے تھے کہ امام علی نقی علیہ السلام تشریف لائے۔ آپؑ کو دیکھ کر متوکل نے تعظیم کی اور پچاس خزری غلام ان کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔ جب امام علی نقی علیہ السلام دربار سے واپس چلے گئے تو متوکل نے مجھے بلا کر کہا:

بلطون! ان غلاموں نے یہ کیا کیا؟

میں نے کہا: مجھے خود نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ حرکت کیوں کی؟

متوکل نے کہا: تم ان سے خود یہ بات دریافت کرو۔

میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا یہ بزرگوار ہر سال ہمارے ہاں آتے ہیں اور ہمیں دین کی تعلیم دیتے ہیں اور ہر سال یہ ہمارے ہاں دس دن تک قیام کرتے ہیں اور ہمیں ان کے متعلق معلوم ہے کہ یہ مسلمانوں کے نبی کے وصی ہیں۔

جب میں نے متوکل کو ان کی گفتگو سے آگاہ کیا تو اس نے حکم دیا کہ ان سب کو

ذبح کردو۔

میں نے متوکل کے حکم کی تعمیل کی اور ان سب کو ذبح کر دیا۔

نماز عشاء کے وقت میں امام علی نقی علیہ السلام کے پاس گیا تو دروازے پر ایک خادم کھڑا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ مجھے اندر لے گیا۔

اندر امام علی نقی علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

بلطون! تم نے خزری غلاموں کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

میں نے کہا کہ خلیفہ کے حکم پر میں نے سب کو قتل کرا دیا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا وہ سب کے سب قتل ہو گئے؟

میں نے کہا: جی ہاں! وہ سارے کے سارے مارے گئے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم انہیں دیکھنا پسند کرو گے۔

میں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے ایک پردہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ پردہ اٹھا کر اندر چلے جاؤ۔

میں اندر گیا تو وہ سب کے سب وہاں بیٹھے ہوئے پھل کھا رہے تھے۔

(الثاقب فی المناقب، ص ۵۲۹)

زمین سے چاندی برآمد کرنا

ابو ہاشم جعفری راوی ہیں کہ جس سال ترکی سردار ''بغا'' نے حج کیا تھا اس سال میں بھی حج پر گیا تھا اور جب میں مدینہ پہنچا تو امام علی نقی علیہ السلام کے بیت الشرف پر گیا۔ اس وقت آپ ''بغا'' کے استقبال کے لیے گھوڑے پر سوار ہو چکے تھے۔

میں نے آپؑ کو سلام کیا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر چاہو تو ہمارے ساتھ چلو۔

میں آپؑ کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب ہم مدینہ سے نکل کر صحرا میں پہنچے تو آپؑ نے

غلام سے فرمایا:

ہم یہاں ٹھہرتے ہیں تم آگے جا کر دیکھو کہ بغا کا قافلہ یہاں سے کتنی دُور ہے؟

آپؑ کا غلام چلا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

ابو ہاشم! گھوڑے سے اتر آؤ۔

میں آپؑ کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ ان دنوں مَیں سخت غربت و احتیاج میں مبتلا تھا۔ میرے جی میں آیا کہ حضرتؑ سے کچھ طلب کروں لیکن حیا مانع تھی۔ میں زبان سے کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

آپؑ کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی۔ آپؑ نے وہ انگوٹھی زمین پر ماری تو زمین پر یہ عبارت کندہ ہوگئی:

''یہ لے لو اور اسے مخفی رکھو اور ہمیں معذور سمجھو''۔

پھر آپؑ نے اپنے چابک کو زمین پر زور سے رگڑا اور آپؑ نے زمین پر ہاتھ مار کر چاندی کی ایک ڈلی میرے سپرد کی۔ مدینہ پہنچ کر میں نے اس کا وزن کرایا تو اس کا وزن چار سو مثقال تھا۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۵۳۲)

اخبار غیب

متوکل کے بیٹے منتصر کا بیان ہے کہ میرے والد نے ایک باغ میں ''آس'' کے درخت کاشت کرائے۔ چند ہی دنوں میں وہ اچھے خاصے بڑے ہوگئے۔ میرے والد نے اپنے نوکروں سے کہا کہ ان درختوں کے گھنے سائے میں قالین بچھائیں تاکہ میں کچھ وقت وہاں بیٹھ کر اس منظر سے لطف اندوز ہوسکوں۔

قالین بچھ گئے اور میرے والد آ کر قالین پر بیٹھ گئے۔ تمام درخت سرسبز تھے مگر ایک درخت کے پتے مرجھائے ہوئے تھے اور وہ زرد رنگت اختیار کر چکے تھے۔

میرے والد نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور مجھ سے کہا:

رافضی! ذرا اپنے اس سیاہ رنگ کے "رب" سے یہ تو پوچھو کہ یہ درخت کیوں کملایا ہوا ہے کیونکہ تو ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ علمِ غیب جانتے ہیں۔

میں نے کہا: امیر المومنین! وہ علمِ غیب نہیں جانتے۔

دوسرے دن میں صبح سویرے امام علی نقی علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں اپنے والد کی گفتگو کی اطلاع دی۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

بیٹا! وہاں چلے جاؤ اور اس کی جڑ کو جا کر کھودو۔ اس کی جڑوں کے نیچے تمہیں ایک پرانی کھوپڑی دکھائی دے گی۔ اس کھوپڑی کی بدبو اور بخارات کی وجہ سے اس درخت کی صحیح نشوونما نہ ہو سکی اور اس نے زرد رنگت اختیار کر لی ہے۔

مختصر نے کہا کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا اور جب میں نے اس کی جڑیں کھدوائیں تو اس کے نیچے ایک بوسیدہ کھوپڑی پڑی تھی۔ میں نے آ کر اپنے والد کو حضرتؑ کے علم کی اطلاع دی تو میرے والد نے کہا:

بیٹا! خبردار کسی سے یہ بات بیان نہ کرنا۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۵۳۸)

سعید صغیر حاجب کا بیان ہے کہ ایک دن میں سینئر حاجب سعید بن صالح کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا:

سعید! میں نے بھی تمہاری طرح سے عقیدہ تشیع اختیار کر لیا ہے۔

میں نے کہا: میں یہ ماننے پر آمادہ نہیں ہوں۔

اس نے کہا: خدا کی قسم! میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔

میں نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے عقیدۂ تشیع کیوں اپنایا؟

اس نے مجھ سے کہا:

ایک مرتبہ رات کے وقت متوکل نے مجھے حکم دیا کہ تم اس وقت علی نقی علیہ السلام کے گھر جاؤ اور جا کر دیکھو وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟

میں نے متوکل کے حکم پر عمل کیا اور میں حضرتؑ کے گھر میں داخل ہوا۔ اس وقت آپؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں کھڑا ہو کر آپؑ کو دیکھتا رہا۔ جب انہوں نے نماز مکمل کر لی تو وہ مجھ سے مخاطب ہوئے:

سعید! یہ جعفر (متوکل کا اصل نام) اس وقت تک باز نہ آئے گا جب تک اس کے وجود کے چیتھڑے نہ اڑیں گے؟ جاؤ چلے جاؤ اور یہاں سے غائب ہو جاؤ۔

حضرتؑ کا لہجہ اتنا رعب دار تھا کہ میں وہاں مزید ٹھہر نہ سکا۔ میں وہاں سے روانہ ہوا اور میں چاہتا تھا کہ متوکل کو حضرتؑ کے الفاظ سے مطلع کروں۔ چنانچہ جیسے ہی میں محل کے قریب گیا تو مجھے وہاں سے چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ متوکل قتل ہو چکا ہے۔

جب سے میں نے امام علی نقی علیہ السلام کے اس فرمان کو پورا ہوتا ہوا دیکھا تو میں نے اپنے فاسد عقائد سے توبہ کی اور میں نے بھی عقیدۂ تشیع اختیار کر لیا۔

(الثاقب فی المناقب، ص ۵۳۹)

ایک نوجوان کو دشمنانِ آلِ محمدؐ کے شر سے بچانا

حسن بن محمد بن علی کا بیان ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص روتا اور کانپتا ہوا آیا اور اس نے حضرتؑ سے عرض کیا:

مولاؑ! آپؑ کے خاندان کی محبت میں ظالموں نے میرے بیٹے کو گرفتار کر لیا ہے اور وہ اسے ایک پہاڑ کے پاس لے گئے ہیں اور وہ آج رات اسے پہاڑی سے دھکا دے کر گرا دیں گے اور اسی پہاڑی کے دامن میں اسے دفن کر دیں گے۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: پھر تم کیا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: میں وہی کچھ چاہتا ہوں جو ایک مہربان باپ اپنے بیٹے کے متعلق چاہتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: فکر نہ کر' خدا نے چاہا تو کل تیرا بیٹا صحیح سلامت تیرے پاس پہنچ جائے گا اور وہ تجھے ایک عجیب واقعہ سنائے گا۔

حضرتؑ کا فرمان سن کر وہ شخص مطمئن ہو کر واپس چلا گیا اور دوسرے دن اس کا لڑکا خوش وخرم اپنے باپ کے پاس پہنچ گیا۔

باپ نے بیٹے سے پوچھا کہ تم پر کیا بیتی؟

اس نے کہا: ابا جان! دشمنوں نے میری قبر کھودی تھی اور انہوں نے میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے اور وہ مجھے پہاڑی سے پھینکنے ہی والے تھے کہ اچانک دس طیب و طاہر ہستیاں نمودار ہوئیں اور انہوں نے مجھ سے کہا: تو کیوں رو رہا ہے؟

میں نے کہا کہ یہ لوگ مجھے ناحق قتل کرنا چاہتے ہیں اسی لیے میں رو رہا ہوں۔

یہ سن کر ان ہستیوں نے کہا: اگر تجھے ہم یہاں سے رہائی دلا دیں تو کیا تو روضہ نبویؐ کی زیارت کو جائے گا؟

میں نے کہا: میں ضرور جاؤں گا۔

پھر انہوں نے اس حاجب ونگران کو پکڑ لیا جو مجھے اذیت دینا چاہتا تھا اور اسے پہاڑی سے پکڑ کر ایسا پھینکا کہ اس کے چلانے کی آواز بھی کسی نے نہ سنی اور جب وہ پہاڑی سے گر کر نیچے آیا تو اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ جب اس کے ساتھیوں نے اپنے سردار کا یہ حشر دیکھا تو وہ اس پر گریہ و بکا کرنے لگے اور انہیں میری یہ بات ہی یاد نہ رہی۔

اس کے بعد ان طیب و طاہر ہستیوں نے میرا بازو پکڑا اور انہوں نے ہوا میں پرواز کی اور مجھے یہاں دروازے پر لا کر اتار دیا۔

اور اب وہ اس وقت دروازے کے باہر کھڑے ہیں اور وہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر لے جانا چاہتے ہیں اور وہ مجھے قبر پیغمبرؐ کا خادم اور مجاور بنانا چاہتے ہیں۔

پھر وہ شخص امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنے بیٹے کی سرگزشت بیان کی۔ ابھی وہ شخص آپؑ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں یہ خبر موصول ہوئی کہ فلاں حاجب کو کچھ نامعلوم افراد نے پہاڑ سے دھکا دے کر قتل کر دیا اور اس کے ساتھیوں نے پہاڑ کے دامن میں اسے دفن کر دیا ہے۔

یہ سن کر امام علی نقی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا:

جو کچھ ہم جانتے ہیں یہ لوگ اسے نہیں جانتے۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۵۴۳۔ المناقب، جلد ۴، ص ۴۱۶۔ بحارالانوار، جلد ۵۰، ص ۱۷۴)

معرفتِ لغات

علی بن مہزیار راوی ہیں کہ میں نے اپنے ایک صقلبی غلام کو کسی کام کے سلسلہ میں امام علی نقی علیہ السلام کے پاس روانہ کیا۔ جب وہ آپؑ کی خدمت سے واپس میرے پاس آیا تو وہ بڑا حیران تھا۔

میں نے اس سے پوچھا: بیٹا! تم حیران کس بات پر ہو؟

اس نے کہا: میں جب امام علی نقی علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے میری ہی زبان میں گفتگو کی اور یوں لگتا تھا جیسے وہ ہمارے ہی علاقہ کے ایک فرد ہوں۔ (المناقب، جلد ۴، ص ۴۰۸۔ بحارالانوار، جلد ۵۰، ص ۱۳۰۔ بصائر الدرجات، ص ۳۳۳۔ کشف الغمہ، جلد ۲، ص ۳۸۹)

وہ چار دن جن میں روزہ رکھنا چاہیے

ابواسحاق ابن عبداللہ علوی العریضی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سن رکھا تھا کہ چار دنوں کے روزوں کی بڑی فضیلت ہے لیکن مجھے وہ دن معلوم نہیں تھے۔ میں یہی بات دریافت کرنے کے لیے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؑ

مقام "صریا" پر تشریف فرما تھے۔

آپؑ نے مجھ سے میرا مقصد پوچھے بغیر فرمایا:

ابو اسحاق! تم مجھ سے ان چار ایام کا پوچھنے آئے ہو جن میں روزہ رکھا جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: سنو! ۲۷ رجب کو روزہ رکھنا چاہیے اسی دن اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

۲- ۱۷ ربیع الاول کو روزہ رکھنا چاہیے۔ یہ رسولؐ خدا کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔

۳- ۲۵ ذی قعدہ کو روزہ رکھنا چاہیے اسی دن کعبہ کے نیچے زمین بچھائی گئی تھی۔

۴- ۱۸ ذی الحجہ کو روزہ رکھنا چاہیے یہ غدیر کا دن ہے اور اسی دن رسولؐ خدا نے حکم خداوندی سے اپنے بھائی کو لوگوں کا رہبر و مولا مقرر کیا تھا۔

میں نے عرض کیا: آپؑ نے بالکل سچ فرمایا۔ میں یہی مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ مخلوق پر خدا کی حجت ہیں۔ (تہذیب، جلد۴، ص ۳۰۵۔ الوسائل، جلد۷، ص۳۲۴)

سامرہ کی ویرانی کی پیشین گوئی

منصوری نے اپنے والد کے چچا سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ ایک دن امام علی نقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

ابو موسیٰ! مجھے جبراً سامرہ لایا گیا ہے اور اگر مجھے یہاں سے نکالا بھی گیا تو بھی میں جبراً ہی یہاں سے نکلوں گا (یہ شہر مجھے پسند ہے اور میں یہاں سے جانا نہیں چاہتا)۔

میں نے عرض کیا: آخر آپؑ کو اس شہر کی کس خوبی نے متاثر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہاں کی ہوا صاف اور پانی میٹھا ہے اور یہاں پر انسان کم ہی

بیمار پڑتا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

مگر یہ شہر سامرہ جلد اُجڑ جائے گا اور یہ شہر ایسا ویران ہوگا کہ یہاں مسافروں کے لیے چند سرائیں اور چند دکانیں ہی باقی رہ جائیں گی اور اس کی علامت یہ ہوگی کہ میری موت کے بعد میرے روضے میں عمارتیں تعمیر ہونے لگیں گی۔

(المناقب' جلد۴' ص ۴۱۷۔ بحارالانوار' جلد ۵۰' ص ۱۲۹)

قائم آلِ محمدؐ کے لیے فرمان

ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری کہتے ہیں کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا:

میرا جانشین میرا فرزند حسن ہوگا اور اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب میرے پوتے کا دورِ امامت ہوگا۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! اس وقت کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: تم انہیں لکھ نہ سکو گے اور اس کا نام لینا تمہارے لئے حلال نہیں ہوگا اور اس کا نام لے کر اس کا ذکر کرنا ناجائز ہوگا۔

میں نے کہا: آخر ہم ان کا ذکر کن الفاظ سے کریں؟

آپؑ نے فرمایا: انہیں ''الحجۃ من آلِ محمد'' کہا کرو۔ (اعلام الوریٰ' ص ۳۵۱-۳۵۲۔ کمال الدین' ص ۳۸۱۔ بحارالانوار' جلد ۵۰' ص ۲۴۰۔ غیبت طوسی' ص ۲۰۲)

قائم آلِ محمدؐ کی والدہ کی آمد

ابن بابویہ اور دیگر محدثین نے اپنی اسناد سے محمد بن بحر شیبانی کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے۔ اس نے کہا:

میں ۲۸۶ ہجری میں کربلا گیا اور میں نے وہاں رسولؐ خدا کے غریب فرزند کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور وہاں سے مدینۃ السلام (بغداد) گیا اور مقابر قریش (کاظمین) گیا۔ اس وقت شدید گرمی پڑ رہی تھی اور آسمان تنور کی طرح سے تپ رہا تھا۔ جب میں مزار امام کاظم علیہ السلام پر پہنچا اور حضرتؑ کی قبر مطہر کی رحمت و مغفرت سے لبریز تربت کی ہوا شام تک پہنچی تو میں نے دوڑ کر تربت مطہر پر منہ رکھ دیا اور میں نے خوب گریہ کیا۔ جب محبت کے آنسو تھمے اور آہ و فریاد رکی اور میں نے آنکھ کھول کر گردوپیش کا جائزہ لیا تو مجھے ایک بزرگ دکھائی دیئے جن کی کمر ضعفِ پیری سے جھکی ہوئی تھی اور ان کے کندھے کمان کی طرح سے خمدار ہو چکے تھے اور کثرتِ سجود سے ان کی پیشانی اور ہتھیلیوں پر گھٹے پڑے ہوئے تھے۔ وہ بزرگ قبر مطہر کے پاس ایک اور شخص سے کہہ رہے تھے:

بھتیجے! تمہارے چچا کو خدا نے عظیم شرف عطا کیا ہے اور میرے دونوں سرداروں نے گہرے غیب اور مخفی علوم میرے سپرد کیے ہیں اور یہ یاد رکھو یہ شرف صرف تمہارے چچا سلمان کو ہی حاصل ہوا ہے اور اب اس وقت تیرا چچا بڑھاپے کی آخری دہلیز پر پہنچ چکا ہے اور پیمانہ زندگی چھلکنے کو ہے مگر اہلِ ولایت میں سے ابھی تک مجھے ایسا شخص نہیں ملا جس تک میں یہ اسرار پہنچا سکوں۔

جب میں نے بزرگ کی یہ باتیں سنیں تو میں نے اپنے آپ سے کہا:

اے جانِ عزیز! تو نے طلب علم کے لیے زحمتیں برداشت کی ہیں اور تو نے علم کی جستجو میں ہمیشہ اپنے جوتے اور موزے گھسائے ہیں اب تیرے کان میں اس بزرگ کے یہ الفاظ پہنچے ہیں لہٰذا اس موقع کو غنیمت جان اور اس سے اسرار و غوامض حاصل کر۔

میں نے اس بزرگ سے کہا: بزرگ آپ کون ہیں اور دو سرداروں سے آپ کی مراد کیا ہے؟

اس نے کہا: میں بشر بن سلیمان بردہ فروش ہوں اور میرا تعلق ابوایوب انصاری

کی اولاد سے ہے اور سرداروں سے میری مراد وہ ستارے ہیں جو خاکِ سامرہ میں مدفون ہیں۔

میں نے کہا: پھر سن لیں! میں بھی ان دونوں سرداروں کی امامت و عصمت و وراثت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان کا ایک محب ہوں اور ان کی قدر و منزلت کا عارف ہوں اور میری تمام زندگی ان کی روایات و آثار کی جستجو میں بسر ہوئی ہے اور ان کے اسرار کی حفاظت میں تن من کی بازی لگا رکھی ہے اور آپ کے پاس ان آقاؤں کے جو اسرار و رموز ہیں آپ وہ میرے سپرد کریں میں ان کی حفاظت کروں گا۔

بشر بن سلیمان نے کہا: اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو پہلے مجھے ان آثار و روایات کا مطالعہ کراؤ جو تم نے آج تک جمع کیے ہیں۔

میں ان کے پاس اپنے احادیث ائمہ کے دفاتر لے گیا۔ انہوں نے انہیں ملاحظہ کیا تو انہیں اطمینان ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ واقعی تم سچے ہو اور سنو! میں امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری کا دوست ہوں اور سامرہ میں ان کا پڑوسی ہوں۔ میرے مولا ابوالحسن علی نقی علیہ السلام نے مجھے بردہ فروشی کے متعلق فقہی مسائل کی تعلیم دی تھی۔ میں ان کے فرمان کے بغیر خرید و فروخت نہیں کرتا تھا اور جہاں شبہ وارد ہوتا تھا تو میں اس سے احتراز کیا کرتا تھا اور آہستہ آہستہ مجھے اس میں خاصی معرفت حاصل ہو گئی اور مجھ میں حلال و حرام میں تفریق کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔

ایک رات میں سامرہ میں اپنے گھر میں گیا اور رات کا کچھ حصہ بیت چکا تھا کہ میں نے دستک کی آواز سنی۔ میں تیزی سے دروازے کی طرف آیا تو میں نے دیکھا کہ امام علی نقی علیہ السلام کا غلام کافور میرے دروازے پر کھڑا تھا۔ اور اس نے مجھ سے کہا کہ اس وقت امام علی نقی علیہ السلام تجھے اپنے گھر میں یاد کر رہے ہیں۔

میں نے کپڑے تبدیل کیے اور اس کے ساتھ چلا گیا۔ میں نے جا کر دیکھا کہ اس وقت آپؑ اپنے فرزند ابو محمد حسن عسکری سے محو گفتگو تھے اور پردے کے پیچھے جناب حکیمہ

خاتون تشریف فرما تھیں اور وہ بھی آپؑ کی گفتگو سن رہی تھیں۔ میں وہاں پر جا کر بیٹھ گیا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

بشر! تمہارا تعلق خاندان انصار سے ہے اور ہمارے گھرانے کی محبت وراثتاً تم میں منتقل ہوتی رہی ہے تم لوگ ہمارے لیے قابل بھروسہ ہو۔ میں آج تمہیں ایک فضیلت وشرف سے سرفراز کرنا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے تم ہمارے باقی شیعوں سے دوستی اور مودت کے لحاظ سے سبقت حاصل کرلو گے۔ یہ ایک رازداری کی بات ہے۔ میں تمہیں ایک کنیز خریدنے کے لیے روانہ کر رہا ہوں۔

پھر آپؑ نے رومی زبان اور رومی رسم الخط میں ایک خط تحریر کیا اور اس پر اپنی مہر لگائی اور آپؑ نے ایک زرد رنگ کی تھیلی نکال کر میرے سپرد کی اور فرمایا:

اس میں دوسو بیس دینار ہیں۔ اور تم یہ خط اور تھیلی لو اور فلاں دن زوال سے پہلے فرات کے پُل پر پہنچ جاؤ۔ جب تم وہاں پہنچو گے تو تم دیکھو گے کہ چند کشتیاں اسیروں کی وہاں پر لنگرانداز ہوں گی۔ وہاں بنی عباس کے وکلاء اور کچھ عرب نوجوان خریداری کے لیے تمہیں کھڑے دکھائی دیں گے۔ تم وہاں جا کر دیکھو گے کہ ایک بردہ فروش کا نام عمرو بن یزید ہوگا۔ تم اس کے سامنے کھڑے رہنا اور وہ خریداروں کے سامنے ایک ایسی کنیز کو پیش کرنے کی کوشش کرے گا جس نے حریر کے دو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے اور وہ خریداوں کے سامنے جانے سے انکار کر رہی ہوگی اور کسی کے ہاتھ کے لمس سے مسلسل انکاری ہوگی اور وہ باریک کپڑے کے پیچھے بیٹھی ہوئی اپنی رومی زبان میں فریاد کر رہی ہوگی اور میں جانتا ہوں کہ وہ اپنی زبان میں کہہ رہی ہوگی کہ ہائے میری پردہ دری۔

اس وقت گاہک اس کی قیمت تین سو دینار لگائیں گے اور کہیں گے کہ ہم اسے اس لیے مرغوب رکھ رہے ہیں کہ یہ پاکدامن دکھائی دیتی ہے۔ اس وقت کنیز کہے گی اگر تو سلیمان بن داؤد کی مملکت کی قیمت بھی ادا کرنا چاہے تو بھی میں تجھے منہ نہیں لگاؤں گی۔ اپنی دولت اپنے پاس رکھ۔

بردہ فروش کہے گا کہ کب تک تو بکنے سے انکار کرتی رہے گی آخرکار میں نے تجھے فروخت تو کرنا ہی ہے۔

اس وقت کنیز کہے گی: آخر تجھے اتنی جلدی کیوں ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اپنے لیے ایسا خریدار منتخب کروں جس کی وفاداری اور امانت پر مجھے یقین ہو۔

جب کنیز یہ بات کہے تو تم اپنی جگہ سے اٹھنا اور عمرو بن یزید کے پاس جا کر اس سے کہنا کہ میرے پاس رومی زبان اور رومی رسم الخط میں ایک شریف کا لکھا ہوا خط ہے جس میں اس نے اپنے کرم و وفا اور شرافت و سخاوت کو بیان کیا ہے۔ تم یہ خط اس کنیز کو دے دو تا کہ وہ اس خط لکھنے والے کے عادات پر غور کرے اور اگر وہ اس کے پاس فروخت ہونے پر راضی ہوگئی تو میں اس کا وکیل بن کر آیا ہوں میں اسے خرید لوں گا۔

بشر بن سلیمان کہتے ہیں کہ اس کنیز کے متعلق میں نے امام علی نقی علیہ السلام کے حکم کی مکمل تعمیل کی۔ جب اس کنیز نے آپؑ کے خط کو دیکھا تو زار و قطار رونے لگی اور اس نے بردہ فروش سے کہا: تم مجھے اس کے ہاتھ فروخت کر دو اور میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس کے ہاتھ نہ بیچا تو پھر میں خودکشی کر لوں گی۔

پھر میں نے اس سے قیمت کے متعلق مول تول کیا۔ آخرکار وہ اس قیمت پر راضی ہوگیا جو مولاؑ نے میرے سپرد کی تھی۔ میں نے قیمت ادا کی اور اس نے خوش ہو کر وہ کنیز میرے سپرد کر دی۔ میں اسے اپنے ساتھ بغداد کے اس مکان پر لے گیا جہاں میں رہتا تھا۔ وہ کنیز بار بار خط کو جیب سے نکال کر اسے چومتی اور آنکھوں سے لگاتی' رخساروں پر رکھتی اور سینے سے لگاتی تھی۔

میں نے تعجب سے کہا: جب تو خط لکھنے والے کو ہی نہیں جانتی تو پھر اس خط کو بوسے کیوں دے رہی ہے؟

کنیز نے کہا: اولادِ انبیاء کی معرفت سے بے بہرہ انسان! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں قیصر روم کے فرزند یشوعا کی بیٹی ہوں۔ میرا نام ملیکہ ہے اور میری ماں کا تعلق

حضرت عیسیٰؑ کے وصی شمعوں کی اولاد سے ہے۔

میں تجھے اپنا قصہ سناتی ہوں۔ جب میری عمر تیرہ برس کی ہوئی تو میرے دادا نے اپنے بھائی کی اولاد میں سے ایک لڑکے کا میرے لیے انتخاب کیا اور اس نے شادی کے انتظامات شروع کیے۔ پھر اس نے نسل' حواریین وقسیسین ورُہبان میں سے تین سو آدمیوں اور سات سو باوجاہت افراد اور اس کے علاوہ لشکر کے سرداروں' نقیبوں اور قبائل کے سرداروں میں سے چار ہزار افراد کو اپنے محل میں بلایا اور شادی کے انتظامات کے لیے ایک بلند وبالا چبوترہ بنوایا گیا جس کے چالیس زینے تھے اور ہیرے جواہرات سے مرصع ایک تخت محل سے منگوا کر اس چبوترے پر رکھوا دیا۔

چنانچہ جب میرا ہونے والا شوہر اس چبوترے پر چڑھ کر تخت کی جانب جانے لگا اس وقت ہر سمت میں صلیبیں لٹکی ہوئی تھیں اور پادری قطار بنائے کھڑے تھے اور انجیل کے نسخے کھلے ہوئے تھے کہ اچانک صلیبیں ٹوٹ کر زمین پر گر پڑیں اور میرا شوہر تخت سے گر کر بے ہوش ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر پادری لرزنے لگے اور بڑے پادری نے میرے دادا سے کہا کہ آپ ہمیں اس منحوس تقریب سے علیحدہ ہی رکھیں۔ یہ دین مسیح کے زوال کی علامت ہے۔

میرے دادا نے بھی اس سے بدشگونی لی اور کہا: اس چبوترے کے پائے دوبارہ کھڑے کیے جائیں اور اس پر صلیبیں لٹکائی جائیں اور اس منحوس دولہا کے بھائی کو بلا لو میں اس سے اپنی پوتی کی شادی کروں گا تا کہ یہ نحوست ختم ہو جائے۔

لیکن یوں ہوا کہ جب اس کے بھائی کو دولہا بنا کر لایا گیا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جو اس کے بھائی کا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر تمام مجمع اٹھ کر چلا گیا اور میرے دادا مایوس ہو کر اپنے گھر چلے گئے اور دروازوں پر پردے ڈال دیئے۔

میں نے اس رات خواب دیکھا کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کے وصی شمعون اور ان کے کچھ حواری میرے دادا کے محل میں جمع ہوئے اور ایک بلند وبالا نوری منبر نصب کیا گیا

اور یہ منبر بھی اسی جگہ پر لگایا گیا تھا جہاں میرے دادا نے چبوترہ بنوایا تھا اور پھر میں نے دیکھا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے داماد اور ان کی اولاد میں سے کچھ افراد وہاں تشریف فرما ہوئے۔

حضرت عیسیٰؑ نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور گلے ملے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''روح اللہ! میں آپؑ کے وصی شمعون کی لڑکی ملیکہ کا رشتہ اپنے بیٹے ابو محمد حسن عسکری کے لیے طلب کرنے کے لیے آیا ہوں''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے وصی حضرت شمعون کی طرف دیکھا اور فرمایا:

شمعون! خدا نے تمہیں شرف دیا ہے تم اپنے خاندان کی نسبت آل محمدؐ سے دے دو۔

شمعون نے کہا: حضور! مجھے منظور ہے۔

اس ایجاب وقبول کے بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نوری منبر پر تشریف لے گئے اور انہوں نے میرا نکاح اپنے فرزند سے پڑھا اور حضرت عیسیٰؑ اور اولاد محمد مصطفےٰؐ کے افراد اور حواری اس نکاح کے گواہ بن گئے۔

جب میں اس خواب سے بیدار ہوئی تو میں نے خوف کے مارے اس خواب کو اپنے باپ اور دادا سے بیان نہ کیا کیونکہ مجھے اندیشہ تھا کہ اگر میں نے ان کو اپنا خواب سنایا تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے اسی لیے میں نے اس خواب کا کسی سے ذکر تک نہ کیا۔ لیکن ابو محمدؑ کی محبت میرے رگ وپے میں ایسی رچی کہ میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا جس کی وجہ سے میں کمزور ہوگئی اور کمزوری کی وجہ سے میں سخت بیمار ہوگئی۔

مملکت روم کا کوئی ایسا طبیب نہ تھا جسے میرے دادا نے بلا کر میرا علاج نہ کر دیا ہو۔ جب میرے دادا میری صحت سے مایوس ہوگئے تو انہوں نے مجھ سے کہا:

اے نور چشم! تیری کوئی خواہش ہو تو بتاؤ میں اس پر عمل کروں ممکن ہے کہ تو اس

ذریعہ سے صحت یاب ہو جائے۔

میں نے کہا: دادا جان! میں سمجھتی ہوں کہ میرے لیے صحت و تندرستی کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں البتہ ایک حسرت ہے اگر آپؑ ان مسلمان قیدیوں کو جو آپؑ کے قید خانوں میں مدت سے سختیاں جھیل رہے ہیں' رہا کر دیں تو مجھے امید ہے کہ حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ مجھے صحت عطا فرمائیں گے۔

میرے دادا نے میری خواہش کا احترام کیا اور اس نے مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا تو میں کچھ کھانا کھانے لگ گئی۔ مجھے تھوڑا سا روبصحت دیکھ کر میرے دادا کو خوشی ہوئی اور وہ قیدیوں پر شفقت کرنے لگے۔

پھر چودہ دن کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خاتونِ جنت سیدہ نساء العالمین فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا میرے پاس تشریف لائیں اور ان کے ساتھ حضرت مریم بنت عمران اور ایک ہزار جنت کی حوریں تھیں۔

حضرت مریمؑ نے مجھ سے فرمایا:

یہ تمہارے شوہر ابو محمدؑ کی والدہ ماجدہ سیدۃ النساء ہیں۔

یہ سن کر میں ان سے لپٹ گئی اور میں نے رو رو کر کہا کہ آپؑ کے بیٹے ابو محمدؑ سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔

حضرت سیدہؑ نے مجھ سے فرمایا:

جب تک تم مشرکہ ہو اور دین نصاریٰ پر قائم ہو اس وقت تک میرے فرزند تم سے خواب میں ملاقات نہیں کریں گے۔ تمہارے موجودہ عقائد سے حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ دونوں بیزار ہیں۔ لہٰذا اگر تمہیں خدا اور حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ کی خوشنودی مطلوب ہے اور تم میرے فرزند ابو محمدؑ کی رضامندی چاہتی ہو تو تم کلمہ شہادتین پڑھ کر اسلام قبول کرو۔

چنانچہ میں نے اَشهدُ اَن لا الٰه اِلاَّ اللّٰهُ واَن محمدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کا کلمہ پڑھا

اور جب میں نے کلمہ طیبہ پڑھا تو حضرت سیدہؑ نے مجھے گلے لگا لیا اور میں خوش ہو گئی۔

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: اب تمہیں ابو محمدؑ کی زیارت کی توقع کرنی چاہیے اور میں انہیں تمہارے پاس روانہ کروں گی۔

اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہوئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب ابو محمدؑ سے میری ملاقات ہو گی۔ دوسری رات میں نے ابو محمدؑ کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا: آپؑ نے مجھے اپنی محبت میں مبتلا کیا لیکن آپؑ مجھ سے ملنے کے لیے تشریف نہ لائے۔

آپؑ نے فرمایا: اب تک میں اس لیے نہیں آیا کہ تم مشرکہ تھیں اور اب جب کہ تم مسلمان بن چکی ہو تو میں ہر رات خواب میں تم سے ملاقات کروں گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہری طور پر بھی یکجا کر دے گا۔

اس دن سے لے کر آج تک میں روزانہ حضرتؑ کی زیارت سے مستفید ہوتی رہی ہوں۔ میں (بشر بن سلیمان) نے کہا مگر تم قیدیوں میں کیسے آ گئیں؟

بی بی نے کہا: ایک رات ابو محمدؑ نے مجھے بتایا کہ تیرا دادا فلاں دن مسلمانوں سے جنگ کے لیے لشکر روانہ کرے گا اور لشکر کے پیچھے خود بھی چلا جائے گا تم چند کنیزوں کے ساتھ بھیس بدل کر فلاں راستے سے ان کے ہمراہ ہو جانا۔

میں نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا۔ مسلمانوں کے ایک دستے کی مجھ پر نظر پڑی تو انہوں نے مجھے کنیز بنا لیا۔ پھر جو کچھ ہوا وہ تمہارے سامنے ہے۔ جب مسلمانوں نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تو میں جس سپاہی کے حصہ میں آئی تو اس نے مجھ سے میرا نام پوچھا تو میں نے اپنی اصلیت چھپانے کے لیے اسے اپنا نام ''نرجس'' بتایا۔ اس نے کہا: یہ کنیزوں جیسا نام ہے۔

میں (راوی) نے کہا: بی بی! آپ تو رومی ہیں بھلا آپؑ نے عربی کیسے یاد کر لی؟

بی بی نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا دادا چاہتا تھا کہ میں کچھ دوسری زبانیں بھی سیکھوں۔ اس نے ایک عورت کو مقرر کیا وہ صبح و شام میرے پاس آ کر مجھے عربی زبان کی

تعلیم دیتی تھی۔اس طرح سے میں روانی سے عربی بولنے لگ گئی۔

بشر کہتا ہے کہ جب میں اس کنیز کو سامرہ لے آیا اور اسے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تو آپؑ نے فرمایا:

بتاؤ اللہ نے اسلام کی عزت اور نصرانیت کی ذلت اور محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت کا شرف تجھے کیسے عطا کیا؟

بی بی نے عرض کیا:

مولاؑ! ان واقعات کو آپؑ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ میرے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

میری طرف سے تم دو میں سے ایک چیز کا انتخاب کرلو۔ اگر تمہیں دنیا کی ضرورت ہو تو مجھ سے دس ہزار دینار لے لو اور اگر چاہو تو ہمیشہ کا شرف حاصل کرلو؟

بی بی نے کہا:

مولاؑ! میں ہمیشہ کا شرف چاہتی ہوں۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

تمہیں خدا کی طرف سے ایک بیٹا مبارک ہو جو شرق سے غرب تک تمام دنیا پر حکمرانی کرے گا اور ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

بی بی نے عرض کیا: میرے بیٹے کا باپ کون ہوگا؟

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: جس کے لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام اور شمعوں سے تمہاری خواستگاری کی تھی وہ تمہارے بیٹے کا والد ہوگا۔

بی بی نے کہا کہ پھر تو ابو محمد میرے شوہر ہوں گے اور میرے بچے کے والد ہوں گے۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم ابو محمد کو جانتی ہو؟

بی بی نے عرض کیا: جس رات سے میں نے حضرت سیدہؑ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا۔ اس رات سے لے کر ہر رات تک میں روزانہ ان کی زیارت کرتی رہی ہوں۔ کیا اس کے باوجود بھی میں ان سے ناواقف رہ سکتی ہوں؟

اس کے بعد امام علیہ السلام نے کافور خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اور میری بہن حکیمہ خاتون کو بلا لاؤ۔

جب وہ تشریف لائیں تو آپؑ نے فرمایا:

بہن! دیکھو کیا یہ وہی ہے؟

حضرت حکیمہ خاتون نے بڑھ کر انہیں گلے سے لگایا اور بے حد خوش ہوئیں۔

آپؑ نے اپنی بہن سے فرمایا:

بنت پیغمبرؐ! آپ اسے اپنے گھر لے جائیں اور انہیں اسلام کے فرائض و سنن کی تعلیم دیں۔ یہی ابو محمد کی زوجہ اور قائم آل محمدؐ کی ماں ہوگی۔

(کمال الدین، ص ۴۱۷۔ دلائل الامامۃ، ص ۲۶۲-۲۶۷)

محمد بن عبداللہ مطہری کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کی دختر حضرت حکیمہ خاتون سے عرض کیا کہ آپ مجھے قائم آل محمدؐ کی ولادت اور غیبت کے واقعات بتائیں۔

حضرت حکیمہ نے فرمایا:

نرجس میرے گھر میں رہتی تھیں اور میں ان کی تعلیم و تربیت کرتی تھی۔ میرے بھتیجے حسن عسکری نے ایک بار اسے بڑی توجہ سے دیکھا۔ میں نے اپنے بھتیجے سے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ اسے پسند کر رہے ہیں اور اگر آپؑ کی یہی خواہش ہے تو میں اس سے آپ کی ازدواج کر دوں؟

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا:

عمہ جان! ایسی بات نہیں ہے البتہ مجھے اس سے تعجب ہو رہا ہے کہ اس کے بطن سے خدا کا وہ پیارا شخص پیدا ہوگا جو ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

میں نے کہا تو کیا اسے میں آپؑ کے پاس دلہن بنا کر بھیج دوں؟

حضرت حسن عسکریؑ نے فرمایا:

پھوپھی جان! میرے والد ماجد سے اجازت طلب کریں۔

یہ سن کر میں اپنے گھر سے امام علی نقیؑ کے گھر گئی۔ میں نے آپؑ کو سلام کیا اور آپؑ کے پاس بیٹھ گئی۔ امام علی نقی علیہ السلام نے از خود مجھ سے فرمایا:

حکیمہ بہن! نرجس کو دلہن بنا کر میرے فرزند ابو محمدؑ کے پاس روانہ کریں۔

میں نے عرض کیا: آقا! میں تو آپؑ کے پاس آئی ہی اسی مقصد کے لیے تھی۔

آپؑ نے فرمایا:

مبارکہ! اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ آپ کو اجر میں شریک کرے اور بھلائی میں آپ کو حصہ دار بنائے۔ (الہدایۃ الکبریٰ، ص ۳۷۳، ۹۴-۹۵)

افتخارِ مسیحا

زید بن علی بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا۔ رات کے وقت طبیب آیا اور اس نے میرا معائنہ کرنے کے بعد مجھے دوائی دی اور کہا:

تم اس دوائی کو روزانہ ایک بار استعمال کرو اور دس دن تک یہ دوائی جاری رکھو۔ خدا نے چاہا تو ٹھیک ہو جاؤ گے۔

یہ کہہ کر طبیب میرے گھر سے چلا گیا۔ کچھ ہی دیر بعد امام علی نقی علیہ السلام کا غلام نصر میرے یہاں آیا اور اس نے کہا:

امام علی نقی علیہ السلام نے تیرے پاس یہ دوائی روانہ کی ہے اور انہوں نے کہا ہے

کہ طبیب نے تو تمہیں دس دن تک دوائی کھانے کا مشورہ دیا تھا جب کہ تم اس دوائی کو صرف ایک مرتبہ استعمال کرو۔ خدا نے چاہا تو ٹھیک ہو جاؤ گے۔

زید کہتے ہیں کہ میں نے مولا کی بھیجی ہوئی دوائی استعمال کی اور فوراً صحت یاب ہو گیا۔

دوسرے دن میں نے طبیب کی دوائی اٹھائی اور اس کے مطب پر چلا گیا اور میں نے کہا: تم اپنی دوائی اپنے پاس رکھو میں تندرست ہو چکا ہوں۔

جب اس نے مجھے دیکھا تو بہت حیران ہوا اور کہا: ایک ہی رات میں تمہاری کایا کیسے پلٹ گئی؟

میں نے اسے بتایا کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کی بھیجی ہوئی دوا استعمال کی تھی۔ یہ سن کر وہ اپنے مطب سے اٹھا اور سیدھا امام علی نقی علیہ السلام کے پاس چلا گیا اور اس نے حضرتؑ کے ہاتھ پر کلمہ اسلام پڑھا اور اس نے کہا:

یہ مسیح کا علم ہے اور اسے صرف وہی جان سکتا ہے جو مسیح کی مانند ہو۔

(الہدایۃ الکبریٰ، ص ۶۳)

مقامِ ابوطالب علیہ السلام

علی بن عبیداللہ حسینی کہتے ہیں کہ ہم سلامی والے دن امام علی نقی علیہ السلام کے ساتھ سوار ہو کر متوکل کے پاس گئے۔ امام علی نقی علیہ السلام کچھ دیر وہاں بیٹھے رہے اور جب آپؑ نے وہاں سے اٹھنے کا ارادہ کیا تو متوکل نے ان سے کہا:

ابوالحسن! آپؑ تشریف رکھیں مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: پوچھو۔

اس نے کہا: آخرت میں کیا جنت و دوزخ کے علاوہ بھی لوگوں کے رہنے کی کوئی جگہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا علم خدا کے پاس ہے۔

اس نے کہا: میں بھی اسی خدائی علم کے تحت آپؑ سے پوچھ رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں بھی اسی خدائی علم کے تحت تجھے جواب دے رہا ہوں۔

متوکل نے کہا: آپؑ اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں جسے لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ابوطالب کو جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور اس کے پاؤں میں آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے اس کا دماغ اُبلنے لگے گا اور وہ اپنے کفر کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوگا اور چونکہ اس نے رسولؐ خدا کی کفالت کی تھی اور قریش سے آنحضرتؐ کی حفاظت کی تھی اسی لیے اسے دوزخ میں بھی نہیں بھیجا جائے گا۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا:

تجھ پر افسوس! اگر ابوطالبؑ کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور باقی مخلوق کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو ابوطالبؑ کے ایمان کا پلڑا باقی تمام مخلوق کے ایمان سے زیادہ وزنی ہوگا۔

(ملخصاً عن الہدایۃ الکبریٰ حصینی، ص ۶۵۔ مع حذف اخرہ تم بعون اللہ وحسن توفیقہ والحمدللہ اولا واخرا. اللھم صلِّ عَلٰی محمد وآل محمد۔

○○○

گیارہواں باب

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

کے معجزات

پر مشتمل ہے

علم المنایا

محمد بن اسماعیل کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے خلیفہ معتز باللہ کی موت سے بیس دن قبل ابوالقاسم اسحاق بن جعفر زبیری کو ایک خط لکھا جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا:

''جب تک واقعہ پیش نہ ہو جائے اس وقت تک اپنی مصروفیات ترک کر کے گھر میں بیٹھ جاؤ''۔

اس خط کے چند روز بعد مشہور ترک سالار ''بریحہ'' قتل ہوا۔ زبیری نے حضرتؑ کو خط لکھا کہ مولاؑ! جس واقعہ کی طرف آپؑ نے اشارہ کیا تھا وہ تو واقعہ رونما ہو چکا ہے۔ کیا اب میں باہر آنا شروع کر دوں؟

حضرتؑ نے اسے جواب میں لکھا:

ابھی انتظار کرو واقعہ پیش آنے والا ہے۔

پھر چند روز بعد معتز باللہ خلیفہ کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۰۲۔ ارشاد مفید' ص ۳۴۰)

ایک اور شخص کو حضرتؑ نے خط میں لکھا کہ عبداللہ بن محمد بن داؤد ہاشمی عنقریب قتل ہو جائے گا۔

اس تحریر کے دس روز بعد وہ قتل ہو گیا۔

واضح رہے کہ عبداللہ بن محمد بدترین ناصبی تھا اور اسے امیرالمومنینؑ سے شدید عداوت تھی اور وہ متوکل کا ندیم تھا۔

(الکافی' جلد ا' ص ۵۰۶۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۴۰۰)

حریمِ دل کا محرم

محمد بن ابراہیم جو کہ ابن کردی کے نام سے مشہور تھا اس نے کہا کہ ہم پر تنگدستی چھا گئی اور غربت و افلاس نے ہم سے زندگی کا سکون چھین لیا تو میرے والد نے کہا کہ آؤ ہم امام حسن عسکریؑ کے پاس چلتے ہیں کیونکہ ہم نے ان کی سخاوت کا شہرہ سنا ہے۔

میں نے اپنے والد سے کہا: کیا آپ پہلے سے انہیں جانتے ہیں؟

میرے والد نے کہا: نہیں، میں نے تو آج تک انہیں کبھی دیکھا تک بھی نہیں ہے۔ میں تو صرف ان کی سخاوت کی شہرت سن کر ان کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

راستے میں میرے والد نے کہا: خدا کرے کہ وہ مجھے پانچ سو درہم دے دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ دو سو درہم سے کپڑے خرید لوں گا اور دو سو درہم سے غلہ اور آٹا خریدوں گا اور باقی گھریلو اخراجات کے لیے ایک سو درہم مجھے کافی رہیں گے۔

میں نے کہا: خدا کرے امام حسن عسکریؑ مجھے تین سو درہم دے دیں تو میرا کام بن جائے گا۔ ایک سو درہم سے گدھا خریدوں گا اور ایک سو درہم سے لباس خریدوں گا اور ایک سو درہم جیب خرچی کے لیے رکھوں گا اور پھر میں پہاڑ کی طرف نکل جاؤں گا۔

بہرنوع ہم سفر طے کر کے ان کے پاس پہنچے اور ہم نے ان سے ملاقات کی اور اپنی غربت کی شکایت کی۔ انہوں نے میرے والد سے فرمایا کہ تم اب تک میرے پاس کیوں نہیں آئے؟

میرے والد نے کہا کہ مولاؑ! سوال کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی اسی لیے میں اس سے قبل حاضر نہیں ہوا۔

جب ہم آپؑ سے رخصت ہو کر جانے لگے تو حضرتؑ کا ایک غلام ہمارے پاس آیا۔ اس نے میرے والد کو ایک تھیلی دی اور کہا:

اس میں پانچ سو درہم ہیں۔ دو سو درہم سے کپڑے خرید کرنا اور دو سو درہم سے

اناج خرید کرنا اور ایک سو درہم باقی ضروریات میں خرچ کرنا۔ پھر اس نے مجھے ایک اور تھیلی دی اور کہا:

اس میں تین سو درہم ہیں۔ ایک سو کا گدھا خرید کرنا اور ایک سو سے کپڑے خرید کرنا اور باقی ایک سو تمہارے خرچ کا ہے مگر پہاڑ کی طرف مت جانا اس کی بجائے ''سوراء'' چلے جانا۔

(''سوراء'' ارض بابل میں حلہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے)

میں نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا اور ''سوراء'' چلا گیا جہاں ایک عورت سے میری شادی ہوگئی اور اس کے والدین نے ایک ہزار دینار کا سامان بھی دیا۔

(الکافی' جلد ا' ص ۵۰۶۔ ارشاد مفید' ص ۳۴۱)

ایک خچر کا رام ہونا

احمد بن حارث قزوینی کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ کئی دن تک سامرہ میں رہائش پذیر رہا۔ میرے والد گھوڑوں کے حکیم تھے اور وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصطبل کے گھوڑوں کی نگہبانی بھی کیا کرتے تھے۔

انہی دنوں ہم نے سنا کہ خلیفہ مستعین کے اصطبل میں ایک حسین و جمیل خچر ہے مگر وہ اتنا ضدی ہے کہ وہ لگام اور زین کسی کو بھی نہیں رکھنے دیتا۔ بڑے بڑے مشاق سواروں نے بڑے جتن کیے کہ کسی طرح سے وہ رام ہو جائے اور کاٹھی رکھنے دے مگر کسی کو بھی اس میں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

خلیفہ کے ایک حاشیہ نشین نے خلیفہ سے کہا:

امیر المومنین! اس کا بس ایک ہی حل ہے۔ آپ حسن عسکریؑ کو بلائیں۔ اگر انہوں نے خچر کو رام کر لیا تو اچھا ہے اور اگر خچر نے انہیں مار ڈالا تو ہماری ان سے جان چھوٹ جائے گی۔

خلیفہ کو اس کی یہ بات پسند آئی اور اس نے امام حسن عسکری کو اپنے ہاں طلب کیا۔ آپؑ دربار مستعین کی طرف روانہ ہوئے تو آپؑ کے ساتھ میرا والد بھی روانہ ہوا۔ جب آپؑ دربار میں پہنچے تو دربار کے صحن میں وہ سرکش خچر کھڑا تھا۔

خلیفہ نے آپؑ کو دیکھتے ہی کہا:

ابو محمد! ''آپؑ اس کو لگام دیں اور زین رکھیں اور اس پر سوار ہوں''۔

یہ سن کر امام اس خچر کی طرف بڑھے۔ آپؑ نے اس کی ایال پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ خچر پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے میرے والد سے کہا کہ اسے لگام دو۔

مستعین نے کہا: نہیں آپؑ ہی لگام دیں گے۔

آپؑ نے اٹھ کر اسے لگام دی اور خچر نے کسی طرح کی کوئی مزاحمت نہ کی۔ پھر آپؑ نے اس پر زین رکھی۔ جب آپؑ زین رکھ چکے تو خلیفہ نے کہا:

اب آپؑ اس پر سواری کریں۔ آپؑ اس پر سوار ہوئے اور وہ بہترین چال سے چلنے لگا۔ آپؑ چکر لگوا کر آئے اور اس کی پشت سے اترے۔

مستعین نے کہا: ابو محمد! تم نے اسے کیسا پایا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

یہ انتہائی حسین اور تیز رفتار ہے اور میری خواہش ہے کہ یہ تیرے لیے ہی مخصوص ہونا چاہیے۔

مستعین نے کہا: میں نے یہ خچر آپؑ کو بخشا ہے آپؑ اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے اس کی لگام میرے والد کے ہاتھ میں دی اور فرمایا:

غلام! تم اسے پکڑو اور اسے اصطبل لے جاؤ۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۵۰۷۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۴۰۶)

زمین سے دینار برآمد کرنا

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام حسن عسکریؑ سے اپنی تنگدستی کا شکوہ کیا۔ انہوں نے اپنے چابک سے زمین کو کھرچا اور مٹی سے کچھ نکال کر میرے حوالے کیا۔ میں نے دیکھا تو وہ پانچ سو دینار تھے۔

آپؑ نے فرمایا:

ابو ہاشم! فی الحال یہ لے لو اور ہمیں معذور جانو۔

(الکافی' جلد ا' ص ۵۰۷۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۴۰۱)

حج کے لیے چلے جاؤ

ابی علی المطہر کہتے ہیں کہ قادسیہ والے سال جب کہ مکہ کے لیے جانے والے راستوں پر پانی نایاب ہو گیا تھا اور لوگ پیاس کے خوف سے مکہ جانے سے ڈر رہے تھے اور کچھ قافلے راستے سے ہی پلٹ کر واپس جا رہے تھے تو میں نے اس دور میں امام حسن عسکری علیہ السلام کو لکھا کہ ہم حج پر جانا چاہتے ہیں لیکن راستے میں پانی کہیں بھی نہیں اور ہمیں پیاس کا اندیشہ ہے۔ ان حالات میں ہم کیا کریں؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے جواب میں لکھا:

''تم بے خوف و خطر چلے جاؤ۔ تمہیں کوئی بھی پریشانی نہیں ہو گی''۔

چنانچہ ہم خیر و عافیت سے مکہ گئے اور مناسکِ حج ادا کر کے سلامتی کے ساتھ اپنے گھر واپس آ گئے۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۰۷۔ ارشاد مفید' ص ۳۴۲)

استجابتِ دعا

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ جب میں زندان کی سختیوں سے اُکتا گیا تو میں نے

امام حسن عسکری علیہ السلام سے اس کی شکایت کی۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا:

آج نماز ظہر تو اپنے گھر میں پڑھے گا۔

جیسے ہی ظہر کا وقت ہوا تو زندان سے رہائی ملی اور میں نے ظہر کی نماز اپنے گھر میں پڑھی۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۵۰۸۔ ارشاد مفید، ص ۳۴۲)

عطائے امامؑ

ابو ہاشم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سخت تنگدستی میں مبتلا ہوا۔ میں نے ارادہ کیا کہ ایک درخواست لکھ کر امام حسن عسکری سے تعاون کی درخواست کروں لیکن مجھے حیا مانع ہوئی۔ اور جب میں اپنے گھر پہنچا تو حضرتؑ کی طرف سے ایک غلام نے مجھے ایک سو دینار لا کر دیئے اور اس نے مجھے حضرتؑ کا ایک خط بھی پہنچایا جس میں آپؑ نے لکھا تھا:

جب کبھی تمہیں کوئی حاجت درپیش ہو تو ہم سے بلا جھجک بیان کیا کرو۔ ان شاء اللہ تمہاری حاجت روائی ہوگی۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۵۰۸۔ اثبات الوصیۃ، جلد ۳، ص ۲۱۳)

معرفتِ لغات

ابو حمزہ نصیر خادم کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری کو میں نے کئی بار ترکی، رومی اور صقالبہ غلاموں سے ان کی زبانوں میں باتیں کرتے ہوئے پایا۔

حضرتؑ کے اس فعل پر مجھے بڑا تعجب ہوا کہ انہوں نے اتنی زبانیں کہاں سے یاد کر لی ہیں۔

امام علیہ السلام نے میرے دل کی کیفیت کو بھانپ کر مجھ سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت کو باقی مخلوق پر فضیلت دی ہے اور انہیں لغات، معرفت انساب و آجال و حوادث کا علم عطا کیا ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہو تو پھر حجت اور غیر حجت

میں فرق ہی کیا رہ جائے گا؟ (الکافی' جلد ا' ص ۵۰۹۔ الخرائج' جلد ا' ص ۴۳۶)

امامؑ کے لیے نیند اور بیداری یکساں ہے

اقرع بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں مَیں نے یہ دریافت کیا کہ آیا امامؑ کو بھی احتلام ہوتا ہے؟

جب خط روانہ ہو گیا تو مجھے اس مسئلہ لکھنے پر شرمندگی محسوس ہوئی اور میں نے دل ہی دل میں کہا کہ احتلام ایک شیطانی حملہ ہے جب کہ اللہ نے اپنے اولیاء کو اس سے محفوظ رکھا ہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا مجھے جواب موصول ہوا جس میں آپؑ نے لکھا تھا:

ائمہ کے لیے نیند اور بیداری یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو اس سے محفوظ رکھا ہے اور جو اس خط کے بعد تیرے دل میں خیال پیدا ہوا تھا وہ خیال صحیح تھا۔

(الکافی' جلد ا' ص ۵۰۹۔ الخرائج' جلد ا' ص ۴۴۶)

تم ہی غالب رہو گے

علی بن حسین بن فضل سے روایت ہے کہ آل جعفر طیار میں سے ایک جعفری پر ایک خلق کثیر نے یلغار کر دی۔ اس نے دشمنوں کی کثرت اور اپنے مددگاروں کی قلت کے متعلق امام علیہ السلام کو خط لکھا۔ آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا:

''خدا نے چاہا تو تم لوگ ان کے لیے کافی ہو' فکر نہ کرو''۔

چنانچہ فریقین میں تصادم ہوا۔ مخالف مجمع کی تعداد بیس ہزار تھی اور آلِ جعفر طیار کی تعداد ہزار سے بھی کم تھی مگر وہ مخالفین پر غالب آ گئے اور انہیں تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۰۸۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۳۰۲)

باری کے بخار کا تعویذ

حسن بن ظریف کا بیان ہے کہ میرے دل میں دو مسئلے کھٹک رہے تھے ارادہ کیا کہ امام حسن عسکری کو خط لکھ کر معلوم کرلوں اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ ہوا کہ چوتھے دن چڑھنے والے باری کے بخار کا تعویذ بھی آپؑ سے طلب کروں گا۔ چنانچہ میں نے آپؑ کو خط لکھا جس میں مَیں نے دریافت کیا کہ جب قائم آل محمدؐ ظہور کریں گے تو ان کے فیصلوں کی بنیاد کیا ہوگی اور ان کی مجلس کہاں ہوگی؟ لیکن نہ میں مجھے تعویذ کی بات لکھنی یاد نہ رہی۔

میں نے خط روانہ کر دیا اور آپؑ کی طرف سے مجھے جو جواب موصول ہوا اس میں لکھا تھا کہ جب قائم آل محمدؐ ظہور کریں گے تو وہ لوگوں کا فیصلہ اپنے ذاتی علم کے تحت فرمائیں گے اور وہ گواہ طلب نہیں کریں گے۔

اور تم نے باری کے بخار کے متعلق پوچھنا چاہا تھا جسے تم لکھنا بھول گئے تھے خیر کوئی بات نہیں جسے چوتھے روز باری کا بخار آتا ہو تو ایک کاغذ پر قلنا یارنار کونی بردًا وسلاما علی ابراھیم لکھ کر مریض کے گلے میں لٹکاؤ۔ خدا نے چاہا تو تندرست ہو جائے گا۔

ہم نے حضرتؑ کے فرمان کے تحت یہ تعویذ بخار والے کے گلے میں ڈالا تو وہ تندرست ہو گیا۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۵۰۹۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۴۰۳)

اخبار غیب

اسماعیل بن محمد بن علی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں امام حسن عسکریؑ سے کچھ لینے کے لیے راستے میں بیٹھ گیا۔ جب آپؑ کا وہاں سے گزر ہوا تو میں نے ان سے اپنی غربت و افلاس کی شکایت کی اور ان سے مالی تعاون کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ خدا

کی قسم! میں اس وقت سخت پریشان ہوں میرے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے اللہ کی جھوٹی قسم کھائی ہے جب کہ تم نے دوسو دینار زمین میں دفن کر رکھے ہیں اور میں نے تم سے یہ بات اس لیے نہیں کی کہ میں تمہیں اپنی سخاوت سے محروم رکھنا چاہتا ہوں۔

پھر آپؑ نے غلام سے فرمایا: تیرے پاس جو کچھ ہے وہ اس کو دے دے۔

غلام نے مجھے ایک سو دینار دیے۔ پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

جب تمہیں اپنے دفن کردہ دیناروں کی ضرورت ہوگی تو وہ تمہیں نہیں ملیں گے۔ تم ان سے محروم ہو جاؤ گے۔

چنانچہ وہی ہوا جو آپؑ نے فرمایا تھا: ایک مرتبہ مجھ پر رزق روزی کے تمام دروازے بند ہو گئے۔ میں نے چاہا کہ اپنے دفن کردہ دینار نکال کر انہیں اپنے استعمال میں لاؤں۔ چنانچہ میں نے اس جگہ کو کھود کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ہوا یہ تھا کہ میرے لڑکے کو ان کے متعلق پتہ چل گیا تھا اور وہ انہیں نکال کر رفو چکر ہو گیا تھا اور یوں میں اپنی دولت سے شدید ضرورت کے وقت محروم ہو گیا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۰۹۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۴۰۳)

یہ گھوڑا بیچ دو

علی بن زید بن علی بن حسین بن زید بن علی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک عمدہ گھوڑا تھا جس پر میں بہت فخر کیا کرتا تھا اور اکثر محفلوں میں میں اس کا ذکر کیا کرتا تھا۔

ایک دن میں اس پر بیٹھ کر امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: تمہارا وہ گھوڑا کہاں ہے؟

میں نے کہا: وہ اس وقت آپؑ کے دروازے پر کھڑا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میری مانو تو شام ہونے سے قبل ہی اس کو بیچ ڈالو اور دیر نہ کرو۔

ابھی آپؑ یہ بات کر ہی رہے تھے کہ کوئی شخص آ گیا جس سے ہماری گفتگو کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں حیران و پریشان ہو کر واپس اپنے گھر آیا اور میں نے اپنے بھائی سے یہ بات بیان کی۔ اس نے کہا: میں خود حیران ہوں کہ تمہیں کیا مشورہ دوں؟

سارا دن میرے سوچنے میں گزر گیا کہ شام ہو گئی اور مغرب کی اذان ہو گئی اور جب میں نماز مغرب سے فارغ ہوا تو سائیں دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا:

آپ کا گھوڑا ابھی کھڑے کھڑے مر گیا ہے۔

اس وقت مجھے امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرمان کا مفہوم سمجھ میں آ گیا۔

دوسرے دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش آپؑ مجھے اس گھوڑے کی جگہ دوسرا گھوڑا دے دیں تو کیا ہی اچھا ہو!!

آپؑ نے از خود مجھ سے فرمایا:

میں تمہیں اس گھوڑے کے بدلے دوسرا گھوڑا دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپؑ نے غلام سے فرمایا:

میرا کمیت رنگ کا گھوڑا انہیں دے دو۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

یہ گھوڑا تمہارے گھوڑے سے بہتر ہے اور اس کی عمر بھی طویل ہے اور اس کی چال بھی اچھی ہے۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۵۱۰۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۴۰۴)

مہتدی کے قتل کی پیشین گوئی

احمد بن محمد بیان کرتے ہیں کہ جب خلیفہ مہتدی عباسی نے ترک غلاموں کا قتل عام شروع کرایا تو میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں مَیں نے تحریر کیا:

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے اس کا رخ ہم سے ہٹا دیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ بدبخت آپؑ کو دھمکیاں دیتا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میں بنی فاطمہ کو یہاں کی سرزمین سے جلاوطن کر دوں گا۔

اس کے جواب میں آپؑ نے تحریر فرمایا:

یہ اس کے بس میں نہیں ہے۔ اس کی عمر انتہائی کم رہ گئی ہے۔ آج سے پانچ دن بعد یعنی چھٹے دن وہ ذلیل و رسوا ہو کر قتل کیا جائے گا۔

آپؑ کا یہ فرمان پورا ہوا۔ آپؑ نے ۸ رجب ۲۵۶ھ کو یہ خط لکھا اور مہتدی عباسی ۱۴ رجب ۲۵۶ھ کو قتل ہوا۔ (الکافی' جلد ۱' ص ۵۱۰۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۴۰۴)

مستقبل کا علم

محمد بن حسن بن شمون بیان کرتے ہیں کہ میری ایک آنکھ ضائع ہو گئی اور دوسری میں بھی درد ہونے لگا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ بھی ضائع نہ ہو جائے۔ اسی لیے میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا جس میں مَیں نے ان سے درد دُور ہونے کی دعا کی درخواست کی۔

امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا:

''اللہ تیری آنکھ کو سلامتی دے اور تجھے اجر عطا فرمائے اور بہتر ثواب عنایت کرے''۔

اس خط کے بعد میری آنکھ کا درد ختم ہو گیا اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ حضرتؑ کے خط کے دوسرے حصّے پر میں نے بڑا غور کیا کہ آپؑ نے یہ کیوں لکھا: ''اللہ تجھے اجر عطا فرمائے اور بہتر ثواب عنایت کرے''۔ کیونکہ ایسے جملے تو کسی وارث میت کو بطور تسلی کہے جاتے ہیں جب کہ میرے خاندان میں تو کئی سالوں سے کوئی بھی نہیں مرا تھا!!

اس خط کے چند روز بعد مجھے میرے بیٹے ''طیب'' کی موت کی خبر ملی جس سے

مجھے معلوم ہوا کہ حضرتؑ کا اشارہ بھی اسی طرف تھا۔
(الکافی' جلد ا' ص ۵۱۰۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۴۰۴)

جائیداد کا واپس ملنا

عمر بن ابی مسلم بیان کرتے ہیں کہ سیف بن لیث نامی ایک شخص مصر سے یہاں سامرہ آیا اور وہ خلیفہ مہتدی کے پاس شفیع خادم کی شکایت کرنا چاہتا تھا کہ اس نے اس کی جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے۔

ہم لوگوں نے اسے مشورہ دیا کہ تم امام حسن عسکری علیہ السلام سے مل لو اور ان سے مہتدی کے نام سفارشی رقعہ جاری کراؤ۔

اس شخص نے تحریری طور پر حضرتؑ سے درخواست کی تو آپؑ نے اس کے جواب میں لکھا:

تمہیں خلیفہ کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ تیری جائیداد تجھ کو مل جائے گی اور تیری جائیداد پر اس وقت جو شخص قابض ہے' تو جا کر اس سے ملاقات کر اور اسے سلطان اعظم رب العالمین سے ڈرا۔

وہ شخص واپس چلا گیا اور اس غاصب سے جا کر ملا۔ اس نے کہا کہ تیرے جاتے ہی میرے پاس خط آیا کہ میں تیری جائیداد تجھے واپس کر دوں۔ پھر اس نے وہ تمام جائیداد اس شخص کو واپس کر دی اور یوں اسے مہتدی کے پاس جانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۱۱۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۴۰۵)

ایک بیٹے کی صحت اور دوسرے کی موت کی پیشین گوئی

سیف بن لیث کا بیان ہے کہ جب میں مصر سے روانہ ہوا تو اس وقت میرا چھوٹا بیٹا بیمار تھا اور بڑے بیٹے کو میں نے اپنی تمام جائیداد کا نگران مقرر کیا اور میں نے امام

حسن عسکری کو خط لکھا جس میں ان سے درخواست کی کہ وہ اللہ سے دعا مانگیں تا کہ میرا چھوٹا بیٹا تندرست ہو جائے۔

اس کے جواب میں آپؑ نے مجھے لکھا:

تیرا بیمار بیٹا تندرست ہو چکا ہے اور تیرا بڑا بیٹا مر گیا ہے اللہ کی حمد کرو اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کرو ورنہ تمہارا اجر ضائع ہو جائے گا۔

حضرتؑ کے خط کے چند روز بعد مجھے میرے گھر والوں نے اطلاع بھیجی کہ تیرا چھوٹا بیٹا ٹھیک ہو چکا ہے اور بڑا بیٹا مر گیا ہے اور میرے گھر والوں نے میرے بیٹے کے مرنے کی وہی تاریخ لکھی تھی جس میں مجھے امام حسن عسکریؑ کا خط موصول ہوا تھا۔

(الکافی' جلد ا' ص ۵۱۱۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۴۲۴)

مانگے بغیر انگشتری عطا کرنا

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ مولاؑ سے عرض کروں گا کہ وہ کچھ چاندی عنایت فرمائیں جس سے میں اپنے لیے انگوٹھی بنوا سکوں۔

جب میں امام عالی مقام کے پاس بیٹھا اور حضرتؑ سے باتیں کیں تو مجھے چاندی مانگنا یاد نہ رہا۔ جب میں اٹھ کر چلنے لگا تو آپؑ نے اپنی انگوٹھی اتار کر میرے حوالے کی اور فرمایا:

تمہارا ارادہ تو صرف چاندی مانگنے کا تھا۔ میں تمہیں بنی بنائی انگوٹھی دیتا ہوں اور تمہیں نگینہ اور زرگر کی اُجرت سے بھی بے فکر کیے دیتا ہوں۔ اللہ تمہیں مبارک کرے۔

میں نے عرض کیا:

میرے آقا و سیدؑ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ اللہ کے ولی ہیں اور آپؑ میرے وہ امام ہیں جن کی اطاعت کو میں اللہ کے دین کا حصہ سمجھتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: ابو ہاشم! خدا تمہاری مغفرت فرمائے۔
(الکافی' جلد ا' ص ۵۱۲۔ اعلام الوریٰ والخرائج۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۴۲۱)

حضرتؑ کے دیدار کی برکت

علی بن عبدالغفار کا بیان ہے کہ جب امام حسن عسکری کو گرفتار کر کے صالح بن وصیف کی نگرانی میں دیا گیا اور اس سے حکام نے کہا کہ تم ان پر خوب سختی کرو اور دو اشخاص ایسے مقرر کرو جو انہیں ہر وقت ذہنی اذیت دیتے رہیں۔

کچھ دنوں کے بعد کچھ عباسی حکام اور صالح بن علی اور دوسرے کچھ منحرف افراد صالح بن وصیف کے قید خانے میں گئے تا کہ دیکھیں کہ وہ امام پر سختی کر رہا ہے یا نہیں؟

وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام عبادت میں مصروف تھے اور ان کے ساتھ دو اور شخص بھی عبادت میں مصروف تھے۔

عباسی حکام نے صالح بن وصیف سے کہا کہ ہم نے تو تجھے کہا تھا کہ دو اشخاص ایسے مقرر کرو جو ہر وقت انہیں ذہنی اذیت دیتے رہیں لیکن تم نے ان پر دو عابد افراد مقرر کیے ہیں۔

صالح بن وصیف داروغہ نے کہا کہ میں نے دو بدترین اشخاص کا انتخاب کیا تھا تا کہ وہ انہیں ہر وقت ذہنی اذیت میں مبتلا رکھیں اور یہ دو اشخاص جو تمہیں دکھائی دے رہے ہیں وہی ہیں لیکن جب انہوں نے امام کی عبادت اور تقویٰ کو دیکھا تو خود ان کی اپنی کایا پلٹ گئی اور یہ خود عبادت گزار بن گئے اور یہ دن رات امام حسن عسکریؑ کے ساتھ مصروف عبادت رہتے ہیں۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۱۲۔ ارشاد مفید' ص ۳۴۴)

فصد میں خون کی بجائے دودھ کا نکلنا

ایک نصرانی طبیب جس کی عمر سو سال سے زائد تھی اس نے بیان کیا کہ میں سرکاری

معالج بختیشوع کے خاص تلامذہ میں سے تھا۔ ایک دن امام حسن عسکری نے میرے استاد کے پاس پیغام بھیجا کہ تم اپنے کسی خاص شاگرد کو بھیجو جو میری فصد کھول سکے۔

استاد نے اس کام کے لیے مجھے منتخب کیا اور کہا کہ ابن رضاؑ کے پاس جا کر اس کی فصد کھولو اور تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں لہٰذا وہ جو کچھ کہیں اس پر ہرگز اعتراض نہ کرنا۔

چنانچہ میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابھی تم اس حجرے میں آرام کرو اور جیسے ہی فصد کے لیے مناسب وقت شروع ہوگا میں تم کو بلا لوں گا۔

طبیب کا بیان ہے ہمارے علم کے مطابق جس وقت میں وہاں گیا تھا تو وہ فصد کے لیے مناسب ترین وقت تھا۔ مگر آپؑ نے اس قت فصد کھلوانا مناسب نہ سمجھا۔ پھر آپؑ نے مجھے اس وقت طلب کیا جو کہ میرے نزدیک فصد کے لیے نامناسب وقت تھا۔ ایک بڑا تھال لا کر رکھا گیا۔ میں نے نشتر سے رگ اکحل کھولی۔ اس سے خون بہنے لگا یہاں تک کہ پورا تھال خون سے لبریز ہو گیا۔

آپؑ نے فرمایا: اب اسے روک دو۔ میں نے خون روک دیا۔ آپؑ نے ہاتھ دھوئے اور رگ کو باندھ دیا۔

پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور جا کر حجرے میں آرام کرو۔

میں حجرے میں جا کر بیٹھ گیا۔ آپؑ نے میرے لیے گرم اور ٹھنڈی غذائیں بھجوائیں۔ میں نے وقت عصر تک انتظار کیا۔ پھر آپؑ نے مجھے عصر کے وقت طلب کیا اور فصد کے لیے طشت منگوا کر فرمایا کہ اب فصد کھولو۔ میں نے فصد کھولی تو خون سے تھال بھر گیا۔

آپؑ نے فرمایا: اب اسے بند کرو۔

میں نے خون روک دیا۔ آپؑ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور مجھے حجرے میں بٹھا

دیا۔ میں رات بھر وہاں رہا اور دوسرے دن طلوع آفتاب کے وقت مجھے بلا کر فصد کھلوایا۔ میں نے فصد کھولا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اب کی بار خون کی بجائے اس میں سے سفید دودھ نکلا اور وہ دودھ اتنی مقدار میں برآمد ہوا کہ طشت بھر گیا۔

آپؑ نے فرمایا: اب اسے روک دو۔ میں نے روک دیا۔ پھر آپؑ نے اپنے ہاتھ کو باندھا اور مجھے ایک کپڑے کا تھان اور پچاس دینار دیئے۔

میں نے عرض کیا کہ اور کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں جو ''دَیرِ عاقول'' میں تجھے ملے اس سے میرا سلام کہنا۔

میں وہاں سے اٹھ کر اپنے استاد بختیشوع کے پاس آیا اور اس سے سارا قصہ بیان کیا۔

میرے استاد نے کہا: تمام اطباء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انسان کے جسم میں زیادہ سے زیادہ سات سیر خون ہوتا ہے اور تم نے خون کی جتنی مقدار نکلنے کی بات سنائی ہے وہ تعجب خیز ہے اور اس سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ ان کی رگ سے دودھ نکلا۔

پھر ہم نے تین دن تک کتب طب کی ورق گردانی کی مگر ہمیں طب کی تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ دکھائی نہ دیا۔ جب ہم ہر طرف سے مایوس ہوئے تو میرے استاد نے کہا:

اس وقت نصاریٰ میں طب کا سب سے بڑا عالم ''دَیرِ عاقول'' میں رہتا ہے۔ پھر بختیشوع نے اس کے نام خط لکھا جس میں سارا واقعہ تحریر کیا اور میں وہ خط لے کر دیرِ عاقول گیا۔

راہب نے مجھ سے کہا کہ تم کون ہو؟

میں نے کہا: میں بختیشوع کا نمائندہ ہوں۔

اس نے کہا: کیا تمہارے پاس اس کا کوئی خط موجود ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر اس نے ایک زنبیل اوپر سے لٹکائی اور میں نے اس میں اپنا خط رکھ دیا۔ اس نے رسی اوپر کھینچ لی اور خط پڑھ کر نیچے اتر آیا۔ اس نے مجھ سے

پوچھا: کیا تم نے ہی فصد کھولی تھی؟

میں نے اثبات میں جواب دیا۔

اس نے کہا: وہ ماں بڑے مقدر والی تھی جس نے تجھے جنم دیا۔

اس کے بعد وہ ایک سواری پر سوار ہو کر سامرہ کی طرف چل پڑا۔ اور ہم رات کے پچھلے پہر سامرہ پہنچ گئے۔ میں نے اس راہب سے کہا کہ آپ میرے استاد کے گھر چلیں گے یا اس شخص کے گھر چلیں گے جس کا میں نے فصد کھولا تھا؟

اس نے کہا: ہم اس فصد والے کے پاس جائیں گے۔

پھر ہم لوگ امام حسن عسکری کے دروازے پر اذان سے کچھ دیر پہلے جا پہنچے۔ ہم نے دستک دی اور ایک سیاہ فام غلام نے دروازہ کھولا۔ اس نے دروازہ کھولتے ہی کہا: تم میں سے دیر عاقول کا راہب کون ہے؟

راہب نے کہا: میں ہی دیر عاقول کا راہب ہوں۔

غلام نے کہا: سواری سے اترو اور اس نے مجھ سے کہا کہ تم یہاں رکو اور سواریوں کا خیال رکھو۔ چنانچہ میں دروازے پر رک گیا اور وہ دونوں اندر چلے گئے۔ میں وہیں صبح تک دروازے پر کھڑا رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا اور راہب باہر نکلا۔ اس نے رہبانیت کا لبادہ اتار دیا تھا اور سفید لباس پہن کر مسلمان ہو چکا تھا۔

پھر راہب نے مجھ سے کہا کہ تم اب مجھے بختیشوع کے گھر لے چلو۔

میں اسے لے کر اپنے استاد کے گھر لے گیا اور جب اس نے دیر عاقول کے راہب کو آتے ہوئے دیکھا تو وہ دوڑ کر آیا اور کہا: آپ نے اپنا دین کیوں بدل دیا۔

راہب نے کہا کہ میں نے حضرت مسیحؑ کو پالیا ہے اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا ہے۔

بختیشوع نے کہا: کیا آپ نے مسیحؑ کو پالیا ہے؟

راہب نے کہا: مسیح نہ سہی تو ان کا مثل ہی سہی۔ اس طرح کی فصد مسیح کے علاوہ

کسی نے نہیں کھلوائی تھی اور ان کی علامات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مسیح کی شبیہہ ہیں۔

پھر وہ راہب امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں واپس آیا اور مرتے دم تک آپؑ کی خدمت میں ہی قیام پذیر رہا۔ (مختار الخرائج، ص ۲۱۳)

مستقبل کی خبر

علی بن محمد نے ہمارے بعض اصحاب سے نقل کیا کہ محمد بن حجر نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں اس نے اپنے دو مخالفین عبدالعزیز بن دلف اور یزید بن عبداللہ کی شکایت کی۔

آپؑ نے جواب میں لکھا:

''عبدالعزیز سے تم محفوظ رہو گے اور یزید کے ساتھ روز قیامت تم نے خدا کے حضور جھگڑا کرنا ہے''۔

چنانچہ اس خط کے کچھ عرصہ بعد عبدالعزیز مر گیا اور پھر کچھ دنوں بعد یزید بن عبداللہ نے محمد بن حجر کو قتل کر دیا۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۵۱۳۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۴۰۶)

درندوں سے محفوظ رہنا

علی بن محمد نے ہمارے بعض اصحاب سے یہ روایت نقل کی کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو گرفتار کر کے ''نحریر'' کے جو کہ بنی عباس کا خاص الخاص خادم تھا، سپرد کر دیا گیا اور وہ لعین آپ پر سختیاں کرتا تھا اور آپ کو اذیتیں دیا کرتا تھا۔

اس کی بیوی نے کہا: تجھ پر ہلاکت ہو۔ خدا کا خوف کر تیرا قیدی انتہائی صالح ترین آدمی ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ اگر اس نے تجھے بددعا کر دی تو تو تباہ ہو جائے گا۔

اس نے کہا: میں اسے درندوں کے آگے ڈال دوں گا۔

پھر اس نے ایسا کیا جب آپ درندوں کے درمیان میں گئے تو انہوں نے آپؑ

کے گرد طواف کیا اور آپؑ نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

سونے کا انداز

احمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا:

مولاؑ! آپ اپنے ہاتھ سے ایک سطر تحریر کر کے میرے سپرد کریں تا کہ جب آپ کی طرف سے کوئی دوسرا خط میرے پاس آئے تو میں رسم الخط پہچان کر معلوم کر سکوں گا کہ واقعی یہ آپ کا ہی ارسال کردہ خط ہے۔

امام علیہ السلام نے قلم دوات منگوائی اور آپؑ نے یہ الفاظ تحریر کیے:

''احمد! میرا خط کبھی موٹی قلم سے اور کبھی باریک قلم سے لکھا ہوا تیرے پاس آئے تو اس میں شک نہ کرنا''۔

جب آپ یہ سطر لکھ رہے تھے تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں آپؑ سے یہ قلم طلب کروں گا تا کہ اسے امام کا تبرک سمجھ کر اپنے پاس رکھ سکوں۔ جیسے ہی آپؑ لکھنے سے فارغ ہوئے تو قلم کو صاف کر کے میرے حوالے کیا اور فرمایا:

یہ قلم تم اپنے پاس رکھ لو۔

میں نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ مولاؑ! مجھے ایک چیز نے پریشان کیا ہوا ہے۔ میں نے ایک مرتبہ چاہا تھا کہ آپؑ کے والد سے اس کے متعلق گفتگو کروں لیکن موقع نہیں ملا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: بیان کرو، تمہیں کیا پریشانی ہے؟

میں نے عرض کیا: لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپؑ کے آبائے طاہرین کا فرمان ہے کہ انبیاء چت کے بل سویا کرتے ہیں اور سوتے میں ان کا چہرہ آسمان کی طرف ہوتا ہے اور مومن دائیں پہلو کے بل سوتے ہیں اور منافق بائیں پہلو کے بل سوتے ہیں اور

شیاطین اپنے چہروں کے بل یعنی اُلٹے سوتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں یہ سچ ہے۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! میری تو مجبوری ہے کہ میں دائیں پہلو پر سو ہی نہیں سکتا اور اگر میں اس پہلو کے بل سونا بھی چاہوں تو مجھے نیند نہیں آتی۔

یہ سن کر کچھ دیر تک آپ خاموش رہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

میرے قریب آؤ۔ میں حضرتؑ کے قریب ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: اپنے ہاتھ کو کپڑوں کے نیچے داخل کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ اپنی قمیص سے نکال کر میرے کپڑوں کے نیچے داخل کیا اور آپؑ نے میرے بائیں حصّے پر تین مرتبہ اپنا دایاں ہاتھ پھیرا اور میرے داہنے حصّے پر آپؑ نے تین بار اپنا بایاں ہاتھ پھیرا۔

احمد کا بیان ہے کہ اس دن کے بعد مجھے بائیں پہلو پر نیند ہی نہیں آتی اور میں ہمیشہ دائیں پہلو پر سونے کا عادی ہو گیا۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۵۱۳۔ الوسائل، جلد ۴، ص ۱۰۶۷)

سنگریزوں پر مہر ثبت کرنا

ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ خادم نے آ کر اطلاع دی کہ یمن کا ایک شخص آپؑ کی زیارت کا خواہش مند ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اسے آنے دو۔

غلام ایک شخص کو لے کر آیا جو بڑا حسین و جمیل اور طویل و جسیم تھا۔ اس نے آپؑ پر سلام کیا اور آپؑ نے اسے جواب دیا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ۔

وہ شخص میرے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش معلوم ہوتا ہے کہ یہ کون ہے؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

یہ سنگریزے والی اس عربی خاتون کا بیٹا ہے جس کے سنگریزے پر میرے آبائے طاہرین نے مہریں ثبت کی تھیں اور اب یہ مجھ سے بھی مہر ثبت کرانے کے لیے آیا ہے۔

پھر آپؑ نے اس سے فرمایا: وہ سنگریزہ کہاں ہے؟

اس نے ایک سنگریزہ نکالا جس کے ایک کنارے پر ایک صاف جگہ خالی تھی۔

آپؑ نے اس خالی جگہ پر اپنی مہر ثبت فرمادی۔

راوی کہتے ہیں کہ گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس پر حسن بن علی کی مہر جگمگا رہی ہے۔

میں نے اس سے پوچھا: اس سے قبل کیا تم نے امام علیہ السلام کی زیارت کی تھی؟

اس نے کہا: نہیں' البتہ مجھے ایک عرصہ سے حضرتؑ کی زیارت کا اشتیاق تھا۔ پھر آج کچھ دیر قبل ایک خوبصورت جوان میرے پاس آیا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ اٹھو اور امامؑ کی خدمت میں حاضری دو۔ میں جیسے ہی اٹھا تو میں نے اپنے آپ کو یہاں موجود پایا۔

پھر اس نے حضرتؑ کو الوداع کہا اور کہا:

رحمة اللّٰه وبركاته عليكم اهل البيت ذرية بعضها من بعض

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کا حق بھی امیر المومنینؑ کے حق کی طرح سے واجب ہے''۔

پھر وہ چلا گیا اور بعد میں وہ مجھے کبھی نظر نہ آیا۔

ابو ہاشم کہتے ہیں کہ میں نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا نام مہیج بن صلت بن عقبہ بن سمعان بن غانم بن ام غانم ہے۔ اور ہماری دادی ام غانم نے سنگریزے پر امیر المومنینؑ اور کچھ دیگر ائمہ سے مہریں لگوائی تھیں۔

(اعلام الوریٰ' ص ۳۵۳-۳۵۴۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۴۳۱-۴۳۲)

ایک سرکاری مخبر کی نشان دہی

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ میں اور حسن بن محمد عقیقی اور محمد بن ابراہیم عمری اور فلاں فلاں افراد صالح بن وصیف کے قید خانے میں قید تھے۔ کچھ دن امام حسن عسکریؑ اور ان کے بھائی جعفر بھی ہمارے ساتھ قید خانے میں لائے گئے۔ زندان میں ایک حجمی شخص بھی ہمارے ساتھ قید تھا جو کہ علوی ہونے کا دعویدار تھا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

اگر تم میں ایک شخص ایسا نہ ہوتا جو ہم میں سے نہیں ہے تو میں تمہیں بتاتا کہ تمہیں کب رہائی ملے گی۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اس حجمی شخص کی طرف اشارہ کیا کہ وہ باہر چلا جائے۔ چنانچہ وہ باہر گیا تو آپؑ نے فرمایا:

یہ شخص تم میں سے نہیں ہے۔ اس سے ہوشیار رہو۔ اس کے کپڑوں میں اس وقت ایک تحریر موجود ہے جس میں اس نے تمہارے متعلق سلطان کو معلومات فراہم کی ہیں۔

ہم میں سے کچھ افراد اٹھے اور انہوں نے اس کی جامہ تلاشی لی تو اس کے کپڑوں میں ایک تحریر موجود تھی جس میں اس نے سلطان سے کہا تھا کہ ان لوگوں کے نہایت خطرناک عزائم ہیں۔

ابو ہاشم کہتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام روزے رکھتے تھے اور روزانہ شام کے وقت آپؑ کا ایک غلام ایک تھیلے میں آپؑ کے لیے کھانا لاتا تھا اور ہم بھی اسی کھانے سے افطار کیا کرتے تھے۔

مسلسل روزوں کی وجہ سے ایک دن مجھے اپنے بدن میں سخت کمزوری محسوس ہوئی تو میں اس کمرے سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا اور وہاں جا کر میں نے ایک سوکھی روٹی کھائی اور اس کے بعد خاموشی سے میں امام علیہ السلام کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ ابو ہاشم کے لیے کھانا لاؤ۔ اسے روزہ نہیں ہے۔ یہ سن کر میں مسکرایا۔

آپؑ نے فرمایا: ابو ہاشم کیوں مسکراتے ہو؟ جب تم روزہ سے نہیں ہو تو پھر سوکھی روٹی کھا کر تمہیں کون سی طاقت ملے گی۔ گوشت کھاؤ تا کہ تمہاری کمزوری دور ہو سکے۔

میں نے عرض کیا: بے شک خدا اور رسولؐ اور آپ حضراتؑ سچے ہیں۔ پھر میں نے کھانا کھایا۔

آپؑ نے فرمایا: اب تین دن تک روزہ نہ رکھنا کیونکہ روزوں کی کمزوری تین دن سے پہلے ختم نہیں ہوتی۔

پھر جس دن آپؑ کو رہائی ملنے والی تھی اس دن آپؑ کا غلام آیا اور پوچھا کہ میں آپؑ کا کھانا لاؤں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں لاؤ جب کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ مجھے یہاں کھانا نصیب نہ ہوگا۔

چنانچہ آپؑ کا غلام ظہر کے وقت کھانا لے آیا۔ اس دن آپؑ روزہ سے تھے اور عصر کے وقت آپؑ کو رہائی ملی۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا اب یہ کھانا تم لوگ کھا لینا اللہ تمہیں مبارک کرے۔

(اعلام الوریٰ، ص ۳۵۴-۳۵۵۔ الخرائج، جلد ۲، ص ۶۸۲)

قائم آلِ محمدؐ مساجد کے مینار اور محراب توڑ دیں گے

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا۔ آپؑ نے دوران گفتگو فرمایا:

جب قائم آلِ محمدؐ خروج کریں گے تو آپؑ حکم دیں گے کہ مساجد کے مینار اور مقصورے توڑ دیئے جائیں۔

یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا: بھلا وہ ایسا کیوں کریں گے؟

آپؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

وہ اس لیے انہیں توڑنے کا حکم دیں گے کیونکہ یہ بدعت ہے۔ نبی اکرمؐ اور کسی بھی حجتِ خدا نے یہ نہیں بنائے تھے۔ (اعلام الوریٰ' ص ۳۵۵۔ غیبت طوسی' ص ۲۰۶)

میراث میں عورت کا حصّہ کیوں کم ہے؟

ابو ہاشم راوی ہیں کہ ''فہفکی'' نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے کہا:

اس کی کیا وجہ ہے کہ اسلام میں مسکین عورت کو ایک حصّہ اور مرد کو دو حصّے دیئے جاتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:

عورت پر نہ تو جہاد ہے نہ اس پر کسی کا نان نفقہ واجب ہے اور نہ ہی اس پر ''عقال'' ہے۔ یہ سب کچھ تو مردوں پر فرض ہے اسی لیے مرد کا حصّہ زیادہ اور عورت کا حصّہ کم ہے۔

امام علیہ السلام کا یہ جواب سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ یہ سوال مشہور زندیق ابن ابی العوجاء کا ہے اور اس نے یہ سوال امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا تھا اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسے یہی جواب دیا تھا جو کہ اب امام حسن عسکری علیہ السلام نے دیا ہے۔

امام حسن عسکری نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

جی ہاں' یہ ابن ابی العوجاء کا سوال ہے اور ہماری طرف سے اس کا جواب ایک ہی ہے۔ چونکہ سوال ایک ہے لہٰذا ہمارا جواب بھی ایک ہی ہے جو فضیلت ہمارے پہلے کو ملی ہے وہی آخری کو بھی ملی ہے۔ ہمارا پہلا اور ہمارا آخری فرد علم اور امر میں برابر ہیں مگر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کو ہم پر بزرگی اور فضیلت حاصل ہے۔ (اعلام الوریٰ' ص ۳۵۵۔ الکافی' جلد ۷' ص ۸۵)

ایک دعا کی تعلیم

ابو ہاشم بیان کرتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو آپؑ کے ایک عقیدت مند نے خط لکھا اور اس نے آپؑ سے درخواست کی کہ آپؑ اسے کوئی دعا تعلیم فرمائیں۔

امام حسن عسکری نے اسے لکھا کہ تم یہ دعا پڑھا کرو:

یَااَسْمَعَ السَّامِعِیْنَ یَااَبْصَرَ الْمُبْصِرِیْنَ یَا اَنْظَرَ النَّاظِرِیْنَ وَیَااَسْرَعَ الْحَاسِبِیْنَ وَیَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَوْسِعْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ وَمُدَّلِیْ فِیْ عُمْرِیْ وَامْنُنْ عَلَیَّ بِرَحْمَتِکَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تَنْتَصِرُ بِہٖ لِدِیْنِکَ وَلَا تَسْتَبْدِلْ بِیْ غَیْرِیْ

ابو ہاشم کہتے ہیں یہ دعا پڑھ کر میں نے اپنے دل میں کہا:

اَللّٰھُمَّ اجعلنی فی حزبک وفی زمرتک

''خدایا! مجھے اپنے گروہ اور اپنے زمرہ میں سے قرار دے''۔

امام حسن عسکری علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

تم یقیناً خدا کے گواہ اور اس کے زمرہ میں شامل ہو کیونکہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے ہو اور اولیائے خدا کے عارف ہو اور تم ان کے مددگار ہو۔ تمہیں بشارت ہو، تمہیں پھر دوبارہ بشارت ہو۔

(اعلام الوریٰ، ص ۳۵۵۔ کشف الغمہ، جلد ۲، ص ۴۲۱)

خدمت خلق کرنے والوں کا مقام

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے سنا آپؑ نے فرمایا:

جنت کے ایک دروازے کا نام ''معروف'' ہے۔ اس میں سے وہی لوگ داخل ہوں گے جو لوگوں سے بھلائی کرنے والے ہوں گے۔

یہ فرمان سن کر میں بہت خوش ہوا کیونکہ میں لوگوں کی ضروریات کے لیے ہمیشہ پیش پیش رہا کرتا تھا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

جی ہاں! مجھے تیری عادت کا علم ہے جو لوگ دنیا میں بھلائی کرنے والے ہیں آخرت میں بھی وہ بھلائی کرنے والے ہوں گے۔ ابو ہاشم! اللہ تجھے ان میں سے بنائے اور تجھ پر رحم فرمائے۔ (اعلام الوریٰ' ص ۳۵۶۔ الخرائج' جلد ۲' ص ۶۸۹)

بھیڑیئے سے گفتگو کرنا

عبداللہ بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو بھیڑیئے سے کلام کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا کہ اے امام صالح! اس بھیڑیئے سے میرے بھائی کی خیریت دریافت کریں جسے میں طبرستان میں چھوڑ کر آیا ہوں اور میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا: جب بھی تو اسے دیکھنا چاہے تو اپنے سامرہ والے گھر کے درخت کو دیکھ لیا کر۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۲۴۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۴۳۲)

شہد اور دودھ کا چشمہ

طبری امامی لکھتے ہیں کہ حضرت حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے گھر میں ایک ایسا چشمہ احداث کیا تھا جس سے دودھ اور شہد برآمد ہوتی تھی۔ ہم اسے پیا کرتے تھے اور اپنے گھروں میں بھی لے جاتے تھے۔

(نوادر المعجزات' ص ۱۹۱۔ دلائل الامامۃ' ص ۲۲۴) ۱

بارش کا برسنا اور رکنا

کوفہ کے کچھ لوگ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے خشک سالی کی شکایت کی۔ آپؑ نے انہیں ایک رقعہ لکھ کر دیا اور فرمایا:

تم میرے رقعہ کو کھول کر دھوپ میں رکھو گے تو ان شاء اللہ بارش ہوگی۔

انہوں نے حضرتؑ کے رقعہ کو دھوپ میں رکھا تو کئی روز تک باش آتی رہی یہاں تک کہ انہیں بارش کی ضرورت نہ رہی۔ وہ لوگ بارش رکوانے کی غرض سے آپؑ کے پاس آئے تو آپؑ نے زمین پر اپنی مہر لگائی تو بارشوں کا سلسلہ رک گیا۔

(نوادر المعجزات، ص ۱۹۱۔ دلائل الامامۃ، ص ۲۲۴)

ابو جعفر کا بیان ہے کہ میں نے آپؑ کو بازار سامرہ میں چلتے ہوئے دیکھا۔ آپؑ کا سایہ نہیں تھا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۲۲۴)

ابو جعفر کہتے ہیں کہ امام حسن عسکری درخت آس کے پتہ کو ہاتھ میں لیتے تو وہ چاندی میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۲۲۴)

ابو جعفر کہتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اپنے ہاتھ اوپر کرتے تو وہ موتیوں سے بھر جاتے تھے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۲۲۴)

قدرتِ امامؑ

ابو جعفر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے عرض کیا:

مولاؑ! مجھے ایک ایسا معجزہ دکھائیں تاکہ میں لوگوں کے سامنے اسے بیان کر سکوں۔

آپؑ نے فرمایا:

ابن جریر! کیا معجزہ دیکھ کر مرتد تو نہ ہو جاؤ گے؟

میں نے تین بار قسم کھا کر آپؑ کو یقین دلایا کہ میں اپنے عقیدہ پر قائم رہوں گا۔
اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آپؑ اپنے ہی مصلّٰی کے نیچے زمین میں غائب ہو گئے اور
جب باہر آئے تو آپؑ کے ہاتھ میں بہت بڑی مچھلی تھی۔ آپؑ نے فرمایا:
میں تیرے لیے یہ مچھلی ساتویں سمندر سے لے کر آیا ہوں۔
میں وہ مچھلی لے کر بغداد گیا اور میں نے وہ مچھلی پکا کر اپنے کئی دوستوں کو کھلائی۔
(نوادر المعجزات، ص ۱۹۱۔ دلائل الامامۃ، ص ۲۲۴-۲۲۵)

ابوجعفر کہتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام سامرہ کے بازار میں سے گزرتے
تو تمام بند دروازے کھل جاتے اور تالے ٹوٹ جاتے تھے اور آپؑ ہمیں ہمارے ان تمام
افعال کی خبر دیتے تھے جو ہم نے رات کو انجام دیئے ہوتے تھے۔
(دلائل الامامۃ، ص ۲۲۵۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۴۳۲)

علی بن محمد حمیری کہتے ہیں کہ میں ابواحمد عبیداللہ بن عبداللہ بن طاہر کے پاس گیا۔
اس کے سامنے ایک رقعہ رکھا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس رقعہ کو پڑھو یہ امام حسن عسکری
علیہ السلام نے بھیجا ہے۔ میں نے رقعہ اٹھا کر پڑھا تو اس میں یہ عبارت تحریر تھی:
میں نے اس سرکش زبیر بن جعفر کے لیے خدا سے درخواست کر دی ہے اور تیر
دن کے بعد اللہ اسے پکڑ لے گا۔
آپؑ کا فرمان پورا ہوا اور تیسرے دن وہ قتل ہو گیا۔
(دلائل الامامۃ، ص ۲۲۵۔ نوادر المعجزات، ص ۲

باہر اور اندر کے لباس کا فرق

کامل بن ابراہیم کا تعلق فرقہ مفوضہ سے تھا اور یہ وہ فرقہ ہے جن کا یہ خیال
کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق و تدبیر رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ کے ذمہ لگائی۔
انہوں نے ہی زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور اس فرقہ سے ائمہ ہدیٰ نے اپنی بیز

اعلان کیا ہے اور ان پر لعنت کی ہے۔

بہرنوع اسی فرقہ کا ایک فرد امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے آ کر دیکھا کہ آپؑ نے خوبصورت اور ملائم کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ لوگ ہمیں تو غریب بھائیوں کی مدد اور سادگی کا حکم دیتے ہیں لیکن یہ خود نرم و ملائم لباس پہنتے ہیں!!

امام علیہ السلام اس کی دلی کیفیت کو بھانپ کر مسکرائے اور آپؑ نے اپنی کلائیوں سے وہ سفید لباس ہٹایا تو اندر آپؑ نے سیاہ رنگ کا کھردرا لباس پہنا ہوا تھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

کامل! یہ کھردرا لباس اللہ کے لیے ہے اور یہ نرم و ملائم لباس تمہارے دکھانے کے لیے ہے۔

کامل کہتا ہے کہ مجھے اپنے خیال پر سخت شرمندگی محسوس ہوئی۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۷۳۔ غیبت طوسی، ص ۲۴۶)

محبّ اور شیعہ کا فرق

تفسیر امام حسن عسکری میں ابو یعقوب یوسف بن زیاد اور علی بن یسار رضی اللہ عنہما سے یہ روایت مروی ہے کہ ہم ایک شب امام حسن عسکری کی زیارت کے لیے ان کے بالاخانے پر گئے اور اس وقت کا والی آپؑ کی بڑی تعظیم کیا کرتا تھا اور اس کے حاشیہ نشین بھی آپؑ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

اسی دوران ہم نے دیکھا کہ کوتوال شہر آ رہا ہے اور اس نے ایک شخص کو زنجیروں میں پابند کیا ہوا ہے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے دریچہ سے جھانک کر دیکھا تو وہ اپنی سواری سے اترا اور آپؑ کا احترام بجالایا۔

اس نے کہا: مولاؑ! آپؑ اس شخص کو دیکھ رہے ہیں یہ رات کے وقت ایک صراف

کی دکان پر بیٹھا تھا۔ میں نے اسے چور سمجھ کر گرفتار کیا ہے اور میرا اصول یہ ہے کہ میں چور اچکوں کو پانچ سو کوڑے سزا دیتا رہتا ہوں۔ جب میں نے اسے سزا دینے کا ارادہ کیا تو اس نے مجھ سے کہا:

خدا سے ڈر۔ میں امیر المومنین علیہ السلام کا شیعہ ہوں اور میں قائم بامر اللہ (امام مہدی علیہ السلام) کے والد کا شیعہ ہوں۔

جب میں نے اس سے یہ بات سنی تو میں نے سزا کا ارادہ ترک کر دیا اور اسے یہاں آپؑ کے پاس لے کر آیا ہوں اور میں نے اس سے یہ کہہ دیا ہے کہ میں تجھے امام حسن عسکریؑ کے سامنے لے جاؤں گا۔ اگر انہوں نے تیرے شیعہ ہونے کی تصدیق کر دی تو میں تجھے چھوڑ دوں گا ورنہ میں تجھے ہزار کوڑے ماروں گا اور اس کے بعد تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔

اب فرزند رسولؐ! آپؑ ہی اس کے متعلق فیصلہ فرمائیں کیا یہ واقعی امیر المومنین کا شیعہ ہے؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

معاذ اللہ! یہ امیر المومنین کا شیعہ نہیں ہے اور اس کے اسی گمان کی وجہ سے تو اللہ نے اسے تیرے ہاتھوں میں قید کر دیا ہے۔

یہ سن کر کوتوالِ شہر نے کہا: اب آپ نے میرا مسئلہ حل کر دیا اب میں اسے پورے پانچ سو کوڑے ماروں گا۔

پھر وہ اسے لے کر دور چلا گیا اور کچھ فاصلے پر اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے لٹاؤ۔ چنانچہ سپاہیوں نے اسے لٹایا۔ پھر اس نے دو سپاہیوں سے کہا کہ ایک اس کی دائیں طرف کھڑا ہو جائے اور دوسرا اس کی بائیں طرف کھڑا ہو جائے اسے ڈنڈوں سے خوب پیٹا جائے۔

چنانچہ دو سپاہی اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ڈنڈے

مارے لیکن کوتوال یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ان کے ڈنڈے اس کی کمر پر لگنے کی بجائے زمین پر لگ رہے تھے اور ملزم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی تھی۔

کوتوال نے چیخ کر کہا: تم یہ کیا کر رہے ہو تم تو ڈنڈے زمین پر برسا رہے ہو اس کی کمر پر مارو۔

سپاہیوں نے پھر جو ڈنڈے مارے تو ملزم کو لگنے کی بجائے وہ خود ان کے سروں پر لگنے شروع ہو گئے۔

کوتوال نے ڈانٹ کر کہا: ارے تم تو پاگل ہو گئے ہو۔ ایک دوسرے پر ڈنڈے کیوں چلا رہے ہو ملزم کو کیوں نہیں مارتے؟

انہوں نے کہا: ہم مارنا تو ملزم کو چاہتے ہیں لیکن جیسے ہی ہاتھ اٹھاتے ہیں تو ہمارے ہاتھوں میں لرزہ پیدا ہوتا ہے اور ہم ایک دوسرے کو ڈنڈے مارنے لگ جاتے ہیں۔

پھر کوتوال نے اپنے ساتھ موجود دوسرے چھ سپاہیوں سے کہا کہ تم آگے بڑھو اور ملزم کو مارو اور کوتوال خود ان کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ چنانچہ جب تمام سپاہیوں نے ڈنڈے اٹھا کر ملزم کو مارنا چاہا تو ان کے ہاتھوں میں لرزہ پیدا ہوا اور ملزم کو لگنے کی بجائے وہ ڈنڈے خود کوتوال کے جسم پر پڑے۔

جب کوتوال کو ڈنڈے لگے تو وہ سواری سے گر پڑا اور چیخ کر کہا: ظالمو! تم نے مجھے مار ڈالا۔ تم نے یہ کیا کیا؟

سپاہیوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم نے تو اس ملزم کو ہی ڈنڈے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے لیکن ہمارے ہاتھ کانپ گئے اور یہ ڈنڈے آپ کو جا لگے۔

اس وقت ملزم نے کوتوال سے کہا کہ آپ مجھے دوبارہ میرے آقا و مولا کی خدمت میں لے جائیں اور میرے متعلق وہ جو حکم صادر فرمائیں تم اس پر عمل کرو۔

کوتوال اسے دوبارہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس لے آیا اور اس نے

کہا:

مولاؑ! آپ نے تو فرمایا تھا کہ یہ شخص امیر المومنین کے شیعوں میں سے نہیں ہے۔ اور میرا تو ایمان یہ ہے کہ جو آپ کا شیعہ نہ ہو وہ ابلیس کا شیعہ ہوتا ہے اور وہ دوزخی ہے جب کہ میں نے تو اس کے اتنے معجزات مشاہدہ کیے ہیں کہ اتنے معجزات انبیاء کے ہی ہو سکتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: انبیاء اور اوصیاء کے اتنے معجزات ہو سکتے ہیں۔

پھر آپؑ نے کوتوال سے فرمایا:

بندۂ خدا! یہ شخص اگرچہ اپنے دعوائے شیعیت میں جھوٹا ہے لیکن یہ پھر بھی معذور ہے کیونکہ اسے یہ علم ہی نہیں ہے کہ شیعہ کون ہوتے ہیں۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ شیعہ کون ہیں اور پھر وہ شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتا تو تمہاری تمام سزا بھی اسے برداشت کرنا پڑتی اور اسے تیس سال تک کا عرصہ زندان میں بسر کرنا پڑتا۔ اللہ نے اس کی لاعلمی کی وجہ سے اس پر رحم کیا ہے۔ تم اسے چھوڑ دو۔ یہ شخص ہمارا دوست اور ہمارا محبّ ہے۔

کوتوال نے کہا:

مولاؑ! شیعہ اور محبّ میں کیا فرق ہے جب کہ ہماری نظر میں تو دونوں کا ایک ہی مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

ہمارے شیعہ وہ ہیں جو ہمارے نقش قدم پر چلیں اور تمام اوامر و نواہی میں ہماری اطاعت کریں اور جو لوگ بہت سے فرائض میں ہماری پیروی نہ کریں تو وہ ہمارے شیعہ نہیں ہیں۔

پھر آپؑ نے کوتوالِ شہر سے فرمایا:

تجھ سے بھی بلا ارادہ ایک جھوٹ صادر ہوا ہے اور اگر تم جان بوجھ کر یہ بات کہتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک ہزار کوڑوں کی سزا دلاتا اور تمہیں تیس سال کے لیے زندان بھیج دیتا۔

کوتوال نے کہا:

مولا! میں نے کون سا جھوٹ بولا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

تم نے ابھی کہا ہے کہ تم نے اس کے معجزات مشاہدہ کیے ہیں۔ یاد رکھو کہ معجزات صرف ہمارے ہاتھ سے ہی صادر ہوتے ہیں اور اس ذریعہ سے اللہ ہماری حجت اور قدر و مقام کو ظاہر کرتا ہے۔

ہاں اگر تم یہ کہتے کہ تم نے ''اس میں'' معجزات دیکھے تو پھر تمہاری بات صحیح ہوتی۔

حضرت عیسٰیؑ نے مردہ زندہ کیا تھا تو کیا وہ حضرت عیسٰیؑ کا معجزہ تھا یا مُردے کا معجزہ تھا؟

حضرت عیسٰیؑ نے مٹی سے پرندہ بنایا تھا جو اذنِ خدا سے اڑنے لگا تھا تو کیا وہ حضرت عیسٰیؑ کا معجزہ تھا یا وہ اس پرندے کا معجزہ تھا؟

''اصحاب السبت'' بندروں کی شکل میں مسخ ہوئے تھے تو کیا یہ اس زمانے کے نبی کا معجزہ تھا یا مسخ ہونے والے اسرائیلیوں کا معجزہ تھا؟

یہ سن کر کوتوال نے کہا: میں خدا سے معافی چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

پھر آپؑ نے اس مدعی تشیع سے فرمایا:

بندۂ خدا! تو شیعہ علیؑ نہیں ہے بلکہ تو علیؑ کا محب ہے۔ شیعانِ علیؑ کے متعلق تو اللہ نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰئِکَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ (البقرہ: ۸۲)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

شیعانِ علی وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی وصف اس کے

صفات سے کی اور نامناسب صفات سے خدا کو منزہ قرار دیا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اقوال و افعال کی تصدیق کی اور انہیں درست قرار دیا اور آنحضرتؐ کے بعد انہوں نے علیؑ کو اپنا رہبر اور امام مانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اُمت مصطفیٰؐ میں علیؑ جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے اور انہوں نے یہ عقیدہ رکھا کہ اگر علیؑ کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام اُمت کو رکھا جائے تو علیؑ کا پلڑا اتنا ہی وزنی ہوگا جتنا کہ زمین کے مقابلے میں آسمان کا پلڑا وزنی ہے۔

شیعانِ علی وہ ہیں کہ جب وہ راہِ خدا میں اٹھیں تو انہیں یہ پروانہ ہو کہ موت ان پر آپڑے گی یا وہ موت پر جاپڑیں گے۔

شیعانِ علیؑ وہ ہیں جو اپنے بھائیوں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیں۔

شیعانِ علیؑ وہ ہیں جو اپنے مومن بھائیوں کے احترام کے لیے حضرت علیؑ کی سیرت پر عمل کریں اور یہ جو کچھ میں نے تجھ سے کہا ہے اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ رسولؐ خدا کے فرمان کے تحت میں نے یہ سب کچھ کہا ہے۔ اور یہی ''عملوا الصالحات'' کا مطلب ہے یعنی جنت میں وہ لوگ جائیں گے جو توحید، نبوت اور امامت پر عقیدہ رکھیں اور اس کے بعد اپنے فرائض سرانجام دیں اور یاد رکھو سب سے بڑے فرض دو ہیں:

۱- خدا پرست بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی ۲- دشمنانِ خدا سے تقیہ کرنا۔

(تفسیر امام حسن عسکریؑ، ص ۳۱۶۔ بحار الانوار، جلد ۶۸، ص ۱۶۰-۱۶۳)

فرش پر خاصانِ خدا کے نقشِ قدم

علی بن عاصم اعمیٰ کوفی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

علی بن عاصم! تیرے پاؤں کے نیچے جو فرش ہے اس پر بہت سے انبیاء مرسلین اور ائمہ بیٹھ چکے ہیں۔

میں نے کہا: مولا! میں ساری زندگی جوتا پہن کر اس فرش پر قدم نہ رکھوں گا۔

آپؑ نے فرمایا:

علی بن عاصم! تیرے پاؤں کا جوتا نجس اور ملعون ہے اس نے ہماری ولایت کا اقرار نہیں کیا تھا۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش میں، اس فرش کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا۔ (واضح رہے کہ علی بن عاصم نابینا تھے)

آپؑ نے فرمایا: اچھا میرے قریب آؤ۔ میں حضرتؑ کے قریب گیا تو آپؑ نے اپنا دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرا تو میں یکدم دیکھنے لگ گیا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں اس چادر پر قدموں کے نشان دکھائی دیتے ہیں؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: یہ آدم کے قدموں کے نشانِ ہیں وہ یہاں بیٹھتے تھے اور یہ ہابیل کا نقشِ قدم ہے اور یہ شیث کے آثار قدم ہیں اور یہ اخنوخ کے نشانِ قدم ہیں اور یہ قیدار کے نشانِ قدم ہیں اور یہ مہلائیل کے نشانِ قدم ہیں اور یہ یارد کے نشانِ قدم ہیں اور یہ ادریس کے نشانِ قدم ہیں اور متوشلخ کے نشانِ ہیں اور یہ نوح کے نشانِ قدم ہیں اور یہ سام کے نشانِ قدم ہیں اور ارفخشد کے نشانِ قدم ہیں اور یہ ابوعرب کے نشانِ قدم ہیں اور یہ ہود کے نشانِ قدم ہیں اور یہ صالح کے نشانِ قدم ہیں اور یہ لقمان کے نشانِ قدم ہیں اور یہ لوطؑ کے نشانِ قدم ہیں اور یہ ابراہیم کے نشانِ قدم ہیں اور یہ اسماعیل کے نشانِ قدم ہیں اور یہ الیاس کے نشانِ قدم ہیں اور یہ ابوقصی بن الیاس کے نشانِ قدم ہیں اور یہ اسحاق کے نشانِ قدم ہیں اور یہ یعقوب کے نشانِ قدم ہیں اور ان کا لقب اسرائیل تھا۔ اور یہ یوسف کے نشانِ قدم ہیں اور یہ شعیب کے نشانِ قدم ہیں اور یہ موسیٰ بن عمران کے نشانِ قدم ہیں اور یہ ہارون کے نشانِ قدم ہیں اور یہ یوشع بن نون کے نشانِ قدم ہیں اور یہ زکریا کے نشانِ قدم ہیں اور یہ یحییٰ کے نشانِ قدم ہیں اور یہ داؤد کے نشانِ قدم ہیں اور

یہ سلیمان کے نشانِ قدم ہیں اور یہ خضر کے نشانِ قدم ہیں اور یہ ذی الکفل کے نشانِ قدم ہیں اور یہ الیسع کے نشانِ قدم ہیں اور یہ ذوالقرنین، اسکندر کے نشانِ قدم ہیں اور یہ سابور کے نشانِ قدم ہیں اور یہ لوی کے نشانِ قدم ہیں اور یہ کلاب کے نشانِ قدم ہیں اور یہ قصی کے نشانِ قدم ہین اور یہ عدنان کے نشانِ قدم ہیں اور یہ ہاشم کے نشانِ قدم ہیں اور یہ عبدالمطلب کے نشانِ قدم ہیں اور یہ عبداللہ کے نشانِ قدم ہیں اور یہ ہمارے آقا وسردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نشانِ قدم ہیں اور یہ امیرالمومنین علیہ السلام کے نشانِ قدم ہیں اور یہ امام حسن کے نشانِ قدم ہیں اور یہ امام حسین کے نشانِ قدم ہیں اور یہ علی بن الحسین کے نشانِ قدم ہیں اور یہ محمد باقر کے نشانِ قدم ہیں اور یہ جعفر صادق کے نشانِ قدم ہیں اور یہ موسیٰ کاظم کے نشانِ قدم ہیں اور یہ علی رضا کے نشانِ قدم ہیں اور یہ محمد تقی کے نشانِ قدم ہیں اور یہ میرے والد علی نقی کے نشانِ قدم ہیں۔ اور یہ میرے نشان قدم ہیں اور یہ میرے فرزند مہدی علیہ السلام کے نشانِ قدم ہیں کیونکہ میرا بیٹا بھی اس فرش پر بیٹھا ہے۔

علی بن عاصم کہتے ہیں کہ جب میری آنکھیں کھل گئیں اور میں نے ان نشانات کو دیکھا تو میں یہ خیال کرنے لگا کہ آیا میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

علی! اپنے مشاہدہ پر ثابت رہو۔ اس وقت تم نہ تو نیند میں ہو اور نہ ہی کوئی خواب دیکھ رہے ہو۔ ان نشانات کو دیکھو اور جان لو کہ اللہ کے دین میں ان کی بڑی اہمیت ہے جس نے ان میں اضافہ کیا وہ کافر ہوا اور جس نے ان میں کمی کی تو اس نے بھی کفر کیا۔ ان میں سے کسی ایک میں شک کرنے والا خدا کے منکر کی طرح سے ہے۔ اب تم اپنی آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کیں تو میں دوبارہ نابینا ہو چکا تھا۔ (الہدایۃ الکبریٰ خصینی، ص ۶۷۔ بحارالانوار، جلد ۱۱، ص ۳۳)

کاتب کے بغیر قلم کا لکھنا

ابو ہاشم کہتے ہیں کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھنے میں مصروف تھے۔ اتنے میں نماز کا اول وقت ہوا تو آپ نے لکھنا بند کر دیا اور نماز کے لیے اٹھے۔ میں نے اس وقت عجیب منظر دیکھا کہ آپ نماز میں مصروف تھے مگر قلم کاغذ پر خود بخود چل رہا تھا اور وہ اس وقت تک چلتا رہا جب تک مضمون پورا نہ ہو گیا۔

یہ دیکھ کر میں حضرتؑ کی تعظیم کے لیے جھک گیا۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے قلم اٹھا لیا اور لوگوں کو ملنے کی اجازت دی۔

(عیون المعجزات' ص ۱۳۴-۱۳۵۔ بحار الانوار' جلد ۵۰' ص ۳۰۴)

علم مافی الارحام

جعفر بن محمد قلانسی کہتے ہیں کہ میرے بھائی محمد کی بیوی حاملہ تھی۔ میرے بھائی نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ کر درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ زچگی آسانی اور خیریت سے ہو جائے اور اللہ تعالیٰ مجھے اولاد نرینہ عطا فرمائے اور نومولود کا نام بھی خود تجویز کریں۔

امام علیہ السلام نے اسے جواب میں لکھا کہ ''محمد اور عبدالرحمٰن بہترین نام ہیں''۔

میرے بھائی کی زوجہ کو اللہ نے دو بچے عطا کیے۔ میرے بھائی نے ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔

محمد بن دریاب رقاشی کہتے ہیں کہ میری زوجہ حاملہ تھی۔ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا کہ ''مشکوٰۃ'' سے کیا مراد ہے اور مزید یہ کہ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے فرزند عطا فرمائے۔

امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا:

''مشکوٰۃ'' قلب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اللہ تمہارے اجر میں اضافہ کرے اور تمہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔

چنانچہ چند دن بعد اس کی بیوی کو مردہ بچہ پیدا ہوا اور پھر اس کے بعد خدا نے اسے ایک زندہ سلامت بیٹا عطا فرمایا۔ (عیون المعجزات' ص ۱۳۵۔ بحارالانوار' جلد ۱۶' ص ۳۵۶)

علمِ غیب اور جعفر کی سفارش

منقول ہے کہ معتمد نے آپ کو اور آپ کے بھائی جعفر کو بیک وقت قید کیا اور انہیں علی بن جرین کی تحویل میں دیا۔ معتمد علی بن جرین سے ہمیشہ امام حسن عسکری کے متعلق سوال کیا کرتا تھا اور وہ جواب میں یہ کہتا کہ آپؑ سارا دن روزے میں اور رات عبادت الٰہی میں بسر کرتے ہیں۔ جب مسلسل کئی دن تک داروغہ نے خلیفہ کو یہی جواب دیا تو اس نے داروغہ سے کہا:

علی! تم ابھی ابھی جاؤ اور انہیں میری طرف سے سلام پہنچاؤ اور ان سے کہو کہ وہ ہماری طرف سے آزاد ہیں اور اپنے گھر جا سکتے ہیں۔

علی بن جرین کا بیان ہے کہ جب میں زندان کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ گدھا باہر تیار کھڑا تھا۔ جب میں اندر گیا تو میں نے دیکھا کہ امام علی نقی علیہ السلام باہر جانے کے لیے بالکل تیار بیٹھے تھے۔ جیسے ہی انہوں نے مجھے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے انہیں خلیفہ کا پیغام پہنچایا اور وہ اٹھ کر باہر آ گئے اور جب وہ گدھے پر سوار ہو گئے تو پھر وہاں رک گئے۔ میں نے آپ سے رکنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا جب تک جعفر رہا ہو کر نہ آ جائے میں تنہا نہیں جا سکتا۔

آپ نے فرمایا: مولاؑ! مجھے تو صرف آپؑ کی رہائی کا حکم ملا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم خلیفہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں ایک ہی گھر

سے یہاں آئے تھے اور اگر میں اکیلا واپس چلا گیا اور جعفر ساتھ نہ ہوا تو یہ اچھی بات شمار نہ کی جائے گی۔

علی بن جرین نے خلیفہ کو آپؑ کا پیغام پہنچایا تو اس نے کہا کہ جعفر کو بھی رہائی دے دو۔

چنانچہ جعفر بھی رہا ہو گیا اور وہ آپؑ کے ساتھ اپنے گھر واپس آیا۔

(عیون المعجزات، ص ۱۳۶-۱۳۷۔ اثبات الوصیۃ، ص ۲۱۵-۲۱۶)

قید اور آزادی

ابو یعقوب اسحاق بن ابان کا بیان ہے کہ جس زمانے میں آپؑ قید تھے تو آپؑ قید خانے سے اپنے دوستوں اور شیعوں کے نام پیغام بھیجتے کہ فلاں دن فلاں جگہ یا فلاں شخص کے گھر میں آ جانا۔ میں وہاں موجود ہوں گا۔ جب کہ زندان کے دروازے پر ہر وقت سخت پہرہ ہوتا تھا اور ہر پانچ روز کے بعد سپاہی بدل دیئے جاتے تھے مگر اس کے باوجود آپؑ موعود جگہ پر پہنچ جاتے تھے اور اپنے دوستوں کے سوالوں کے جواب دیتے تھے اور ان کی حاجات روائی کیا کرتے تھے۔ اور یوں آپؑ کے احباب معجزات و نشانیاں دیکھ کر اپنے اپنے گھروں کو جاتے تھے۔ (عیون المعجزات، ص ۱۳۷)

قائم آلِ محمدؐ کی ولادت پر مومنین کی خوشی

احمد بن اسحاق بن مصقلہ کہتے ہیں کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

احمد! سناؤ پہلے تم لوگ جس شک و شبہ میں مبتلا تھے اب وہ تمہارے شکوک دور ہوئے ہیں یا نہیں؟

میں نے عرض کیا:

مولا! جب سے ہماری آقا کی ولادت کی خبر کا خط ملا تو ہر مرد و عورت اور سمجھ دار بچوں نے حق کا اقرار کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ زمین حجتِ خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔

(عیون المعجزات، ص ۱۳۸۔ بحارالانوار، جلد ۵۰، ص ۳۳۵)

۲- امام حسن عسکری علیہ السلام نے ۲۵۹ ہجری میں اپنی والدہ کو حج پر روانہ کیا تھا اور انہیں آپؑ نے ۲۶۰ ہجری میں آنے والے واقعات کی اطلاع دی تھی۔ پھر آپؑ نے اسم اعظم اور مواریث انبیاء و آئمہ اور رسولؐ خدا کے ہتھیار قائم آلِ محمدؐ کے حوالے کیے۔ امام حسن عسکری کی والدہ مکہ تشریف لے گئیں جب کہ ۲۶۰ ہجری کے ماہ ربیع الثانی کے آخری ایام میں آپؑ کی وفات ہوئی اور آپؑ کو سامرہ میں آپؑ کے والد امام علی نقی علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا اور وفات کے وقت آپؑ کی عمر انتیس برس کی تھی۔

(عیون المعجزات، ص ۱۳۸۔ بحارالانوار، جلد ۵۰، ص ۳۶۶)

محبتِ آلِ محمدؐ میں غربت بھی منظور ہے

محمد بن حسن بن شمون کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں مَیں نے اپنی تنگدستی کی شکایت کی۔ خط تو چلا گیا پھر میں نے دل میں سوچا کہ میں نے یہ خط لکھ کر غلطی کی ہے کیونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

''ہمارے ساتھ رہ کر تنگدستی ہمارے دشمنوں کے ساتھ رہ کر دولت مندی سے زیادہ بہتر ہے اور ہمارے ساتھ رہ کر قتل ہونا ہمارے دشمنوں کے ساتھ زندہ رہنے سے زیادہ بہتر ہے''۔

میرے خط کے جواب میں آپؑ نے لکھا:

جب ہمارے دوستوں کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ انہیں فقر و تنگدستی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور اس طرح سے ان کے اکثر گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور صحیح بات وہی

ہے جو تمہارے دل میں آئی تھی کہ ہمارے ساتھ رہ کر تنگدستی برداشت کرنا ہمارے دشمنوں کے ساتھ رہ کر دولت حاصل کرنے سے بہتر ہے۔ جو ہم سے پناہ طلب کرتے ہیں ہم ان کے لیے پناہ کا ذریعہ ہیں اور جو حق و باطل کو دیکھنا چاہیں اس کے لیے ہم نور وضیا کا کام دیتے ہیں اور جو ہم سے حفاظت کی درخواست کرے تو ہم اس کے محافظ ہیں اور جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارے ساتھ بلند و بالا مقام پر ہوگا اور جو ہم سے انحراف کرے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا۔ (اختیار معرفۃ الرجال' ص ۵۳۳۔ بحار الانوار' جلد ۵۰' ص ۲۹۹)

قائم آلِ محمدؐ کی عظمت

احمد بن اسحاق بن سعد اشعری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں چاہتا تھا کہ میں آپؑ سے پوچھوں گا کہ آپؑ کا جانشین کون ہے؟

آپؑ نے ازخود ابتدا کرتے ہوئے فرمایا:

احمد بن اسحاق! تخلیقِ آدمؑ سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت قائم ہونے تک اللہ نے زمین کو حجت سے خالی نہیں رکھا اور وجود حجت کی برکت سے اہلِ ارض سے بلائیں دُور کرتا ہے اور اسی کی برکت سے بارش نازل ہوتی ہے اور نباتات پیدا ہوتی ہیں۔

میں نے عرض کیا:

مولاؑ! آپؑ کا جانشین اور اُمت کا امام کون ہے؟

یہ سن کر آپؑ تیزی سے اٹھے اور گھر گئے اور گھر سے ایک بچے کو کاندھے پر اٹھا کر لائے۔ بچے کی عمر تین سال معلوم ہوتی تھی اور اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح سے چمک رہا تھا۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

احمد بن اسحاق! اگر اللہ اور حجج الٰہی کی نظر میں تمہارا مقام اور قدر و قیمت نہ ہوتی تو میں اپنے اس فرزند کی تمہیں کبھی زیارت نہ کراتا۔ یہ رسولؐ خدا کا ہم نام ہے اور اس کی کنیت بھی رسولؐ خدا کی کنیت ہے اور یہ وہ ہے جو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

احمد بن اسحاق! یاد رکھو اس اُمت میں میرے اس فرزند کی مثال حضرت خضر اور ذوالقرنین جیسی ہوگی اور وہ پردۂ غیب میں چلا جائے گا اور اس کی امامت کے عقیدہ پر وہی باقی رہے گا جسے خدا ثابت قدم رکھے گا اور اس کی تعجیل فرج کی دعا کی توفیق نصیب ہوگی۔

احمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے کہا:

مولاؑ! کوئی علامت تو ہو جس سے میرے دل کو تسلی ہو جائے؟

اس وقت اس معصوم بچے نے خالص عربی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

میں زمین پر خدا کا بچایا ہوا آخری ہادی ہوں اور میں دشمنانِ خدا سے انتقام لینے والا ہوں۔ لہٰذا اس کے بعد کوئی اور نشانی طلب مت کر۔

احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ قائم آلِ محمدؐ کی زیارت کر کے میں بہت خوش ہوا۔

دوسرے دن میں حضرتؑ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا:

آپؑ نے کل مجھ پر بڑا احسان کیا تھا۔ اب یہ فرمائیں کہ اس بچے میں خضر اور ذوالقرنین جیسی سنت جاریہ کیونکر ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا:

طویل غیبت کے ذریعہ سے۔

میں نے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! تو کیا ان کی غیبت طول کھینچ لے گی؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، میرے فرزند کی غیبت اس قدر طولانی ہو جائے گی کہ اکثر

کے اکثر ماننے والے بھی اس کا انکار کر دیں گے ان کی امامت کے عقیدہ پر صرف وہی بچے گا جس سے اللہ نے ہماری ولایت کا عہد لیا ہوگا اور جس کے دل میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہوگا اور جس کی روح سے تائید کی ہوگی۔

اے احمد بن اسحاق! یہ اللہ کا ایک امر ہے اور یہ اللہ کا ایک راز ہے اور خدا کے غیب میں سے ایک غیب ہے۔ لہٰذا جو کچھ میں نے تمہیں دیا ہے اس کو لے لو اور اسے باقی لوگوں سے مخفی رکھو اور اگر تم نے ایسا کیا تو کل تم ہمارے ساتھ مقام اعلیٰ علیین میں رہائش حاصل کرو گے۔ (کمال الدین' ص ۳۸۴۔ اعلام الوریٰ' ص ۴۱۲)

یعقوب بن منقوش کا بیان ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ ایک چبوترے پر تشریف فرما تھے اور چبوترے کے دائیں جانب ایک حجرہ تھا جس پر پردہ لٹکا ہوا تھا۔

میں نے آپؑ سے پوچھا کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: اس حجرہ کا پردہ اٹھاؤ۔ میں نے پردہ ہٹایا تو پانچ سال کا ایک بچہ اس سے برآمد ہوا جس کی پیشانی چمکدار اور چہرہ روشن' آنکھیں سرگیں' مضبوط بازو تھے اور اس کے رخسار پر ایک تِل تھا اور اس کے سر پر ایک چوٹی تھی۔ وہ بچہ امام حسن عسکریؑ کی گود میں آ کر بیٹھ گیا۔

امام حسن عسکری نے فرمایا:

یہ تمہارا امام ہوگا۔ پھر وہ بچہ اٹھا تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

فرزند! وقت معلوم کے لیے اندر چلے جاؤ۔

وہ بچہ میرے دیکھتے ہوئے حجرہ میں داخل ہوا۔ اس کے جانے کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ اور حجرہ میں دیکھو کہ کوئی موجود ہے؟

میں اٹھ کر حجرہ میں گیا تو وہاں پر کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

(کمال الدین' ص ۴۰۷۔ اعلام الوریٰ' ص ۴۱۳۔ الخرائج' جلد ۲' ص ۹۵۸)

اپنی موت اور موت کے بعد کے حالات کی خبر دینا

ابو الادیان کہتے ہیں کہ میں امام حسن عسکری کا خدمت گار تھا اور میں آپؑ کے خطوط مختلف شہروں میں لے جاتا تھا۔ چنانچہ جس بیماری میں آپؑ کا انتقال ہوا میں اس دوران آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے کئی خطوط تحریر کیے اور مجھ سے فرمایا کہ تم یہ خطوط لے کر مدائن چلے جاؤ۔ تم یہاں سے پندرہ دن غائب رہو گے اور جب اس کے بعد تم یہاں سامرہ پہنچو گے تو اس وقت میرے گھر سے رونے کی آوازیں بلند ہو رہی ہوں گی اور میں تختۂ غسل پر تجھے دکھائی دوں گا۔

میں (راوی) نے عرض کیا:

مولاؑ! اگر ایسا ہو تو آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جو تم سے ان خطوط کا جواب طلب کرے وہی امام ہوگا۔

میں نے عرض کیا: کچھ اور وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: جو میری نماز جنازہ پڑھے وہ امام ہوگا۔

میں نے عرض کیا: کچھ اور وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: جو تجھے یہ بتائے کہ تھیلی میں کتنی رقم ہے، وہ امام ہوگا۔

اس کے بعد آپؑ کی ہیبت و جلال کی وجہ سے میں نے یہ پوچھنا گوارا نہ کیا کہ اس وقت تھیلی میں کتنی رقم ہوگی۔

بہر نوع میں خطوط لے کر مدائن گیا اور پھر وہاں سے خطوط کے جواب لے کر ٹھیک سولہویں دن سامرہ پہنچا تو یہاں آ کر میں نے وہی کچھ دیکھا جس کے متعلق آپؑ نے مجھ سے فرمایا تھا۔ حضرتؑ کے گھر سے گریہ و شیون کی آوازیں بلند تھیں اور آپؑ کا بھائی جعفر گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا اور لوگ اس سے تعزیت کر رہے تھے۔ جب ہم گھر میں پہنچے تو اس وقت امام حسن عسکری کی میت کو کفن پہنایا جا چکا تھا۔ میت باہر میدان

میں لائی گئی۔ جعفر جنازہ پڑھنے کے لیے آگے بڑھا اور جب اس نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا تو ایک کمسن شاہزادہ برآمد ہوا جس کا رنگ گندمی سر پر گھنگھریالے بال اور فاصلہ دار دانت تھے اور انہوں نے جعفر کی عبا کا دامن کھینچ کر کہا:

چچا جان! میں آپ کی بہ نسبت اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار ہوں۔ چنانچہ جعفر پیچھے ہٹ گیا اور اس شاہزادے نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپؑ کو آپؑ کے والد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ پھر اس معصوم نے مجھ سے کہا:

بصری خطوط کے جوابات جو تمہارے پاس ہیں وہ میرے سپرد کرو۔

میں نے وہ خطوط ان کے حوالے کیے اور میں نے دل ہی دل میں کہا تھا کہ امام حسن عسکریؑ نے جو تین علامات بیان کی تھیں ان میں سے دو علامتیں تو پوری ہو چکی ہیں اور اب صرف تھیلی والی تیسری بات باقی ہے۔

اس کے بعد میں وہاں سے اٹھ کر جعفر کے پاس گیا تو وہ لمبی آہیں بھر رہا تھا۔

حاجز وشاء نے اس سے کہا: یہ بچہ کون تھا؟

جعفر نے کہا: میں نے آج تک نہ تو اسے دیکھا ہے اور نہ ہی میں اسے پہچانتا ہوں۔

ابھی ہم بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں شہر قم سے کچھ لوگ آئے۔ انہوں نے امام حسن عسکریؑ کے متعلق دریافت کیا۔ انہیں بتایا گیا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ان کے بعد امام کون ہیں؟

لوگوں نے جعفر بن امام علی نقیؑ کی طرف اشارہ کیا۔

ان لوگوں نے انہیں سلام کیا اور انہیں امام حسن عسکریؑ کا پرسہ دیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس کچھ خطوط اور رقوم ہیں۔ آپ بتائیں وہ خطوط کن لوگوں کے ہیں اور رقم کتنی ہے؟

یہ سننا تھا کہ جعفر دامن سمیٹ کر اٹھا اور اس نے کہا کہ لوگ اب ہم سے غیب کی

باتوں کی توقع کرنے لگے ہیں۔

پھر ایک غلام گھر سے برآمد ہوا اور اس نے کہا: تم لوگوں کے پاس فلاں فلاں لوگوں کے خطوط ہیں اور بصری کے پاس تھیلی میں ایک ہزار دینار ہیں جن میں سے دس دیناروں کے نشان مٹ چکے ہیں۔ اس نشانی کے بعد ہم نے وہ رقم خادم کے حوالے کی اور کہا: جس نے تجھے بھیجا ہے وہ امامِ زمانہؑ ہے۔

اس واقعہ کے بعد جعفر، خلیفہ معتمد کے پاس گیا اور اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ معتمد نے اپنے خدام روانہ کیے اور انہوں نے آ کر صیقل کنیز کو گرفتار کر لیا اور اس سے صاحبزادے کا مطالبہ کیا۔

صیقل نے کہا کہ ابھی تک تو مجھے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا البتہ میں حاملہ ضرور ہوں۔ چنانچہ صیقل کو ابن ابی الشوارب کی نگرانی میں دے دیا گیا اور اسی دوران عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کی موت کا حادثہ پیش آیا اور بصرہ میں صاحب زنج نے خروج کیا اور حکومتی ارکان صیقل کنیز سے غافل ہو گئے اور وہ ان کی قید سے نکل گئی۔

(کمال الدین، ص ۴۷۵۔ منتخب الانوار المضیئہ، ص ۱۵۷-۱۵۹)

حضرتؑ کا اعجازِ امامت سے ''جرجان'' جانا

جعفر بن شریف جرجانی کہتے ہیں کہ میں حج پر گیا اور سامرہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور وطن سے روانگی کے وقت کچھ دوستوں نے کچھ رقم میرے سپرد کی تھی تاکہ میں ان کی طرف سے امام علیہ السلام کی خدمت میں نذر کروں۔

میں نے دل میں کہا کہ میرے پاس آپؑ کے لیے لوگوں کی کچھ امانتیں ہیں اب آپؑ سے پوچھ لوں کہ یہ رقوم کس کے سپرد کرنی ہیں؟

آپؑ نے میرے کچھ کہے بغیر از خود ارشاد فرمایا:

جو مال تمہارے پاس ہے وہ ہمارے غلام مبارک کے حوالے کر دو۔ چنانچہ میں

نے آپؑ کے فرمان پر عمل کیا اور پھر میں نے الوداع کرنے سے قبل عرض کیا:

مولاؑ! جرجان کے شیعہ آپؑ کو سلام کہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم حج کے بعد جرجان نہیں جاؤ گے؟

میں نے عرض کیا: کیوں نہیں' خدا نے چاہا تو ضرور جاؤں گا۔

آپؑ نے فرمایا: تم آج سے ٹھیک ایک سو ستر ویں (۱۷۰) دن ۳ ربیع الثانی کو جمعہ کے دن زوال سے پہلے جرجان پہنچ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تیرے بیٹے شریف کو ایک بیٹے سے نوازے گا اس کا نام صلت بن شریف بن جعفر بن شریف رکھنا اور تیرا پوتا ہمارے دوست داروں میں سے ہوگا۔

پھر میں نے عرض کیا:

مولاؑ! ابراہیم بن اسماعیل جرجانی آپؑ کا شیعہ ہے اور وہ ہر سال آپؑ کے غریب شیعوں میں ایک لاکھ درہم سے زیادہ کی رقم خرچ کرتا ہے اور اللہ نے اس پر اپنا خصوصی کرم کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ اس کے اس ایثار کو قبول فرمائے اور اس کے گناہ معاف فرمائے اور اسے حق پرست بیٹا عطا فرمائے۔ تم اس سے کہنا کہ امام حسن عسکریؑ کہہ رہے تھے کہ اپنے بیٹے کا نام احمد رکھنا۔

اور ہاں یاد رکھنا جس دن تم جرجان پہنچو تو ہمارے شیعوں سے کہہ دینا کہ میں اسی دن عصر کے وقت وہاں پہنچوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے بیت اللہ کا حج کیا اور اللہ نے سفر میں مجھے ہر طرح کی سلامتی عطا کی اور میں سفر کر کے ۳ ربیع الثانی جمعہ کے دن زوال سے پہلے اپنے شہر جرجان پہنچا۔ میرے دوست احباب مجھے مبارک باد دینے کے لیے آئے۔

میں نے انہیں بتایا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام آج سہ پہر کے وقت یہاں جرجان میں میرے غریب خانے پر تشریف لائیں گے۔ تم نے جو کچھ بھی دریافت کرنا ہو

اس کی تیاری کرلو۔

چنانچہ میرے تمام دوست نماز ظہر وعصر پڑھنے کے بعد میرے گھر میں جمع ہوئے کہ اچانک امام حسن عسکریؑ وہاں تشریف لائے۔ آپؑ نے آتے ہی ہمیں سلام کیا۔ ہم سب نے آپؑ کا استقبال کیا اور آپؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے جعفر بن شریف سے وعدہ کیا تھا کہ آج دن کے آخری حصہ میں میں تم سے آکر ملاقات کروں گا۔ اسی لیے میں نے نماز ظہر وعصر سامرہ میں ادا کی اور اب میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ وعدہ وفائی ہو سکے۔

اب اگر تمہارے کچھ مسائل وضروریات ہوں تو وہ میرے سامنے بیان کرو۔

آپؑ کے اس فرمان کے بعد سب سے پہلے نضر بن جابر کھڑا ہوا اور اس نے آپؑ سے عرض کیا:

مولاؑ! ایک ماہ کا عرصہ ہوا۔ میرے لڑکے کی آنکھیں ضائع ہوگئی ہیں۔ آپؑ دعا فرمائیں کہ خدا اسے نور بصارت عطا فرمائے۔

آپؑ نے فرمایا: اسے یہاں لے آؤ۔

وہ آیا تو آپؑ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ تندرست ہوگیا۔ اس کے بعد تمام لوگوں نے اپنے اپنے مسائل پیش کیے' آپؑ نے سب کی حاجات پوری فرمائیں اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور اسی دن پھر واپس چلے گئے۔

(الخرائج' جلد ا' ص ۴۲۴۔ الثاقب فی المناقب' ص ۲۱۴)

اخبار غیب

علی بن زید کہتے ہیں کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ دیوان خانہ سے ان کے گھر تک ان کے ساتھ گیا۔ جب آپ اپنے دروازے پر پہنچے تو میں نے واپسی کا ارادہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا: ذرا رک جاؤ۔

پھر آپؑ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور کچھ دیر بعد مجھے اندر بلایا۔ میں اندر گیا تو آپؑ نے مجھے ایک سو دینار عطا کیے اور فرمایا:

تمہاری فلاں کنیز مر گئی ہے اس رقم سے ایک اور کنیز خرید کر لینا۔

جب میں گھر سے روانہ ہوا تھا تو وہ کنیز بالکل تندرست تھی اور پھر جب میں اپنے گھر پہنچا تو میرے غلام نے مجھ سے کہا:

آپ کی فلاں کنیز ابھی ابھی مر گئی ہے۔

میں نے کہا کہ اسے کیا تکلیف ہوئی تھی تو میرے غلام نے کہا:

اس نے پانی پیا اور پانی پیتے ہوئے اسے اچھو لگا جس سے وہ مر گئی۔

(الخرائج، جلد ۱، ص ۴۲۶۔ المناقب، جلد ۴، ص ۴۳۱)

ابن فرات کہتے ہیں کہ میں اولاد کا شدید متمنی تھا اور ایک دن سامرہ کی ایک سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ امام حسن عسکریؑ کا وہاں سے گزر ہوا۔

میں نے عرض کی: حضرتؑ! کیا میرے یہاں اولاد ہوگی؟

آپؑ نے سر کے اشارہ سے اثبات میں جواب دیا۔

پھر میں نے عرض کیا: کیا مجھے بیٹا پیدا ہوگا؟

حضرتؑ نے سر کے اشارہ سے نفی میں جواب دیا۔ آپؑ کا فرمان پورا ہوا اور چند روز بعد مجھے ایک بیٹی عطا کی۔ (الخرائج، جلد ۱، ص ۴۳۸۔ بحار الانوار، جلد ۵۰، ص ۲۶۸)

نبی کی ہڈی کی کرامت

علی بن حسن بن سابور راوی ہیں کہ ایک مرتبہ سامرہ میں سخت خشک سالی ہوئی اور خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑ گیا۔ خلیفہ نے اپنے اہلِ دربار اور اہلِ مملکت کو حکم دیا کہ سب لوگ نماز استسقاء کے لیے صحرا میں نکلیں۔

لوگ تین دن تک روزانہ صحرا میں جاتے رہے اور نماز استسقاء پڑھتے رہے مگر بارش نہ ہوئی۔ چوتھے دن عیسائی پادری اپنے عیسائیوں اور راہبوں کو لے کر صحرا میں آیا اور اس کے ساتھ ایک ایسا راہب بھی تھا جب وہ دعا کے لیے ہاتھ کھڑے کرتا تو فوراً بارش برسنے لگ جاتی تھی۔

یہ دیکھ کر بہت سے مسلمانوں کے ایمان خطرہ میں پڑ گئے اور لوگ عیسائیت کی طرف مائل ہونے لگے۔

یہ دیکھ کر خلیفہ نے امام حسن عسکریؑ کو پیغام بھیجا اور کہا:

حضرتؑ آئیں اور اپنے نانا کی اُمت کی خبر لیں کیونکہ وہ ہلاک ہونے کو ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

ان شاء اللہ کل میں صحرا میں جاؤں گا اور لوگوں کے دلوں سے تمام شک دور کروں گا۔

پھر دوسرے دن وہ پادری اپنے راہبوں کو لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر سے حضرت حسن عسکری بھی اپنے ساتھ کچھ اصحاب لے کر چلے۔ آپؑ نے دیکھا کہ اس راہب نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور بادل گھرنے لگ گئے۔

آپؑ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لو اور اس کی انگلیوں کے درمیان جو چیز ہے اسے نکال کر میرے پاس لے آؤ۔

غلام دوڑ کر گیا اور راہب کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان ایک سیاہ ہڈی تھی اس نے وہ ہڈی نکال لی اور امامؑ کے ہاتھ پر لا کر رکھ دی۔

اس کے بعد آپؑ نے راہب سے فرمایا کہ اب دعا مانگ کر دیکھو۔ آیا تمہاری دعا پر بارش ہوتی ہے یا نہیں؟

راہب نے اب جو دعا مانگی تو وہ گھرے ہوئے بادل بھی ہٹ گئے اور چند لمحات میں آفتاب نکل آیا اور مطلع صاف ہو گیا۔

خلیفہ نے جو کہ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا' حیران ہو کر کہا:

ابو محمد! یہ کیا ماجرا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

یہ ایک نبی کی ہڈی ہے جو اسے کہیں سے ہاتھ لگی ہے اور اس کا یہ وصف ہے کہ اسے جب بھی زیرِ آسمان برہنہ کیا جائے گا فوراً ہی بارش آنے لگے گی۔ اس میں اس راہب کا کوئی کمال نہیں ہے۔

اور جب لوگوں کو راہب کی اصلیت کا پتہ چل گیا تو وہ نصرانیت میں داخل ہونے سے رک گئے۔

گم شدہ رقم کی نشان دہی

علی بن زید کہتے ہیں کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت کے لیے سامرہ آیا لیکن آپؑ کے پاس آنے سے قبل میرے پچاس دینار گم ہو گئے جو کہ ایک رومال میں بندھے ہوئے تھے۔ بہرنوع میں حضرتؑ کی خدمت میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ اچانک مجھے میرے پچاس دینار یاد آئے تو افسوس کی وجہ سے میرے چہرے کی رنگت بدل گئی۔

امام حسن عسکری علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں' جب تم اٹھے تھے تو وہ رومال گر گیا تھا اور تمھارے بھائی نے وہ رومال اٹھا لیا تھا اور اس وقت وہ رومال اس کے پاس محفوظ ہے اور وہ تمھیں واپس کر دے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرتؑ کا فرمان سچ ثابت ہوا۔ جب میں اپنے گھر گیا تو میرے بھائی نے مجھے وہ رقم واپس کر دی۔

(الخرائج' جلد ۱' ص ۴۴۴۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۴۲۰)

آپؑ کے روضے کی کرامت

مرحوم راوندی لکھتے ہیں کہ آپؑ کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ سامرہ میں بہت سے عباسی خلفاء وسلاطین کی قبریں اور چھوٹے بڑے مزار موجود ہیں لیکن وہاں جا کر دیکھو ان کی قبریں چمگادڑوں اور دوسرے پرندوں کی بیٹ سے بھری ہوئی ہیں اور روزانہ اس بیٹ کو صاف کیا جاتا ہے جب کہ امام علی نقی اور امام حسن عسکری کا روضہ بھی سامرہ میں ہے ان کے روضوں کے قبوں پر کسی پرندے کی بیٹ دکھائی نہیں دے گی۔ اس کا مقصد یہ ہوا کہ پرندوں کو بھی ان حضرات کی عظمت وجلالت کا علم ہے اور وہ بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔ (الخرائج' جلد ا' ص ۴۵۳)

زمین سے سونا چاندی برآمد کرنا

ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں کہ ایک دن امام حسن عسکری اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر صحرا کی طرف جانے لگے تو میں بھی اپنی سواری پر سوار ہو کر آپؑ کے پیچھے ہولیا۔ آپؑ آگے چل رہے تھے اور میں آپؑ کے پیچھے سفر کر رہا تھا۔ اور اس دوران میں سوچنے لگا کہ میں نے لوگوں کا قرض دینا ہے جس کی ادائیگی کی فی الحال کوئی صورت نہیں ہے۔

آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

خدا تمہارا قرض غیب سے ادا کرے گا۔ یہ کہہ کر آپؑ زین سے جھکے اور تازیانے سے زمین پر ایک خط کھینچا اور آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

نیچے اترو اور جو کچھ تمہیں اس دائرہ میں ملے وہ اٹھالو۔

میں نیچے اترا تو مجھے وہاں سونے کی ایک ڈلی ملی۔ میں نے وہ اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لی۔

اس کے بعد ہم سفر کرنے لگے۔ راستہ میں' میں پھر سوچنے لگا کہ اگر اس سے میرا

پورا قرض ادا ہو گیا تو بہتر ورنہ قرض خواہوں کو کسی نہ کسی طریقے سے راضی کروں گا علاوہ ازیں جاڑے بھی شروع ہونے کو ہیں اور اس میں گرم کپڑوں کی بھی ضرورت محسوس ہو گی مجھے وہ اخراجات بھی مدنظر رکھنے ہیں۔ جیسے ہی میں نے یہ سوچا تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے۔ پھر آپؑ زین پر جھکے اور تازیانے سے ایک خط کھینچا اور مجھ سے فرمایا:

اپنی سواری سے اترو اور جو کچھ تمہیں اس خط کے اندر دکھائی دے وہ اٹھا لو اور کسی سے اس کا تذکرہ مت کرو۔

میں گھوڑے سے اترا تو مجھے وہاں چاندی کی ڈلی نظر آئی۔ میں نے بڑھ کر اسے اٹھایا اور اپنی آستین میں ڈال دیا۔ پھر ہم کچھ آگے جا کر واپس آ گئے۔

گھر آ کر میں نے اپنے قرضے کی رقم کو شمار کیا اور پھر سونے کے ڈلے کی قیمت لگائی تو وہ میرے قرض کی رقم کے بالکل برابر نہ تھی وہ ایک درہم زیادہ تھی اور نہ ایک درہم کم تھی۔

اس کے بعد میں نے موسم سرما کے کپڑوں کی ضروریات کا اندازہ کیا تو ان کے لیے جتنی رقم کی ضرورت تھی اتنی رقم کی چاندی تھی۔ اور یوں امام علیہ السلام نے میرا قرض بھی ادا کیا اور مجھے میرے مصارف کی رقم بھی عنایت فرمائی۔

(الثاقب فی المناقب' ص ۲۱۷۔ الخرائج' جلد ۱' ص ۴۲۱)

دل کی کیفیت سے آگاہی

ابن فرات کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچازاد بھائی سے دس ہزار درہم قرض لینا تھا مگر وہ مسلسل ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا۔ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا جس میں مَیں نے درخواست کی کہ وہ دعا فرمائیں تا کہ میری ڈوبی ہوئی رقم وصول ہو جائے۔

خط روانہ کرنے کے بعد میں نے اپنے دل میں کہا کہ میری رقم ادا کرنے کے بعد

اگر وہ مر بھی جائے تو بھی مجھے اس کی موت کا کوئی صدمہ نہیں ہوگا۔

امام علیہ السلام نے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

یوسف علیہ السلام نے رب کے حضور زندان کی شکایت کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تھا کہ میں نے تو تجھے زندان نہیں بھیجا تھا بلکہ تم نے خود ہی زندان جانے کی دعا کی تھی اور اگر تم اس وقت مجھ سے یہ کہتے کہ مجھے معافی دے تو میں بھی تمہیں ہرگز زندان نہ بھجواتا۔

یاد رکھو! تمہارا ابن عم تمہاری رقم واپس کردے گا اور جمعہ کے دن وہ مرجائے گا۔

ابن فرات کہتے ہیں کہ میرے ابن عم نے میرے قرضہ کی تمام رقم واپس کردی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اب تک تو تم ٹال مٹول کرتے رہے آخر اب تم نے اچانک میری رقم واپس کیوں کی؟

اس نے کہا: اصل بات یہ ہے کہ مجھے خواب میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے مجھے فرمایا کہ تیری موت قریب آچکی ہے۔ اپنے ابن عم کا قرض واپس کردو۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۵۶۸۔ کشف الغمہ' جلد۲' ص ۴۲۹)

نہار منہ تربوز مت کھاؤ

محمد بن صالح نشمی کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا جس میں مَیں نے پوچھا کہ آیا طبی لحاظ سے نہار منہ تربوز کھانا اچھا ہے یا نہیں؟ اور میں صاحب زنج کے متعلق لکھنا بھول گیا۔

امام علیہ السلام نے اپنے جواب میں لکھا:

نہار منہ تربوز مت کھاؤ۔ اس سے فالج کا خطرہ ہے اور صاحب زنج کا ہم اہل بیتؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مہتدی کی موت کی پیشین گوئی کرنا

ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں کہ میں مہتدی بن واثق کے زندان میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ قید تھا۔ ایک رات آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

''اس شب اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کا چراغ گل کر دے گا''۔

صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ رات ترکوں نے شورش بپا کر دی تھی اور انہوں نے مہتدی کو قتل کر کے معتمد کو اس کی جگہ بٹھا دیا ہے۔

(المناقب' جلد۴' ص ۴۳۰۔ غیبت طوسی' ص ۲۰۵)

میت پر گریبان چاک کرنے کا جواز

امام علی نقی علیہ السلام کے جنازہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام شامل ہوئے تو آپؑ نے گریبان چاک کیا ہوا تھا۔ ابوعون ابرش نے آپؑ کو خط لکھا جس میں اس نے گریبان چاک کرنے پر اعتراض کیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا:

احمق! ان مسائل پر اعتراض کرنے والا تو بھلا کون ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ کی موت پر اپنا گریبان چاک کیا تھا۔ تو کافر اور فاتر العقل ہو کر مرے گا۔

حضرتؑ کا فرمان پورا ہوا۔ وہ فاتر العقل ہو گیا۔ اس کے بیٹے نے اسے گھر میں قید کر دیا تا کہ وہ لوگوں سے نہ مل سکے۔

(المناقب' جلد۴' ص ۴۳۵۔ اختیار معرفۃ الرجال' ص ۵۷۲)

روشنائی بغیر لکھے ہوئے خط کو پڑھنا

محمد بن عیاش کہتے ہیں کہ ایک محفل میں ہم نے امام کی علامات و اوصاف پر گفتگو

کی۔ وہاں ایک ناصبی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ میں تمہارے امامؑ کو خط لکھتا ہوں جس میں سیاہی استعمال نہیں کروں گا۔ اگر انہوں نے میرا خط پڑھ لیا تو میں یقین کرلوں گا کہ وہ امامِ حق ہیں۔

چنانچہ ہم نے اپنے خطوط میں کچھ مسائل لکھے اور اس شخص نے ایک ورق پر سیاہی کے بغیر کچھ لکھا اور اس نے وہ سفید کاغذ ہمارے کاغذوں کے ساتھ بھیج دیا۔ جب آپؑ کی طرف سے ہمیں جواب موصول ہوئے تو ایک ورق پر اس کا اور اس کے والد کا نام تحریر تھا اور اس میں اس کے مسائل کا جواب لکھا ہوا تھا۔

جب اس شخص نے حضرتؑ کا خط ملاحظہ کیا تو بے ہوش ہوگیا اور جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا: بے شک آپؑ حق کے امام ہیں۔

(المناقب، جلد۴، ص۴۴۰۔ بحارالانوار، جلد۵۰، ص۲۸۸-۲۸۹)

احترامِ امام کرنے والا نصرانی

ابوجعفر احمد القصیر بصری کا بیان ہے کہ ہم اپنے آقا و مولاؑ کی خدمت میں گئے۔ اتنے میں خلیفہ کا ایک بڑا افسر حضرتؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

امیرالمومنین آپؑ کو سلام کہتے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا کاتب انوش نصرانی اپنے بیٹوں کا ختنہ کرا رہا ہے اور اس نے ایک تقریب تشکیل دی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آپؑ بھی اس تقریب میں شامل ہو کر اس کی عزت افزائی کریں اور اس کے بیٹوں کی درازی عمر کی دعا فرمائیں۔ اور وہ یہ کہتا ہے کہ میں آپؑ کو ہرگز تکلیف نہ دیتا مگر میں نے آپؑ کو اس لیے زحمت دی ہے کہ آپؑ نبوت و رسالت کی باقیات ہیں اور میں آپؑ کی دعا کا فیض حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے یہ پیغام سنا تو آپؑ نے فرمایا:

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ایک نصرانی کو مسلمانوں سے زیادہ

ہمارے حق کی معرفت عطا کی ہے۔

پھر آپؑ گھوڑے پر سوار ہوئے اور میں بھی حضرتؑ کے ساتھ اس تقریب میں شامل ہوا۔ جب آپؑ انوش کے دروازے پر پہنچے تو وہ ننگے سر اور ننگے پاؤں دوڑتا ہوا آپؑ کے استقبال کے لیے آگے بڑھا اور اس کے ساتھ کچھ راہب اور کنیسہ کے خدام بھی تھے اور اس کے سینہ پر انجیل تھی۔ اس نے حضرتؑ کی قدم بوسی کی اور عرض کیا:

حضرتؑ میں آپؑ کو اس کتاب مقدس کا واسطہ دیتا ہوں جس کے مفہوم سے آپؑ زیادہ آشنا ہیں۔ خدارا اس زحمت پر مجھے معاف فرمائیں۔ مجھے حضرتؑ مسیح اور ان کی لائی ہوئی کتاب کی قسم ہے۔ میں نے امیرالمومنین سے آپؑ کے آنے کی درخواست صرف اس لیے کی تھی کیونکہ انجیل میں آپؑ حضرات کو شبیہ مسیح قرار دیا گیا ہے۔

آپؑ نے اس کے پرخلوص جذبات سن کر ''الحمدللہ'' کہا اور گھوڑے پر سوار ہو کر آپ اندر تشریف لائے۔ لوگوں نے کھڑے ہو کر آپؑ کا استقبال کیا۔ پھر آپؑ نے اس کے دونوں بچوں کی طرف دیکھ کر فرمایا:

یہ تیرا بیٹا تیرے پاس رہے گا اور دوسرا بیٹا تین دن بعد تجھ سے لے لیا جائے گا اور یہ باقی رہنے والا بیٹا اسلام قبول کرے گا اور ہم اہلِ بیتؑ سے محبت رکھے گا۔

آپؑ کا فرمان سن کر انوش نے کہا:

مولا! آپؑ کا فرمان حق ہے۔ اب میرے لیے میرے بیٹے کی موت کا دکھ سہنا بھی آسان ہو گیا ہے اور میں یہ سن کر خوش ہوا ہوں کہ میرا یہ بیٹا اسلام قبول کرے گا اور آپؑ کے گھرانے کا محب ہو گا۔

ایک راہب نے کہا: اگر یہ بات ہے تو تو خود مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا؟

انوش نے کہا: میں بھی مسلمان ہوں اور میرے آقا کو اس کی خبر ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اس نے سچ کہا۔ اب ہم اس کے بیٹے کی موت کی خبر دے چکے ہیں اور اگر ہم یہ

خبر نہ دے چکے ہوتے تو ہم خدا سے اس کی درازی عمر کی دعا کرتے۔

انوش نے عرض کیا:

مولا! اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اسی پر خوش ہوں جس پر آپؑ راضی ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرتؑ کا فرمان حرف بحرف پورا ہوا اور اس کا بیٹا تین دن بعد مرگیا اور دوسرے بیٹے نے ایک سال بعد اسلام قبول کرلیا اور وہ حضرتؑ کے دروازے کا دربان بن گیا اور حضرتؑ کی وفات تک وہ دربانی کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔

(الہدایۃ الکبری للخصینی، ص ۶۷ (مخطوط)

حضرتؑ کی طرف سے چند مسائل کا بیان

عیسیٰ بن مہدی جوہری کہتے ہیں کہ ۲۵۷ ہجری میں مَیں، حسین بن غیاث، حسن بن مسعود، حسین بن ابراہیم، احمد بن حسان، طالب بن ابراہیم بن حاتم، حسن بن محمد بن سعید اور محمد بن احمد بن خضیب نے ''جنبلاء'' سے سامرہ جانے کا ارادہ کیا۔ ہم پہلے مدائن گئے پھر وہاں سے کربلا گئے اور نیمہ شعبان کی شب ہم نے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی اور وہاں پر امام علی نقی اور حسن عسکری علیہما السلام کے کچھ ہمسایوں سے ہماری ملاقاتیں ہوئیں۔ کربلا کی زیارت کے بعد ہم بغداد گئے اور وہاں ہم نے موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی علیہم السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور بغداد سے ہم سامرہ کے لیے روانہ ہوئے۔

جب ہم سامرہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے سلام سے پہلے آپؑ کو آپؑ کے فرزند کی ولادت باسعادت کی مبارک باد پیش کی۔ ہمارے قافلہ میں ۷۰ سے کچھ زیادہ افراد شامل تھے۔ فرط مسرت کی وجہ سے ہمارے آنسو

چھلکنے لگے۔ ہمارے جذبات کو دیکھ کر امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

''خدا کی نعمت حاصل کر کے اس کی خوشی میں شکر خداوندی کے مساوی ہے۔ خدا کرے کہ تمہارے دل مطمئن اور تمہاری آنکھیں یوں ہی ٹھنڈی رہیں۔ خدا کی قسم! تم خدا کے اس دین کے پیروکار ہو جسے ملائکہ لے کر آئے اور جس کا بیان کتابوں میں کیا گیا۔ تم لوگ میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کے مصداق ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا:

''خبردار! شیعہ فقراء سے پہلوتہی نہ کرو کیونکہ ایک نیک اور پرہیزگار شیعہ کا خدا کے ہاں اتنا مقام ہے کہ وہ قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ ومضر کے افراد جتنے لوگوں کی شفاعت کرے گا''۔

جب اللہ نے ہمارے طفیل تم پر اتنا بڑا فضل کیا ہے تو اس کے بعد تمہیں باقی کس چیز کی غرض رہ جاتی ہے؟

ہم سب نے عرض کیا:

ہم خدا کی حمد کرتے ہیں اور آپؑ حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپؑ کے طفیل تو ہمیں یہ مقام نصیب ہوا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

تمہیں یہ مقام اللہ کی اطاعت اور اس کی عبادت میں جدوجہد کرنے اور دوستانِ خدا سے دوستی کرنے اور دشمنانِ خدا سے دشمنی کرنے کی وجہ سے نصیب ہوا ہے۔

عیسیٰ بن مہدی جوہری کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے آپؑ سے کچھ مسائل دریافت کرنے کا ارادہ کیا۔ آپؑ نے ہمارے سوالات شروع کرنے سے پہلے فرمایا:

دیکھو! تم میں سے کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو مجھ سے میرے فرزند مہدیؑ کے متعلق سوال کرنے کے خواہش مند ہیں اور وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مہدیؑ کہاں ہیں؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے اپنے فرزند کو خدا کے سپرد کیا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ

کی والدہ نے اپنے فرزند کو تابوت میں رکھ کر دریا کی لہروں کے سپرد کیا تھا اور خدا نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ تم نے گھبرانا نہیں ہم تیرے فرزند کو تیرے ہی حوالے کریں گے۔

ہم میں سے ایک گروہ نے کہا:

مولاؑ! ہم واقعی یہ سوال آپؑ سے پوچھنے کے خواہش مند تھے۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

میں جانتا ہوں کہ تم میں سے کچھ ایسے افراد موجود ہیں جو مجھ سے یہ جاننے کے خواہش مند ہیں کہ تمہارے اور خدا اور ہمارے دشمنوں کے درمیان یہ اختلافات آخر کیوں ہیں اور ان کے علل واسباب کیا ہیں؟

میں تمہیں اس سوال کا جواب دیتا ہوں اور اسے اچھی طرح سے سمجھ لو۔

جب حضرتؑ نے اس موضوع کا حوالہ دیا تو ہم میں سے ایک جماعت نے کہا:

مولاؑ! آپؑ نے ہمارے دلوں کی صحیح ترجمانی کی ہے اور ہم واقعی آپؑ سے یہی بات پوچھنا ہی چاہتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا:

لوسنو! اللہ تعالیٰ نے میرے جد اطہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کی کہ میں نے تجھے اور علیؑ اور قیامت تک آنے والے ائمہ اور تمہارے شیعوں کو دس خصلتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے:

۱- روز و شب میں اکیاون رکعت نماز پڑھنا ۲- زمین پر سجدہ کر کے اپنی پیشانی کو خاک آلود کرنا ۳- دائیں ہاتھ میں انگشتری پہننا ۴- اذان و اقامت کے حروف کو دو دو بار کہنا ۵- حی علی خیر العمل کہنا ۶- دو سورتوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھنا ۷- دوسری رکعت کے قیام میں دعائے قنوت پڑھنا ۸- اور نماز عصر کو اس وقت پڑھنا جب سورج ابھی سفید ہو۔ ۹- نماز فجر کو اس وقت پڑھنا جب ابھی کچھ اندھیرا موجود ہو۔ ۱۰- سر اور داڑھی کو "وسمہ" سے خضاب کرنا۔

ہمارے حق کے غاصبوں اور ان کے گروہ نے ہماری مخالفت کی۔ چنانچہ انہوں نے اکیاون رکعت کے بدلے تراویح ایجاد کی اور پیشانی کو خاک آلود کرنے کی بجائے نماز میں اپنے سینوں پر ہاتھ باندھنے کو رواج دیا۔ انہوں نے اقامت کے الفاظ دو بار کہنے کی بجائے ایک بار کہنے شروع کر دیے اور انہوں نے ''حی علی خیر العمل'' کے بجائے ''الصلاۃ خیر من النوم'' کا اضافہ کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھنا چھوڑ دیا اور دعائے قنوت کے عوض انہوں نے ''ولا الضالین'' کے بعد ''آمین'' کا اختراع کیا۔

انہوں نے نماز عصر اصلی وقت کی بجائے اس وقت پڑھنے کو رواج دیا جب سورج بالکل زرد ہو چکا ہوتا ہے اور اس کی روشنی گائے کی چربی کی طرح سے زرد ہو چکی ہوتی ہے۔

نماز فجر کو انہوں نے ستارے ڈوبنے کے بعد رواج دیا جب کہ مسنون طریقہ یہ تھا کہ نماز فجر کو اندھیرے میں پڑھا جائے۔

ان لوگوں نے خضاب کے استعمال کو نہ صرف ترک کیا بلکہ لوگوں کو اس سے منع بھی کیا۔ ہم میں سے اکثر افراد نے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے ہماری بہت سی پریشانیاں دور کر دی ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

میں جانتا ہوں کہ تمہارے سینوں میں ایک سوال انگڑائی لے رہا ہے اور میں تمہارے سوال کرنے سے قبل ہی اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت تم یہ چاہتے ہو کہ نماز جنازہ کی پانچ اور چار تکبیرات کی وضاحت کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ ہم جنازہ میں پانچ اور اغیار چار تکبیرات کیوں کہتے ہیں؟

ہم نے کہا: بے شک آپؑ نے ہمارے خیالات کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ ہم آپؑ سے یہ مسئلہ پوچھنا ہی چاہتے تھے۔

آپؐ نے فرمایا:

لوسنو! جس پر سب سے پہلے نماز جنازہ پڑھی گئی وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب تھے جن کو رسولؐ خدا کی طرف سے خدا اور رسولؐ کے شیر کا اعزاز ملا تھا۔

جب حضرت حمزہ قتل ہوئے تو رسولؐ خدا کو سخت دکھ ہوا اور آپؐ صبر کو کھو بیٹھے اور فرمایا تھا کہ میں اپنے چچا حمزہ کے ایک ایک بال کے بدلے میں ستر ستر مشرکین قریش کو قتل کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو تسلی دی اور انہیں وحی فرمائی:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصّٰبِرِيْنَ ○ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ○

''اور اگر تم انہیں سزا بھی دینا چاہو تو اتنی ہی سزا دو جتنی انہوں نے تمہیں سزا دی ہے اور اگر تم صبر کرو تو صبر' صبر کرنے والوں کے لیے بہترین راہ ہے اور آپؐ صبر ہی کریں کہ آپ کا صبر بھی اللہ کی مدد سے ہی ممکن ہے اور آپؐ ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں اور ان کی فریب کاریوں کی وجہ سے تنگدلی کا شکار نہ ہوں''۔ (النحل:۱۲۶-۱۲۷)

اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اس کو مسلمانوں میں رواج دیا جائے اور اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ کے ایک ایک بال کے بدلے میں ستر ستر مشرکین قریش کو قتل کر دیتے تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔

آنحضرتؐ نے انہیں دفن کرنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے چاہا کہ انہیں خون میں غلطان حالت میں ہی دفن کیا جائے۔ جب کہ اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے مسلمان مُردوں کے لیے غسل میت کا حکم بھی دیا تھا۔ حضرت حمزہ کی تدفین کے بعد یہ قانون مقرر ہوا کہ شہید کو غسل نہ دیا جائے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے حضرت حمزہ کو ان کے کپڑوں میں ہی دفن کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اکرمؐ کو حکم دیا کہ وہ حمزہ کے جنازہ پر ۷۵ تکبیریں کہیں اور ہر

دو تکبیروں کے درمیان ان کے لیے مغفرت طلب کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو وحی فرمائی۔ میں نے حمزہ کی عظمت کے پیشِ نظر اس پر ۷۰ اضافی تکبیریں کہلوائیں۔ جب کہ میں نے آپ کو تمام مسلمانوں پر فضیلت دی ہے۔ اب آج سے ہر مومن مرد و عورت کے جنازہ پر پانچ تکبریں کہا کریں۔

میں نے آپؐ پر روزانہ کی پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور یہ جنازہ کی پانچ تکبیرات میت کی پانچ نمازوں کی قائم مقام ہیں۔ میں ان تکبیرات کا ثواب میت کے لیے ذخیرہ کروں گا اور اس کا اجر اس کے لیے قائم کروں گا۔

پھر ہم میں سے ایک شخص نے کہا:

مولاؑ! پھر وضاحت فرمائیں کہ جنازہ کی چار تکبیرات کا رواج کب سے ہوا؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

خلفائے ثلاثہ نے چار تکبریں کبھی نہیں پڑھی تھیں۔ سب سے پہلے چار تکبیروں کو مروان الحکم طرید رسول نے رواج دیا تھا۔ معاویہ نے مرنے سے پہلے یزید کو بہت سی نصیحتیں کی تھیں اور ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی:

یزید! مجھے تیرے متعلق چار افراد کی مخالفت کا اندیشہ ہے اور وہ یہ ہیں:

۱- عمر بن عثمان ۲- مروان بن الحکم ۳- عبداللہ بن زبیر ۴- حسین بن علی۔ اور میرا اندازہ ہے کہ تیری بدنصیبی کا آغاز حسین بن علیؑ کے قتل سے ہوگا۔ مروان کا علاج یہ ہے کہ جب میں مرجاؤں اور تم میری میت جنازہ گاہ میں لے آؤ تو اس وقت لوگ تجھ سے کہیں گے کہ آگے بڑھو اور اپنے باپ کی نماز جنازہ پڑھاؤ۔ اس وقت تم یہ کہنا کہ میں اپنے والد کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ میرے والد نے مرتے وقت کہا تھا کہ اس کی نماز جنازہ بن امیہ کا کوئی بزرگ پڑھائے اور اس وقت ہمارا بزرگ مروان بن الحکم ہے۔ لہٰذا میری بجائے وہی نماز جنازہ پڑھائے گا۔ اور جنازہ سے پہلے اپنے بااعتماد غلاموں کو حکم دینا کہ وہ جنازہ میں ہتھیار چھپا کر شامل ہوں اور جب مروان پانچویں تکبیر کہے تو اسے وہاں قتل

کرادینا اور یوں مروان سے تمہاری جان ہمیشہ کے لیے چھوٹ جائے گی۔

اتفاق سے مروان کو بھی اس منصوبہ کی اطلاع مل گئی اور اس نے اس بات کو دل ہی دل میں پوشیدہ رکھا۔ چنانچہ جب معاویہ کا جنازہ اٹھایا گیا اور نماز جنازہ کی نوبت آئی تو لوگوں نے یزید سے کہا کہ آپ اپنے والد کا جنازہ پڑھائیں۔

یزید نے کہا: نہیں میرے والد نے حکم دیا تھا کہ ان کا جنازہ بنی امیہ کا کوئی بزرگ ہی پڑھے اور اس وقت ہمارے درمیان مروان بن الحکم موجود ہے اور وہ ہم سب کا بزرگ ہے۔ لہٰذا میرے والد کی نماز جنازہ وہی پڑھائے گا۔

چنانچہ مروان آگے بڑھا اور اس نے معاویہ کی نماز جنازہ پڑھانی شروع کی اور جیسے ہی اس نے چوتھی تکبیر کہی تو صف سے نکل کر رفو چکر ہو گیا اور جتنی دیر میں لوگوں نے پانچویں تکبیر مکمل کی اس وقت تک وہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا۔

اس کے بعد لوگوں نے مروان کے عمل کو تحفظ دینے کے لیے چار تکبیرات کو رائج کر دیا تا کہ کوئی مروان کو بدعتی نہ کہہ سکے۔

حضرتؑ کی یہ گفتگو سن کر ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا:

مولاؑ! یہ فرمائیں کہ ہم تقیہ کی حالت میں چار تکبیرات کہہ سکتے ہیں؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

نہیں! جنازہ کی تکبیرات پانچ ہی ہیں اور ان میں کوئی تقیہ نہیں ہے اور اسی طرح سے ہر نماز کے بعد تعقیبات پڑھنے اور قبروں کو چاروں طرف سے یکساں بنانے اور موزوں پر مسح نہ کرنے اور منشیات کے ترک کرنے میں کوئی تقیہ نہیں ہے۔

ابن خلیل قیسی نے اٹھ کر حضرتؑ سے یہ سوال کیا:

مولاؑ! یہ بتائیں نماز پنجگانہ کے اوقات رسولؐ خدا نے اپنی سنت سے مقرر کیے تھے یا ان کا حکم قرآن مجید میں بھی ہے؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

خدا تم پر رحم فرمائے۔ رسولؐ خدا نے اسی چیز کو رواج دیا تھا جس کے متعلق خدا نے ان کو حکم دیا تھا۔ ہم اہل بیتؑ کے نزدیک اوقات نماز وہی ہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر فرض کیے ہیں۔

نماز کل اکیاون (۵۱) رکعات ہے اور اس کے اوقات چھ ہیں جیسا کہ قرآن مجید کے متفرق مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان کی نشان دہی کی ہے۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ (هود: ۱۱۴)

''اور آپ دن کے دونوں حصوں اور رات گئے نماز قائم کریں.....''

اور دن کے دو حصوں میں فجر اور عصر کی نماز شامل ہے اور رات گئے میں مغرب کی نماز شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ

''اے ایمان والو! تمہارے غلام و کنیز اور وہ بچے جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں ان سب کو چاہیے کہ تمہارے پاس داخل ہونے کے لیے تین اوقات میں اجازت لیں۔ نماز صبح سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم کپڑے اتار کر آرام کرتے ہو اور نماز عشاء کے بعد..... (النور: ۵۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز فجر اور نماز ظہر اور نماز عشاء کے اوقات بیان کیے ہیں کیونکہ نماز فجر سے پہلے لوگ شب خوابی کے لباس میں ہوتے ہیں اور ظہر و عشاء کے بعد لوگ آرام کرنے کے لیے اپنے کپڑے اتارتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ .....

''آپ زوالِ آفتاب سے رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں''۔

(بنی اسرائیل:۷۸)

اللہ تعالیٰ نے وقت نماز کی تاکید کی اور بیان فرمایا کہ نماز عشاء ''غسق اللیل'' میں پڑھنی چاہیے اور غسق اللیل سے رات کی سیاہی مراد ہے۔

چنانچہ یہ ہیں اوقات پنجگانہ کے اوقات جنہیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے نماز تہجد کا وقت بھی بیان کیا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ○ نِّصْفَہٗ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا ○ اَوْ زِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ○ (مزمل: ۱-۴)

''اے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھو مگر ذرا کم۔ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو۔ یا کچھ زیادہ کر دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو''۔

اور اللہ تعالیٰ نے نصف حصہ کی کمی بیشی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ اللَّیْلِ وَنِصْفَہٗ وَثُلُثَہٗ وَطَآئِفَۃٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ..... (مزمل: ۲۰)

''آپؐ کا پروردگار جانتا ہے کہ آپؐ دو تہائی رات کے قریب یا نصف شب یا ایک تہائی رات قیام کرتے ہیں اور آپؐ کے ساتھ ایک اور گروہ بھی ہے۔ اللہ دن اور رات کا صحیح اندازہ رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ تم لوگ اسے ہمیشہ کے لیے جاری نہ رکھ سکو گے۔ اس نے تم پر مہربانی کر دی اب جس قدر قرآن مکمل ہو اتنا پڑھ لیا

کرو.....

اللہ تعالیٰ نے چھٹی نماز یعنی نماز شب کا بھی نماز پنجگانہ کی طرح سے وقت مقرر کیا ہے اور اگر نماز شب کی آٹھ رکعات نہ ہوں تو اکیاون (۵۱) کی تعداد مکمل نہیں ہوتی۔

آپؑ کا یہ مدلل بیان سن کر ہم نے خدا کی حمد کی اور آپؑ کا شکریہ ادا کیا اور ہم نے کہا کہ اللہ کا احسان ہے جس نے ہمیں آپؑ جیسے ہادی عطا فرمائے۔

آپؑ نے فرمایا:

تم جتنا زیادہ شکر کرو گے اتنی ہی زیادہ نعمات کے حق دار بن جاؤ گے۔

حسین بن حمدان کہتے ہیں کہ میں نے اس قافلہ میں موجود ستر کے قریب افراد سے عیسیٰ بن مہدی جوہری کی روایت کی تصدیق کرائی تو سب نے اس روایت کی تصدیق کی اور میں نے سامرہ میں امام علی نقی علیہ السلام کے ایک غلام سے اس کی تصدیق کرائی تو اس نے بھی اس روایت کو جوہری کی طرح سے من وعن بیان کیا۔ علاوہ ازیں میں نے مولا امام علی رضا علیہ السلام کے غلام ریّان سے اس روایت کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بھی اس روایت کی تصدیق کی اور تمام رواۃ نے اس روایت کو جوہری کی طرح سے روایت کیا۔

○○○

بارہواں باب

حضرت امام مہدی علیہ السلام

کے معجزات

پر مشتمل ہے

آپؑ کا تعارف

شیخ مفید علیہ الرحمہ ''ارشاد'' میں رقم طراز ہیں:

امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے فرزند امام ہوئے جن کا نام رسولؐ خدا کا نام اور جن کی کنیت رسولؐ خدا کی کنیت کے مطابق تھی۔ امام حسن عسکری کے ہاں ان کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں ہوئی اور آپ ۱۵ شعبان ۲۵۰ ہجری کو پیدا ہوئے۔ آپؑ کی والدہ ام ولد (کنیز) تھیں جن کا نام نرجس تھا اور والد کی وفات کے وقت آپؑ کی عمر پانچ برس کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بچپن میں ہی حکمت' قوت فیصلہ عطا فرمائی اور آپؑ کو تمام جہانوں کے لیے نشانی قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بات بعید نہیں ہے' چاہے تو بچپن میں یحییٰ کو حکمت عطا کر دے اور چاہے تو عیسیٰ بن مریمؑ کو عالمِ طفلی میں نبوت سے سرفراز کر دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت امیر المومنین اور یکے بعد دیگرے تمام ائمہ نے آپؑ کی امامت پر نص فرمائی اور آپؑ کے والد ماجد علیہ السلام نے بھی اپنے ثقہ و خواص شیعہ کے سامنے آپؑ کی امامت پر نص فرمائی تھی۔

آپؑ کی ولادت سے قبل ائمہ ہدیٰ علیہم السلام نے آپؑ کی غیبت کی پیشین گوئی کی تھی اور لوگوں کو یہ بتا دیا تھا کہ ہمارا بارہواں امام عظیم سلطنت کا وارث ہوگا اور وہ صاحبِ شمشیر ہوگا اور پوری دنیا میں حق و انصاف کو رواج دے گا اور اس کے قیام سے قبل اس کی دو غیبتیں ہوں گی۔ ایک چھوٹی غیبت ہوگی جسے غیبت صغریٰ کے نام سے یاد کیا جائے گا اور ایک انتہائی طویل غیبت ہوگی جسے غیبت کبریٰ کے نام سے پکارا جائے گا۔

غیبت صغریٰ آپؑ کی ولادت سے شروع ہوئی اور آپؑ کے چوتھے نامزد کردہ سفیر

پر ختم ہوگئی اور اس کے بعد غیبت کبریٰ شروع ہوئی جو کہ ابھی تک جاری ہے اور قیامت کے قریب اس کا اختتام ہوگا اور آپؑ ظہور فرما کر دنیا کو انصاف وعدالت سے پُر کریں گے اور یوں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوگا:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ ونجعلهم اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ ○ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ○

''اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور کر دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا رہبر بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں اور انہی کو روئے زمین کا اقتدار دیں اور فرعون' ہامان اور ان کے لشکروں کو انہیں کمزوروں کے ہاتھوں سے وہ منظر دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے ہیں۔ (القصص:۵-۶)

اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور پُر نور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی پورا ہو جائے گا۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِى الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصَّالِحُوْنَ ○ (الانبیاء:۱۰۵)

''اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے''۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی متعدد احادیث میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کی پیشین گوئی فرمائی ہے جن میں سے دو احادیث یہ ہیں:

۱- لن تنقضی الایام واللیالی حتی یبعث اللّٰہ رجلا من اھل البیتی یواطئ اسمہ اسمی یملأھا قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا

''روز و شب کا یہ سلسلہ قائم رہے گا یہاں تک کہ اللہ میری اہل بیت میں سے ایک مرد کو مبعوث کرے گا جس کا نام میرے نام سے مطابقت رکھتا ہوگا اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا''۔

۲- لولم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول اللّٰہ ذٰلک الیوم حتی یبعث اللّٰہ فیہ رجلا من ولدی یواطئی اسمہ اسمی یملأھا قسطا وعدلا کما ملئت ظلمًا وجورا -

''اگر دنیا کے خاتمہ میں ایک دن بھی باقی ہوا تو اللہ اس دن کو طویل کر دے گا یہاں تک کہ میری اولاد میں سے ایک مرد کو مبعوث کرے گا جس کا نام میرے نام سے مطابقت رکھتا ہوگا اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا''۔

(ارشاد مفید' ص ۳۴۶۔ المستجاد' ص ۵۲۱-۵۲۳۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۴۴۶)

ابو علی طبرسی اعلام الوریٰ میں لکھتے ہیں:

امام مہدی علیہ السلام ۲۵۵ ہجری کو نیمہ شعبان کی شب سامرہ میں پیدا ہوئے جیسا کہ کلینی مرحوم نے علی بن محمد کے حوالے سے لکھا ہے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفاتؑ کے وقت آپؑ کی عمر پانچ برس کی تھی۔ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں حکمت کی تھی اسی طرح آپؑ کو بھی حکمت عطا فرمائی اور جس طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبی بنایا تھا اسی طرح سے آپؑ کو بھی عالمِ طفلی میں امام بنایا۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام نے آپؑ کی ولادت سے قبل اعلان کیا تھا کہ ان کی دو غیبتیں ہوں گی: غیبت صغریٰ اس دور کو کہا جاتا ہے جس میں آپؑ کے نامزد کردہ سفیر موجود تھے۔ مذہب امامیہ کے محققین امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت پر متفق ہیں جن میں ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری' محمد بن علی بن بلال' ابو عمرو عثمان بن سعید سمان اور ان

کے فرزند ابوجعفر محمد بن عثمان' عمرو اہوازی' احمد بن اسحاق' ابومحمد الوجنانی' ابراہیم بن مہزیار اور محمد بن ابراہیم کے علاوہ ثقہ افراد کی جماعت سرفہرست ہے اور امام مہدیؑ کی غیبت صغریٰ کا عرصہ چوہتر برس پر محیط ہے۔

ابوعمرو عثمان بن سعید العمری امام مہدی علیہ السلام سے قبل ان کے والد اور دادا کے خصوصی معتمد علیہ تھے اور ان تک پہنچنے کا دروازہ تھے۔ امام مہدی علیہ السلام کے پہلے نائب بھی وہی تھے اور امام زمانہؑ کی برکتوں کے صلہ میں اللہ نے ان کے ہاتھ پر بہت سی کرامات ظاہر کیں۔

جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو امام زمانہؑ نے ان کے فرزند ابوجعفر محمد بن عثمان کو ان کا قائم مقام مقرر کیا اور وہ ۳۰۴ یا ۳۰۵ ہجری تک سفارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی کو اپنا جانشین مقرر کیا اور جب حسین بن روح کی ۳۲۶ ہجری میں وفات ہوئی تو انہوں نے ابوالحسن علی بن محمد السمری کو اپنا جانشین مقرر کیا اور امام زمانہؑ کے آخری نامزد کردہ سفیر نے نیمہ شعبان ۳۲۸ ہجری کو وفات پائی۔

ابومحمد حسن بن احمد مکتب کا بیان ہے کہ جس سال علی بن محمد السمری کی وفات ہوئی تو میں اس سال بغداد میں موجود تھا اور ان کی وفات سے چند روز پہلے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے وہاں پر موجود حاضرین کے سامنے امام زمانہ علیہ السلام کی توقیع مبارک پڑھ کر سنائی جس میں یہ عبارت تحریر تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''علی بن محمد السمری! اللہ تیری وفات پر تیرے بھائیوں کو اجر عطا کرے۔ تم چھ دن کے اندر اندر اس دنیا سے کوچ کرنے والے ہو۔ لہٰذا اپنے معاملات کو منظم کرلو اور اپنے بعد کسی کو بھی اپنا جانشین مقرر نہ کرو کیونکہ اب مکمل غیبت شروع ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ

کے اذن کے بعد ہی ہمارا ظہور ہوگا اور ہمارا ظہور ایک طویل عرصہ کے بعد ہوگا۔ اس دوران لوگوں کے دل سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی اور عنقریب میرے ہی شیعوں میں سے کچھ لوگ میرے مشاہدہ کا دعویٰ کریں گے۔ خبردار جو بھی سفیانی کے خروج اور چنگھاڑ سے قبل ہمارے مشاہدہ کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب و مفتری ہوگا اور علی العظیم کے علاوہ کوئی طاقت وقوت نہیں ہے"۔

ابو محمد کہتے ہیں کہ ہم نے امام زمانہ علیہ السلام کی اس توقیع کو وہاں بیٹھ کر نقل کیا اور پھر وہاں سے چل دیئے۔ اور پھر جب ہم چھٹے دن ان کے پاس گئے تو ان پر نزع کا عالم طاری تھا۔ ان سے کہا گیا کہ آپؑ کا وصی کون ہے؟

انہوںؑ نے کہا:

"تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور وہ انہیں خود ہی سرانجام دے گا"۔

ان الفاظ کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ ان کی وفات سے سفارت کا دروازہ بند ہو گیا اور طولانی غیبت کا آغاز ہو گیا جو کہ ابھی تک جاری ہے اور قیامت کے قریب یہ غیبت ختم ہو جائے گی۔

بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ غیبت صغریٰ کا دورانیہ ۷۴ برس پر مشتمل رہا اور علی بن محمد السمری نے ۳۲۹ ہجری کو وفات پائی اور یہی قول موثق ہے۔

(اعلام الوریٰ، ص ۴۱۶-۴۱۷۔ کشف الغمہ، جلد ۲، ص ۵۳۰۔ کمال الدین، ص ۵۱۶۔ غیبت طوسی، ص ۳۹۵۔ مزید حوالہ جات کے لیے غیبت طوسی کی طرف رجوع فرمائیں۔)

امام زمانہؑ کی ولادت باسعادت

شیخ صدوق نے محمد بن حسن بن ولید سے، اس نے محمد بن یحییٰ عطار سے، اس نے حسین بن رزق اللہ سے، اس نے موسیٰ بن محمد قاسم بن حمزہ بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی

بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ مجھ سے امام محمد تقی علیہ السلام کی دختر حضرت حکیمہ خاتون نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے اپنے ہاں بلوایا اور جب میں وہاں گئی اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اپنے گھر کو روانہ ہونے کے لیے اٹھنے لگی تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

پھوپھی جان! آج رات آپ ہمارے پاس ہی روزہ افطار کریں اور یہ ۱۵ شعبان کی شب ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ اپنی حجت کو ظاہر کرے گا جو تمام روئے زمین پر اللہ کی حجت ہوگا۔

میں نے پوچھا: فرزند! حجت خدا کس کنیز کے بطن سے جنم لے گا؟

آپؑ نے فرمایا: وہ نرجس سے جنم لے گا۔

میں نے کہا: واللہ! مجھے تو اس میں آثار حمل ہی دکھائی نہیں دیتے۔

آپؑ نے فرمایا: عمہ جان! جو کچھ میں نے کہا ہے وہی کچھ ہوگا۔

اتنے میں نرجس خاتون بھی آ گئیں اور سلام کر کے بیٹھ گئیں اور میرے موزے اتارتے ہوئے بولیں:

میری مالکہ وسیدہ! آپ کا مزاج کیسا ہے؟

میں نے کہا: نرجس! اب ایسا نہ کہو آج سے تم میری اور میرے سارے خاندان کی مالکہ وسیدہ ہو۔

نرجس خاتون نے کہا: پھوپھی جان! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟

میں نے کہا: بیٹی! آج رات تمہارے بطن سے وہ بچہ جنم لے گا جو دنیا و آخرت کا سردار ہوگا۔

یہ سن کر وہ کچھ شرما سی گئیں اور بیٹھ گئیں۔

بہرنوع میں نے نماز عشاء کے بعد روزہ افطار کیا اور سو گئی۔ آدھی رات کے وقت اٹھی اور نماز شب ادا کی۔ نماز شب کے بعد میں نے نرجس پر نظر ڈالی تو وہ بستر پ

محوِ خواب تھیں اور مجھے ان میں کسی طرح کے آثار نظر نہ آئے۔ بعدازاں میں نے کچھ تعقیبات پڑھے اور پھر اپنے بستر پر جا کر سو گئی۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد اٹھی تو اس وقت بھی نرجس خاتون سوئی ہوئی تھیں۔ پھر کچھ دیر بعد وہ اٹھیں اور نماز شب ادا کی۔

جناب حکیمہ خاتون کہتی ہیں کہ جب آثار وضع حمل ظاہر نہ ہوئے تو میرے دل میں شکوک پیدا ہوئے۔ اتنے میں میرے بھتیجے ابو محمد حسن عسکری نے آواز دے کر کہا:

پھوپھی جان! جلد بازی مت کریں، وقت قریب آ چکا ہے۔

حضرت حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ اس وقت میں نے سورہ حم السجدہ اور سورہ یٰس کی تلاوت شروع کر دی۔ ابھی میں تلاوت میں مصروف تھی کہ نرجس خاتون چونک کر اٹھ بیٹھیں اور گھبرا کر میری طرف دوڑیں اور مجھ سے لپٹ گئیں۔

میں نے اس پر دست شفقت پھیرا اور کہا: تم پر اللہ کے نام کا سایہ قائم و دائم ہو کیا تم اس وقت کچھ محسوس کر رہی ہو؟

انہوں نے کہا: جی ہاں پھوپھی جان!

میں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اپنے دل کو قابو میں رکھو۔ میں نے جو کچھ تم سے کہا تھا یہ وہی ہے۔

حضرت حکیمہ خاتون فرماتی ہیں: اس کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی ہو اور جیسے ہی میری غنودگی ختم ہوئی تو ہمارے آقا و مولا کی ولادت ہو چکی تھی۔ میں نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو انہوں نے اپنے اعضائے سجدہ زمین پر رکھے ہوئے تھے اور سجدۂ خالق میں مصروف تھے۔

میں آگے بڑھی اور معصوم کو اٹھا کر سینے سے لگایا۔ میں نے انہیں غور سے دیکھا تو وہ ہر لحاظ سے بالکل پاک صاف اور طاہر و اطہر تھے۔ اتنے میں امام حسن عسکری نے صدا دے کر فرمایا:

پھوپھی جان! میرے فرزند کو میرے پاس لائیے۔

میں نے نومولود کو اٹھایا اور ان کے پاس لے گئی۔ آپؑ نے بچے کے دونوں پاؤں اپنے سینے پر رکھے اور اپنی زبان اس کے منہ میں دے دی اور ان کی آنکھوں، کانوں اور تمام اعضا پر آپؑ نے دست شفقت پھیرا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

فرزند! اب کلام کرو۔

انہوں نے کہا:

اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له واشهد ان محمداً رسول الله

اس کے بعد انہوں نے امیر المومنین اور تمام آئمہ ہدیٰ کا نام لے کر درود پڑھا یہاں تک کہ آخر میں اپنے والد ماجد پر درود بھیج کر ٹھہر گئے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

اب آپ ان کو ان کی والدہ کے پاس لے جائیں تاکہ وہ اپنی ماں کو سلام کرلیں۔ اس کے بعد انہیں میرے پاس لے آئیں۔

حضرت حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں نومولود کو اس کی والدہ کے پاس لے گئی۔ انہوں نے اپنی ماں کو سلام کیا اور پھر میں انہیں ان کے والد کے پاس واپس لے آئی اور ان کے سامنے انہیں لٹا دیا۔

آپؑ نے فرمایا:

پھوپھی جان! آپ ساتویں دن پھر تشریف لائیں۔ لیکن میں ساتویں دن کی بجائے دوسرے دن ہی اپنے بھتیجے کو سلام کرنے کے لیے چلی گئی لیکن وہاں جا کر مجھے سخت تعجب ہوا کہ نومولود مجھے پورے گھر میں کہیں دکھائی نہ دیا۔ میں نے بھتیجے سے پوچھا کہ ہمارا آقا و سردار کہاں ہے تو انہوں نے فرمایا:

ہم نے اسے اس ذات کے سپرد کر دیا ہے جس کے سپرد مادر موسیٰؑ نے موسیٰؑ کو

کیا تھا۔

حضرت حکیمہ فرماتی ہیں: میں پھر ساتویں دن گئی اور میں نے امام حسن عسکریؑ کو سلام کیا اور بیٹھ گئی۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

پھوپھی جان! جایئے اور میرے فرزند کو میرے پاس لایئے۔ میں اٹھی اور نومولود کو ایک کپڑے کے پارچے میں لپیٹ کر لے آئی۔ اس بار بھی آپؑ نے وہی کچھ کیا جو پہلے کر چکے تھے۔ آپؑ نے اپنی زبان اپنے فرزند کے منہ میں دی اور بچے نے آپؑ کی زبان کو یوں چوسا جیسے وہ دودھ یا شہد پی رہا ہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: فرزند! کچھ کلام کرو۔

معصوم نے کلمہ شہادتین پڑھا اور تمام ائمہ پر نام لے لے کر درود بھیجا اور جب اپنے والد پر درود بھیج چکے تو قرآن مجید کی اس آیت کو تلاوت فرمایا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم –

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ ونجعلهم اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ ○ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ○

''اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور کر دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا رہبر بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں اور انہی کو روئے زمین کا اقتدار دیں اور فرعون' ہامان اور ان کے لشکروں کو انہیں کمزوروں کے ہاتھوں سے وہ منظر دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے ہیں۔ (القصص: ۵-۶)

راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت حکیمہ کی روایت کے متعلق عقبہ خادم سے تصدیق چاہی تو اس نے کہا: جی ہاں حکیمہ خاتون نے سچ فرمایا۔

(کمال الدین' ص ۴۲۴۔ اعلام الوریٰ' ص ۳۹۴-۳۹۵)

ولادت کے بعد آپؑ نے کیا فرمایا؟

ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے سیاری سے اور اس نے امام حسن عسکریؑ کی دو کنیزوں نسیم اور ماریہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت مہدیؑ شکمِ مادر سے باہر تشریف لائے تو دونوں گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور دونوں انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کیں پھر آپؑ کو چھینک آئی تو آپؑ نے فرمایا:

الحمدلله رب العالمين وصلى الله على محمد واله

زعمت الظلمة ان حجة الله داحضة ولو اذن لنا فى الكلام لزال الشك

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور اللہ کی طرف سے محمد مصطفےٰ اور ان کے خاندان پر درود ہو۔ ظالم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ خدا کی حجت ناکام ہو جائے گی اور اگر ہمیں اذنِ کلام ہوتا تو تمام شک مٹ جاتے''۔

ابراہیم بن محمد کہتے ہیں اور حضرت امام حسن عسکری کی خادمہ نسیم نے مجھ سے بیان کیا کہ امام صاحب الزمانؑ کی ولادت سے ایک رات بعد میں انہیں دیکھنے گئی تو مجھے وہاں چھینک آ گئی۔ آپؑ نے مجھے ''یرحمک اللہ'' کہا۔ نسیم کہتی ہیں کہ معصوم کی زبان سے یہ الفاظ سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ اس وقت نومولود نے کہا: کیا میں چھینک کے متعلق تجھے خوش خبری نہ سناؤں؟

میں نے کہا: کیوں نہیں؟

آپؑ نے فرمایا: چھینک موت سے تین دن تک امان کی نشانی ہے۔

(کمال الدین، ص ۴۳۰۔ غیبت طوسی، ص ۲۴۴۔ اثبات الوصیۃ، ص ۲۲۱۔ کشف الغمہ، جلد ۲، ص ۴۹۸۔ اعلام الوریٰ، ص ۳۹۵)

حضرت حکیمہ کی زبانی صاحب العصر کی ولادت کی تفصیلی روایت

محمد بن عبداللہ طہوی کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد میں امام محمد تقی علیہ السلام کی دختر حضرت حکیمہ خاتون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں ان سے حضرتؑ حجت کی ولادت اور ان کے متعلق لوگوں میں جو ابہام پایا جاتا ہے' اس کے متعلق سوال کرنا چاہتا تھا۔

بی بی نے مجھ سے فرمایا: آرام سے بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں اس کی پوری تفصیل سنانا چاہتی ہوں۔

پھر انہوں نے فرمایا:

محمد! اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی ناطق یا صامت حجت سے کبھی خالی نہیں چھوڑتا اور تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حسن و حسین علیہما السلام کے بعد اللہ نے دو بھائیوں کو بیک وقت حجت نہیں بنایا۔ اللہ نے یہ خصوصیت صرف حسنین کریمینؑ کو ہی دی ہے کیونکہ دونوں فضیلت میں برابر تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اولادِ حسینؑ کو اولادِ حسنؑ پر فضیلت عطا کی جیسا کہ اس نے اولاد ہارونؑ کو اولاد موسیٰؑ پر فضیلت دی تھی اور اللہ کی حکمت کا یہ تقاضا ہوا کہ اُمت کو حیرت میں ڈالا جائے تاکہ اہلِ باطل ورطۂ ہلاکت میں گرفتار ہوں اور اہلِ حق خالص ہو کر سامنے آسکیں تاکہ کسی کے پاس کسی قسم کی حجت باقی نہ رہے اور یہ حیرت امام حسن عسکری کی وفات کے بعد زیادہ کھل کر سامنے آئی ہے۔

میں (راوی) نے کہا: آپ یہ بتائیے کہ کیا امام حسن عسکریؑ کے ہاں اولاد ہوئی ہے؟

بی بی نے مسکرا کر فرمایا:

اگر حسن کے ہاں اولاد نہ ہوتی تو ان کے بعد حجتِ خدا کون ہوتا؟ اور میں تجھے پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ امام حسن و حسین علیہم السلام کے علاوہ دو بھائی امام نہیں ہو سکتے۔

میں نے عرض کیا: آقازادی! مجھے اپنے آقا و مولا کی ولادت اور ان کی غیبت کے متعلق تفصیل سے بتائیں۔

حضرت حکیمہ خاتون نے فرمایا:

میری ایک کنیز تھی جس کا نام نرجس تھا ایک دن امام حسن عسکری علیہ السلام میرے گھر میں تشریف لائے اور انہوں نے اس کنیز کو بڑے غور سے دیکھا۔ میں نے ان سے کہا:

بھتیجے! معلوم ہوتا ہے کہ یہ کنیز آپؑ کو پسند آ گئی ہے' اگر ایسی بات ہے تو میں اسے آپؑ کی خدمت کے لیے مخصوص نہ کر دوں؟

آپؑ نے فرمایا:

عمہ جان! بات یہ نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ میں اسے دیکھ کر اس کے نصیب پر تعجب کر رہا ہوں۔

میں نے کہا: کیسا تعجب کر رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس کے شکم سے ایک باکرامت بیٹا پیدا کرے گا جو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

میں نے کہا: تو کیا میں یہ کنیز آپؑ کی زوجیت میں دے دوں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میرے والد ماجد سے اس کی اجازت حاصل کریں۔

اس کے بعد میں نے اپنا لباس تبدیل کیا اور اپنے بھائی امام علی نقی علیہ السلام کے گھر میں آ گئی اور انہیں سلام کر کے بیٹھ گئی۔ ابھی میں نے اس سلسلہ کی کوئی گفتگو شروع نہیں کی تھی کہ آپؑ نے از خود ابتدا کرتے ہوئے فرمایا:

حکیمہ بہن! اپنی کنیز نرجس میرے بیٹے ابو محمد کے سپرد کر دیں۔

میں نے کہا: میں تو آئی ہی اسی مقصد کے لیے تھی۔

آپؑ نے فرمایا:

اے مبارکہ! اللہ کا ارادہ ہے کہ اس کارِ خیر میں وہ آپ کو بھی شریک کرے اور اس میں آپ کو حصہ دار بنائے۔

بھائی کا فرمان سن کر میں واپس آئی اور نرجس کو دلہن بنا کر ابو محمد کے لیے ہبہ کیا اور میں نے اپنے ہی گھر میں دونوں کو جمع کیا۔ امام حسن عسکری چند دن میرے پاس ہی رہے۔ پھر وہ اپنے والد بزرگوار کے پاس چلے گئے اور میں نے نرجس کو بھی ان کے ساتھ روانہ کیا۔

جب امام علی نقی علیہ السلام کی وفات ہوئی اور حسن عسکریؑ عہدہ امامت پر فائز ہوئے تو میں ان کی ملاقات کے لیے ویسے ہی جاتی رہی جیسا کہ ان کے والد کی ملاقات کے لیے جایا کرتی تھی۔

ایک دن حسب معمول میں ان کے گھر گئی تو نرجس میرے پاس آئیں اور مجھ سے کہا:

پاؤں بڑھائیں میں آپ کے موزے اتار دوں۔

میں نے کہا: نہیں اب تم اس گھرانے کی ناموس بن چکی ہو اب میں تم سے کسی طرح کی خدمت نہیں لوں گی بلکہ میں تمہاری خدمت کروں گی۔

یہ باتیں سن کر امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

عمہ جان! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پھر میں غروبِ آفتاب تک وہاں رہی۔ اس کے بعد میں نے اپنی کنیز سے کہا کہ میری چادر لاؤ، مجھے گھر واپس جانا ہے۔

میرے بھتیجے ابو محمد حسن عسکریؑ نے فرمایا:

عمہ جان! آج رات آپ ہمارے ہاں قیام فرمائیں کیونکہ آج کی رات بڑی اہم ہے اور اس رات اس مولود کی ولادت ہونے والی ہے جس کا خدا کے ہاں بڑا احترام

ہے اور جس کے ذریعہ سے اللہ مردہ زمین کو نئی زندگی عطا فرمائے گا۔

میں نے حیرت سے کہا: وہ مولود کس عورت سے پیدا ہوگا؟ کیونکہ نرجس میں تو مجھے حمل کے آثار ہی نظر نہیں آتے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

وہ پیدا ہونے والا نرجس کے بطن سے ہی جنم لے گا' کسی غیر کے بطن سے پیدا نہیں ہوگا۔

یہ سن کر میں نرجس کے قریب گئی اور میں نے اس کی پشت کو بوسہ دیا مگر اس وقت مجھے اس میں حمل کے آثار نظر نہ آئے۔ میں نے بھتیجے سے کہا کہ اس میں حمل کی علامات ہی نہیں ہیں۔ یہ سن کر آپؑ نے مسکرا کر کہا:

صبح تو ہو لینے دیں آپ کو اس میں آثار حمل بھی نظر آ جائیں گے۔ اس کی مثال مادر موسیٰؑ جیسی ہے۔ حضرت موسیٰ کی ولادت تک ان کی والدہ میں آثار حمل کسی کو دکھائی نہیں دیئے تھے اور کسی کو ان کے حمل کا پتہ نہیں چلا تھا کیونکہ فرعون موسیٰؑ کو قتل کرنے کی غرض سے حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرا دیتا تھا اور یہ مولود بھی مثیل موسیٰؑ ہے۔

چنانچہ میں طلوع فجر تک دیکھتی رہی اور اس دوران نرجس سوتی رہی اور وہ ایسی گہری نیند سوئی کہ اس نے کروٹ تک بھی تبدیل نہ کی۔ رات کے آخری حصہ میں وہ چونک اٹھی۔ میں نے اسے اپنے سینے سے لگایا اور اس پر بسم اللہ شریف دم کی۔ اتنے میں امام حسن عسکری نے آواز دے کر فرمایا:

پھوپھی جان ''سورۃ القدر'' دم کریں۔ میں نے سورہ قدر پڑھ کر دم کی اور نرجس سے پوچھا: تیرا کیا حال ہے؟

اس نے کہا جو کچھ ابو محمد نے کہا وہ ظاہر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد میں نے سورہ قدر دم کی اور جواب میں بچے نے بھی بطن مادر میں یہی سورہ پڑھنی شروع کی۔ یہ منظر دیکھ کر میں خوفزدہ ہو گئی۔

امام حسن عسکریؑ نے آواز دے کر فرمایا:

عمہ جان! پریشان مت ہوں یہ امر الٰہی ہے اس پر تعجب کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ ہمیں بچپن میں قوت گویائی عطا فرماتا ہے اور جب ہم بڑے ہوتے ہیں تو وہ ہمیں اپنی حجت بنا دیتا ہے۔

پھر اچانک نرجس میری نگاہوں سے غائب ہوگئی اور مجھے یوں لگا جیسے میرے اور اس کے درمیان کوئی پردہ ڈال دیا گیا ہو۔ میں دوڑ کر امام حسن عسکریؑ کے پاس گئی۔ آپؑ نے مجھے تسلی دی اور فرمایا:

آپ واپس جائیں نرجس آپ کو اپنی جگہ پر دکھائی دے گی۔

جب میں واپس ہوئی تو نرجس اپنے مقام پر موجود تھی اور پردہ ہٹ چکا تھا اور نرجس کے بدن سے ایسا نور چمک رہا تھا جس سے میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ پھر جو میں نے دیکھا تو مجھے نومولود دکھائی دیا جس نے اپنی پیشانی اور ہاتھوں کو زمین پر ٹکایا ہوا تھا اور سجدہ خالق میں مصروف تھا اور سجدہ کے بعد اس نے یہ الفاظ کہے:

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک وان جدی رسول الله صلی الله علیه وآله وان ابی امیر المومنین

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد لاشریک معبود ہے اور میرے نانا جان اللہ کے رسول ہیں اور میرے بابا امیر المومنین ہیں''۔

پھر آپؑ نے ایک ایک امام کا نام لیا اور اپنے نام پر سلسلہ ائمہ کا اختتام کیا۔ اس کے بعد آپؑ نے احکم الحاکمین خدا سے یہ دعا کی:

اللهم انجزلی وعدی واتمم لی امری وثبت وطاتی واملأ الارض بی عدلا وقسطا

''خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرنا اور میرے امور کو تکمیل تک پہنچانا اور مجھے ثبات قدم عطا کرنا اور میرے ذریعہ

سے زمین کو عدل وانصاف سے پُر کرنا"۔

اس کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام نے آواز دے کر فرمایا:

عمہ جان! اس بچے کو میرے پاس لائیں۔

میں بچے کو ہاتھوں پر اٹھا کر ان کے والد کے پاس لے گئی۔ ابھی بچہ میرے ہاتھوں پر ہی تھا کہ اس نے اپنے والد ماجد کو سلام کیا۔ امام حسن عسکریؑ نے اسے گود میں لیا۔ پھر روزانہ چالیس دنوں تک ایک پرندہ آتا تھا اور وہ انہیں لے کر فضا میں پرواز کر جاتا تھا اور دوسرے بہت سے پرندے اس کے پیچھے ہوتے تھے۔ اس وقت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا:

فرزند! میں نے تجھے اس ذات کو سونپا ہے جس کے پاس ام موسیٰؑ نے موسیٰؑ کو سونپا تھا۔ جب پرندہ بچے کو لے کر پرواز کر گیا تو نرجس رونے لگیں۔ ان کے شوہر نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

خاموش ہو جاؤ' یہ صرف تمہارا دودھ پیئے گا اور جس طرح موسیٰؑ نے کسی اور عورت کا دودھ نہیں پیا تھا یہ بھی کسی اور عورت کا دودھ نہیں پیئے گا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

فَرَدَدْنَاهُ اِلٰی اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ (القصص: ۱۳)

ہم نے اس کو اس کی ماں کی طرف واپس کر دیا تا کہ اس کی ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ پریشان نہ ہونے پائے"۔

میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے پوچھا: یہ طائر کیسا ہے؟

انہوں نے کہا: یہ وہ فرشتہ ہے جو ائمہ پر موکل ہے جو ائمہ کی مدد کرتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے اور ان کی علمی تربیت کرتا ہے۔

حکیمہ خاتون بیان کرتی ہیں کہ چالیس دن کے بعد بچہ واپس ہوا۔ میرے بھتیجے نے مجھے بلایا۔ میں گئی تو میں نے ایک بچے کو دیکھا جو اپنے پاؤں پر چل رہا تھا اور وہ دو برس کا معلوم ہوتا تھا۔

میں نے کہا:

مولاؑ! کیا یہ چالیس روز میں اتنا بڑا ہو گیا؟!!

امام حسن عسکری علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا:

امام کی جسمانی نشوونما دوسرے بچوں سے مختلف ہوا کرتی تھی جو بچہ امام ہو تو وہ ایک ماہ کا بچہ دوسرے ایک سال کے بچوں جتنا ہو جاتا تھا اور وہ بطن مادر میں کلام کرتا ہے اور قرآن حکیم پڑھتا ہے اور ایام رضاعت میں اس پر صبح و شام ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت حکیمہ فرماتی ہیں: یوں ہی بچے کی نشوونما ہوتی رہی یہاں تک کہ اپنے والد کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل وہ مکمل مرد نظر آنے لگا اور ایک مرتبہ مجھے اپنے بھائی سے یہ کہنا پڑ گیا تھا کہ یہ [illegible] ہے جس کے سامنے آپ مجھے بیٹھنے کا حکم دے رہے ہیں؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا تھا:

عمہ جان! یہی تو فرزندِ نرجس ہے۔ یہی میرے بعد میرا خلیفہ و جانشین ہوگا اور میں عنقریب اس جہانِ فانی سے کوچ کرنے والا ہوں۔ میرے بعد تم اس کا فرمان سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔

حضرت حکیمہ فرماتی ہیں کہ پھر کچھ دنوں کے بعد میرے بھتیجے امام حسن عسکریؑ کی وفات ہوئی اور ان کی موت سے لوگوں میں افتراق پیدا ہو گیا جیسا کہ اس وقت تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ میں صاحب الزمان کو روزانہ صبح و شام دیکھتی ہوں اور لوگ ان کے متعلق مجھ سے جو کچھ پوچھتے ہیں وہ مجھے ان تمام سوالات سے آگاہ کر دیتے ہیں اور ان سے جواب پا کر ہی میں تمہیں ان کے جواب دیتی ہوں۔ اور خدا کی قسم! جب بھی میں ان سے کچھ پوچھنے کا ارادہ کرتی ہوں تو وہ از خود ہی مجھے بتا دیتے ہیں اور جب کسی امر میں مجھے تردد ہوتا ہے تو وہ میری رہنمائی کرتے ہیں اور انہوں نے کل شام ہی مجھے تمہارے آنے کی خبر دی تھی اور انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں تمہیں سچی باتیں بتا دوں۔

محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جناب حکیمہ نے مجھے ایسی باتوں کی اطلاع دی جنہیں خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ جس سے مجھے یقین ہوگیا کہ ان کا بیان صدق وعدل پر مبنی ہے اور مجھے اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ اللہ نے حضرت مہدی علیہ السلام کو ایسی چیزوں کی اطلاع دی ہے جو عام خلق سے مخفی ہیں۔

(کمال الدین ص ۴۲۶۔ روضۃ الواعظین، ص ۲۵۷-۲۶۰)

حضرت کی داستانِ ولادت کی ایک اور روایت

محمد بن قاسم علوی بیان کرتے ہیں کہ اولادِ علیؑ کی ایک جماعت حضرت حکیمہ خاتون کے پاس گئی۔

بی بی نے ان سے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ ولی اللہ کی ولادت کے متعلق پوچھنے کے لیے میرے یہاں تشریف لائے ہو؟

ہم نے کہا: جی ہاں، خدا کی قسم، ہم اسی مقصد کے لیے آپؑ کے پاس آئے ہیں۔

بی بی نے فرمایا:

آج رات وہ میرے پاس ہی تھے اور انہوں نے مجھے تمہاری آمد سے باخبر کیا تھا۔ لوسنو! واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک لڑکی تھی جسے نرجس کہا جاتا تھا اور میں دوسری کنیزوں کے ساتھ اس کی تربیت کرتی تھی۔ نرجس کی تربیت میں ہی خصوصی طور پر کرتی تھی۔ ایک دن امام حسن عسکری علیہ السلام میرے گھر میں تشریف لائے اور انہوں نے بڑی گہری نظر سے نرجس کو دیکھا۔

میں نے ان سے کہا: میرے آقا! شاید یہ لڑکی آپؑ کو پسند آگئی ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

ہم گروہ اوصیاء شہوت کی نظر سے کسی کو نہیں دیکھتے، البتہ ہم نگاہ تعجب سے دیکھا کرتے ہیں اور مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہو رہا ہے کہ اللہ کی نظر میں محترم انسان اسی کے بطن

سے ہی جنم لے گا۔

میں نے کہا: اگر یہ بات ہے تو میں اسے آپؑ کو ہبہ ہی نہ کر دوں؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

آپ میرے والد سے اس کی اجازت طلب کریں۔

پھر میں اپنے بھائی امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ابھی میں سلام کر کے آپؑ کے پاس بیٹھی ہی تھی کہ میرے بھائی نے از خود مجھ سے فرمایا:

حکیمہ بہن! آپؑ لڑکی کے متعلق مجھ سے اجازت لینے کے لیے آئی ہیں۔ ہاں اس لڑکی کو ابو محمد کے پاس بھیج دو۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اس کار خیر کے اجر میں آپ کو شریک کرے۔

میں گھر واپس آئی اور میں نے اسے دلہن بنایا اور میں نے وہ لڑکی اپنے بھتیجے کو ہبہ کر دی۔

اس واقعہ کے بعد میں جب بھی اپنے بھائی کے گھر جاتی تھی تو نرجس اٹھ کر میرا استقبال کرتی تھی اور میری پیشانی چوما کرتی تھی اور میں اس کا سر چومتی تھی اور وہ میرے ہاتھ چومتی تھی اور میں اس کے قدم چومتی تھی۔ پھر وہ ہاتھ بڑھا کر مجھ سے میرے موزے اتارنے کی خواہش کا اظہار کرتی تھی لیکن میں اسے موزے اتارنے سے روکتی تھی کیونکہ خدا نے اسے عظیم مقام عطا کیا تھا۔

اپنے بھائی امام علی نقی علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک مرتبہ میں اپنے بھتیجے ابو محمد کو ملنے کے لیے گئی تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

عمہ جان! خدا اور رسولؐ کی نظر میں محترم بچہ آج شب پیدا ہوگا۔

میں نے کہا: میرے آقاؑ! کیا آج رات پیدا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

یہ سن کر میں اٹھی اور میں نے نرجس کو اچھی طرح سے دیکھا لیکن مجھے اس میں حمل

کے آثار نظر نہ آئے۔ میں نے بھتیجے سے کہا کہ اسے تو سرے سے حمل ہی نہیں ہے۔

میری بات سن کر امام حسن عسکری علیہ السلام مسکرا دیئے اور انہوں نے فرمایا:

عمہ جان! ہم گروہ اوصیاء کا حمل شکم میں نہیں ہوتا بلکہ پہلو میں ہوتا ہے۔ الغرض دن غروب ہوا اور رات ہوئی۔ میرا بھتیجا اپنے محراب عبادت میں کھڑا ہو گیا اور نرجس اپنے محراب عبادت میں کھڑی ہو گئی اور دونوں ساری رات نماز میں مصروف رہے اور میں کبھی سو جاتی اور کبھی وضو کر کے نماز میں مصروف ہو جاتی تھی۔

پھر رات کے آخری حصہ میں جب نرجس وتر سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے ایک کنیز کو پکار کر کہا:

طشت لاؤ' طشت لاؤ۔

کنیز نے طشت پیش کیا اور نرجس نے ایک بچے کو جنم دیا جو کہ چاند سے بھی زیادہ حسین تھا اور اس کے دائیں بازو پر یہ آیت تحریر تھی:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

پھر ماں نے بچے کو لوری دی اور بچے نے چھینکا۔ پھر اس نے رسولؐ خدا اور اپنے سے پہلے تمام اوصیاءؑ پر سلام پڑھا اور پھر اپنے لیے دعا مانگی کہ خدا ان کے ہاتھوں اپنے دوستوں کو نجات نصیب کرے۔

اس کے بعد میرے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے درمیان تاریکی چھا گئی اور بچہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے حیران ہو کر حسن عسکریؑ سے عرض کیا کہ وہ خدا کا پیارا شخص کہاں چلا گیا؟

آپؑ نے فرمایا:

اسے اس نے لے لیا ہے جو آپ سے زیادہ اس کا استحقاق رکھتا ہے۔ اس کے بعد میں اپنے گھر آ گئی۔ پھر چالیس روز گزرنے کے بعد میں ابو محمد کے گھر گئی تو وہاں مجھے ایک بچہ گھٹنوں کے بل چلتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں اس سے زیادہ

حسین وجمیل اور خوبصورت گفتگو کرنے والا بچہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

میں نے بھتیجے سے کہا کہ یہ بچہ کون ہے؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

عمہ جان! یہی تو خدا کی نظر میں محترم مولود ہے۔

میں نے حیران ہو کر کہا: ماشاء اللہ! ابھی تو یہ چالیس دن کے ہیں اور یہ اتنے بڑے ہو گئے ہیں!!

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

عمہ جان! کیا آپ نہیں جانتیں کہ ہم گروہ اوصیاءؑ ایک دن میں اتنے بڑھتے ہیں جتنا کہ ایک انسان ہفتہ میں بڑھتا ہے اور ہم ایک ہفتہ میں اتنے بڑھتے ہیں جتنا کہ عام انسان ایک مہینہ میں بڑھتا ہے۔

میں نے اٹھ کر بچے کے سر کا بوسہ لیا اور اپنے گھر واپس آ گئی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میں اپنے بھتیجے کے گھر گئی تو مجھے وہ مولود مسعود نظر نہ آیا۔ میں نے امام حسن عسکریؑ سے عرض کیا:

آپؑ کے فرزند دکھائی نہیں دیتے!!

آپؑ نے فرمایا:

ہم نے اسے اس کے سپرد کیا جس کے حوالے ام موسیٰ نے موسیٰؑ کو کیا تھا۔

میں وہاں سے واپس آ گئی اور پھر میں چالیسویں دن جا کر اس مولود مسعود کی زیارت سے مشرف ہوتی رہی۔ (دلائل الامامۃ، ص ۲۶۹-۲۷۰)

ولادت اور خالق کا سجدہ

غیاث بن اسید کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن عثمان عمری قدس اللہ روحہ کو سنا، وہ فرماتے تھے:

جب امام مہدی علیہ الصلاۃ والسلام پیدا ہوئے تو آپ کے سراطہر پر ایک نور چمکنے لگا جو آسمان تک بلند تھا۔ پھر وہ سجدۂ خالق میں گر گئے اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تو انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ.....(آل عمران: ۱۸-۱۹)

انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ آپ شب جمعہ پیدا ہوئے تھے۔

(کمال الدین، ص ۴۳۳۔ بحارالانوار، جلد ۵۱، ص ۱۵۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۶۶۹)

آپؑ مختون پیدا ہوئے

۱- محمد بن عثمان عمری عطراللہ مرقدہ نے فرمایا:

امام صاحب العصر علیہ السلام ختنہ شدہ پیدا ہوئے اور میں نے جناب حکیمہ خاتون سے سنا تھا کہ ان کی والدہ کو خون نفاس جاری نہیں ہوا تھا اور امہاتِ ائمہ کا یہی طریقہ رہا ہے۔ (کمال الدین، ص ۴۳۳)

۲- ابو محمد محمد بن زیاد ازدی کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے وقت میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا تھا:

میرا یہ فرزند مختون اور طاہر و مطہر پیدا ہوا ہے اور ہم تمام ائمہ مختون اور طاہر و مطہر ہو کر پیدا ہوتے ہیں لیکن سنت اور اتباع حنیفیت کے لیے ہم اُسترا پھیرا کرتے ہیں۔

(کمال الدین، ص ۴۳۳۔ الوسائل، جلد ۱۵، ص ۱۶۴)

بیت الحمد کا چراغ روشن رہے گا

حسن بن علی بطائنی نے اپنے والد سے اور اس نے مفضل سے روایت کی۔ اس

نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

صاحب الامر کا ایک گھر ہے جس کا نام "بیت الحمد" ہے اور ان کی پیدائش سے لے کر ان کے مسلح خروج تک اس میں ہمیشہ چراغ جلتا رہے گا۔

(غیبت نعمانی' ص ۲۳۹۔ غیبت طوسی' ص ۴۶۷)

ایک ہمسائی خاتون کا بیان

حنظلہ بن زکریا کہتے ہیں کہ احمد بن ہلال کاتب' آل محمدؐ کا دشمن تھا اور اس نے کبھی اپنی دشمنی کو پوشیدہ نہیں رکھا تھا اور میری اور اس کی آپس میں سلام دعا تھی اور وہ عراقیوں کی فطرت کے مطابق مجھ سے دوستی کا اظہار کیا کرتا تھا اور جب بھی میری اور اس کی ملاقات ہوتی تو وہ کہتا تھا کہ میرے پاس تمہارے لیے ایک روایت ہے جسے سن کر تمہیں خوشی محسوس ہوگی لیکن میں تمہیں سنانا نہیں چاہتا۔

اس کی یہ بات سن کر میں بھی اس سے روایت سنانے کا اصرار نہیں کرتا تھا پھر ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اور میں ایک تنہائی کے مقام پر اکٹھے ہو گئے تو میں نے اس سے اس روایت کے متعلق پوچھا:

اس نے کہا: ہمارے کچھ گھر شہر سامرہ میں فرزند رضاؑ یعنی حسن عسکریؑ کے گھر کے سامنے تھے اور میں ایک طویل عرصہ تک سامرہ سے باہر رہا اور قزوین گیا اور ایک لمبے عرصہ کے بعد تقدیر مجھے پھر سامرہ لے آئی۔ جب میں یہاں آیا تو خاندان کے بزرگ مر چکے تھے البتہ میری پالنے والی ایک ضعیفہ خاتون اور اس کی ایک بیٹی وہاں پر موجود تھیں۔ اس بوڑھی خاتون کو میں اپنے بچپنے سے جانتا ہوں کہ وہ سچی اور راست گو خاتون تھیں۔ اس کے علاوہ ہمارے گھر میں چند خادمائیں اور بھی موجود تھیں۔ الغرض میں نے ان سب کے پاس چند روز قیام کیا اور جب میں نے وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو ضعیفہ نے کہا کہ واپسی کی ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ تم ایک طویل عرصہ کے بعد یہاں آئے ہو اور

میں چاہتی ہوں کہ تم یہاں چند دن اور قیام کرلو۔

میں نے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ میں کربلا جانا چاہتا ہوں کیونکہ اس وقت لوگ نیمہ شعبان اور عرفہ کے لیے وہاں جانے کے عادی ہو چکے تھے۔

ضعیفہ نے یہ سن کر کہا: بیٹا! میں تجھے نصیحت کرتی ہوں کہ خدارا اس گھرانے کی توہین کبھی نہ کرنا اور اس گھرانے کا کبھی مذاق نہ اڑانا۔

اور ہاں سنو! تمہارے یہاں سے جانے کے دو برس بعد کا واقعہ ہے کہ میں ایک رات اسی گھر کی ڈیوڑھی میں اپنی بیٹی کے ساتھ سوئی ہوئی تھی اور میں نیند اور بیداری کے درمیان تھی کہ اچانک ایک حسین وجمیل شخص جس نے صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا:

اے فلانہ! ہمسائیوں میں سے ایک شخص ابھی تجھے بلانے کے لیے آئے گا جب وہ آئے تو تم انکار نہ کرنا اور اس کے ساتھ چلی جانا۔

میں یہ دیکھ کر گھبرا گئی اور میں نے بیٹی کو آواز دے کر کہا کہ کیا تو نے بھی کسی کو گھر میں آتے ہوئے دیکھا ہے؟

میری بیٹی نے کہا: اماں! تمہیں وہم ہوا ہے، یہاں کوئی بھی نہیں آیا۔ تم خدا کا نام لو اور کچھ سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کرو اور سو جاؤ۔ چنانچہ میں نے کچھ سورتیں پڑھیں اور انہیں اپنے اوپر دم کیا اور سو گئی۔ ابھی چند لمحات ہی گزرے ہوں گے کہ وہی شخص دوبارہ آیا اور پہلے والا جملہ دہرایا۔

میں گھبرا گئی اور بیٹی سے پوچھا کہ کیا تم نے کسی شخص کو یہاں آتے دیکھا ہے؟

میری بیٹی نے مجھے وہی پہلا جواب دیا اور کہا: آپ کو وہم ہوا ہے یہاں پر کوئی بھی نہیں آیا۔ خدا کا نام لے کر سو جاؤ۔

میں نے کچھ سورتیں اپنے اوپر دم کیں اور سو گئی۔ تیسری مرتبہ پھر وہ شخص آیا اور اس نے کہا:

تجھے بلانے والا آ گیا ہے اور وہ تمہارے دروازے پر دستک دینے ہی والا ہے۔ تم اس کے ساتھ چلی جانا۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ میں اٹھ کر دروازے پر گئی اور پوچھا کہ تم کون ہو؟

دستک دینے والے نے کہا: آپ باہر آئیں اور کسی طرح کا خوف محسوس نہ کریں۔

میں نے اس کی آواز پہچان لی۔ آنے والا آلِ محمدؐ کے گھر کا ایک خادم تھا۔ چنانچہ میں نے دروازہ کھولا۔ اس نے مجھ سے کہا: ایک پڑوسی کے یہاں تمہاری اشد ضرورت ہے اسی لیے میں تمہیں لینے آیا ہوں۔

پھر اس نے میرے سر پر چادر اوڑھا دی اور مجھے لے کر پڑوسی کے گھر آیا۔ جب میں اس گھر میں داخل ہوئی تو گھر کے درمیان بڑے بڑے پردے پڑے ہوئے تھے اور پردوں کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں اندر داخل ہوئی۔ دیکھا کہ ایک عورت دردِزہ میں مبتلا ہے۔ دوسری عورت اس کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی جیسے وہ اس کی قابلہ ہو۔

اس نے کہا کہ آؤ اور ہماری مدد کرو۔ چنانچہ ایسے موقع پر جو مدد کی جا سکتی ہے میں نے وہ مدد کی۔ تھوڑی دیر بعد ایک بچہ پیدا ہوا۔ میں نے نومولود کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور چلا کر کہا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے' لڑکا پیدا ہوا ہے۔

پھر میں نے پردے سے باہر سر نکال کر اس مرد کو اطلاع دیتے ہوئے کہا: مبارک ہو لڑکا پیدا ہوا ہے۔

اس نے کہا: چیخنے اور شور مچانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پھر میں نے اپنا منہ پردے کے اندر کیا تو بچہ میرے ہاتھوں سے غائب ہو گیا۔ وہاں پر موجود اس عورت نے مجھ سے کہا:

خاموش رہنا اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ پھر خادم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے باہر لے آیا اور مجھے دروازے پر پہنچا کر اس نے مجھے ایک تھیلی دی۔ میں نے تھیلی کھول کر دیکھی تو اس میں دس دینار تھے۔ میں اپنے گھر پہنچی تو میں نے اپنی بیٹی سے کہا کہ کیا تجھے میرے باہر جانے اور واپس آنے کا علم ہے؟

میری بیٹی نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا: مجھے آپؑ کی آمدورفت کا ہرگز کوئی علم نہیں ہے۔

اور یہ واقعہ میں نے آج تک کسی کو نہیں سنایا اور میں نے تجھ سے بھی یہ واقعہ صرف اس لیے بیان کیا ہے کہ کہیں تم اس گھرانے کی تنقیص وتوہین کا ارادہ نہ کر بیٹھو۔

احمد بن بلال کہتا ہے کہ یہ واقعہ سن کر مجھے اس عورت پر حیرت ہوئی مگر میں نے اس کے بیان کو مزاح میں بدل دیا اور میں نے یہ نہ پوچھا کہ یہ کس زمانے کا واقعہ ہے۔ البتہ میں اپنے متعلق یہ ضرور جانتا ہوں کہ ۲۵۰ ہجری میں مَیں نے سامرہ چھوڑا تھا اور ۲۸۱ ہجری میں عبداللہ بن سلیمان کے دورِ وزارت میں واپس سامرہ آیا تھا۔ تب اس ضعیفہ نے مجھے یہ واقعہ سنایا تھا۔

حنظلہ کہتے ہیں میں نے ابوالفرج مظفر بن احمد کو بھی بلایا تاکہ میرے ساتھ وہ بھی یہ قصہ سن لے۔ (غیبت طوسی، ص ۲۴۰)

امام زمانہؑ کی طرف سے چند سوالوں کے جواب

طبری امامی نے دلائل الامامۃ میں یہ روایت لکھی ہے جس کا بقدر ضرورت خلاصہ حسب ذیل ہے:

سعد بن عبداللہ بن ابی خلف قمی کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ مذہب آلِ محمدؐ کا دفاع کرتا تھا اور اغیار کے نظریات کو باطل ثابت کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک ناصبی سے میری بحث ہوئی تو اس نے مجھ پر دو ایسے سوالات کیے جن کا صحیح جواب مجھ سے نہ بن سکا اور

جس کی وجہ سے میں بڑا پریشان ہوا۔ پھر میں نے سوچا کہ ان مسائل کا جواب امام حسن عسکری کے وکیل مالیات احمد بن اسحاق سے حاصل کروں۔

اس نامعی نے مجھ سے یہ دو سوال کیے تھے:

ا- جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کو خطرہ لاحق ہوا تو آپؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی کیونکہ اللہ چاہتا تھا کہ دین کی سربلندی کے لیے آپؐ کا زندہ رہنا ضروری ہے اسی لیے اللہ نے آپؐ کو ہجرت کا حکم دیا تا کہ آپؐ کی جان بچ سکے اور دین اسلام کو فروغ نصیب ہو سکے اور جب رسولؐ خدا نے ہجرت کی تو انہوں نے حضرت ابوبکر کو اپنا رفیق سفر مقرر کیا۔

اس میں خدا اور رسولؐ کی حکمت یہ تھی کہ جس طرح سے دین اسلام کی سربلندی کے لیے رسولؐ خدا کی زندگی ضروری ہے اسی طرح سے دین اسلام کی حفاظت کے لیے حضرت ابوبکر کی زندگی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین پہنچانا تھا اور ان کے بعد حضرت ابوبکر نے دین کو مرتدین، منافقین اور مدعیانِ نبوت کے حملوں سے بچانا تھا۔

چنانچہ اللہ نے رسولؐ خدا کو ہجرت کا حکم دیا اور رسولؐ خدا کو جو شخص اسلام کے لیے نہایت اہم محسوس ہوا آپؐ نے اسے اپنے ساتھ لیا تا کہ اس کی جان بھی ویسے ہی محفوظ رہے جیسا کہ آنحضرتؐ کی جان محفوظ ہے۔

رسولؐ خدا نے حضرت ابوبکر کی جان بچانے کے لیے انہیں اپنا رفیق سفر بنایا اور حضرت علیؑ کو معرض خطر میں ڈال کر اپنے بستر پر سلایا۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ رسول اکرمؐ حضرت ابوبکر کی جان بچانا چاہتے تھے اور حضرت علیؑ کو آپؐ نے اس لیے بستر پر لٹایا کہ اگر خدانخواستہ علی شہید بھی ہو گئے تو بھی ان کی شہادت سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ انہوں نے اسلام کے لیے جو خدمات سرانجام دینی ہیں وہی خدمات کوئی دوسرا شخص بھی سرانجام دے لے گا مگر حضرت ابوبکر والی خدمات ان کے علاوہ کسی اور سے ممکن

نہیں تھی۔ اسی لیے آنحضرتؐ نے انہیں اپنے ساتھ رفیق سفر ہونے کا شرف عطا کیا اور علیؑ کی خدمات زیادہ اہم نہ تھیں اسی لیے انہیں بستر پر لٹایا۔

تم شیعہ یہ گمان کرتے ہو کہ (نعوذ باللہ) شیخین کا اسلام نفاق پر مبنی تھا مگر خدارا یہ بتاؤ کہ آیا انہوں نے مجبور ہو کر اسلام قبول کیا تھا یا اپنی رضا و رغبت سے اسلام قبول کیا تھا؟

اگر تم یہ کہو کہ انہوں نے مجبور ہو کر اسلام قبول کیا تھا تو یہ بات جھوٹ پر مبنی ہو گی کیونکہ بزرگوں نے اسلام مکہ میں قبول کیا تھا جب کہ اسلام انتہائی کمزوری کی حالت میں تھا۔ اس وقت مکہ کا اقتدار رسولؐ خدا کے پاس نہیں تھا مکہ کا اقتدار اعلیٰ تو مشرکین مکہ کے ہاتھ میں تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ انہوں نے کسی مجبوری کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ اپنی رضا و رغبت سے اسلام قبول کیا تھا۔

چنانچہ اس ناصبی کے یہ دونوں مسائل میرے لیے لاینحل مسئلہ بن گئے اسی لیے میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکیل مالیات احمد بن اسحاق سے ملاقات کا ارادہ کیا اور جب میں ان کے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ لوگوں کا مال پہنچانے کی غرض سے سامرہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔

میں نے اپنی سواری کو تیز بھگایا حتیٰ کہ راستے میں ان سے میری ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے مجھ سے میرے آنے کا سبب دریافت کیا تو میں نے کہا کہ میں آپ سے کچھ مسائل دریافت کرنے کا خواہش مند ہوں۔

انہوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ تم میرے ساتھ سامرہ چلو اور وہاں امام حسن عسکری علیہ السلام سے جتنے مسائل پوچھ سکتے ہو پوچھ لو کیونکہ امام علیہ السلام علم کا وہ سمندر ہیں جس کا کنارہ نہیں ہے۔

چنانچہ میں بھی ان کے ساتھ سامرہ گیا۔ جب ہم امام علیہ السلام کے بیت الشرف کے دروازے پر پہنچے تو ہم نے حضرتؑ کو اپنے آنے کی اطلاع دی اور حاضری کی

درخواست دی۔

امام علیہ السلام نے ہمیں اندر بلایا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو اس وقت ہم نے محسوس کیا کہ آپؑ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح سے چمک رہا تھا اور آپؑ کی دائیں ران پر ایک حسین وجمیل بچہ بیٹھا ہوا تھا جو مشتری ستارہ کی طرح سے حسین لگ رہا تھا اور اس کے سامنے ایک سنہری انار رکھا ہوا تھا جس کے اوپر کچھ نقش ونگار بنے ہوئے تھے اور وہ انار بصرہ کے کسی رئیس نے آپؑ کی خدمت میں نذر کیا تھا اور آپؑ اس وقت کچھ مسائل کے جواب لکھنے میں مصروف تھے۔

جب آپؑ جوابات سے فارغ ہوئے تو احمد بن اسحاق نے لوگوں کے نذرانوں کی تھیلیاں آپؑ کے سامنے پیش کیں جن میں سے اکثر نذرانوں پر معصوم بچے نے اعتراض کیا اور فرمایا: ان میں مالِ حرام کی آمیزش ہے لہٰذا یہ ہمارے لائق نہیں ہیں۔

جب احمد بن اسحاق سے گفتگو مکمل ہوگئی تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھ فرمایا کہ تم کیسے آئے ہو؟

میں نے عرض کیا: میں کچھ مسائل دین سمجھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

تم یہ مسائل اپنے مولا صاحب الزمانؑ سے پوچھ لو۔

میں نے عرض کیا:

میرے آقا ومولاؑ کے فرزند! آپؑ حضرات کی زبانی ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دینے کا حق حضرت علیؑ کو تفویض کیا تھا اور جنگ جمل میں حضرت علیؑ نے ام المومنین سے یہ کہا تھا کہ تو نے فتنہ برپا کیا ہے اور تو نے فرزندانِ اسلام کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیلا ہے۔ اگر تو یہاں سے واپس نہ گئی تو میں تجھے طلاق جاری کردوں گا۔

مولاؑ! یہ روایت اس لیے عجیب ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو بہت

عرصہ قبل وفات ہو چکی تھی اور جس عورت کا شوہر مر جائے وہ تو خود بخود اس کے نکاح سے آزاد ہو جاتی ہے تو اتنے طویل عرصہ کے بعد طلاق دینے کی کیا تک بنتی ہے جب کہ اس وقت رسولؐ خدا کے حبالہ نکاح سے تو ویسے ہی آزاد ہو چکی تھیں؟

میرا یہ سوال سن کر امام صاحب العصر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

یہ بتاؤ طلاق کیا چیز ہوتی ہے؟

میں نے کہا: طلاق راستہ کھول دینے کو کہا جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر وفات رسولؐ سے ان کی طلاق واقع ہو چکی تھی تو انہیں وفات پیغمبرؐ کے بعد دوسرے نکاح کی اجازت کیوں نہیں تھی؟

میں نے کہا: اللہ نے ان کے لیے دوسرا نکاح حرام کر دیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: جب رسولؐ خدا کی وفات سے وہ آزاد ہو گئی تھیں تو انہیں دوسرے نکاح کی اجازت کیوں نہ دی گئی؟

میں نے عرض کیا:

مولاؑ! پھر مجھے آپؑ ہی سمجھائیں کہ رسولؐ خدا نے اپنی بیویوں کے طلاق کا حق علیؑ کے ہاتھ میں کیوں دیا اور اس کا مقصد کیا ہے؟

امام صاحب العصر علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ازواج پیغمبرؐ کو دوسری عورتوں سے ممتاز کیا ہے اور انہیں ''امہات المومنین'' کا لقب دیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تھا:

ابوالحسن! یہ شرف ان کے لیے اس وقت تک باقی رہے گا جب تک وہ خدا کی اطاعت پر قائم رہیں گی۔ میرے بعد میری جو بھی زوجہ تجھ پر خروج کر کے خدا کی نافرمانی کرے تو تم اسے طلاق جاری کر دینا اور اسے ''ام المومنین'' کے اعزاز سے محروم کر دینا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ یہ بتائیں وہ "فاحشہ مبینہ" (کھلم کھلا بے حیائی) کون

سی ہے جس کی وجہ سے شوہر اپنی بیوی کو ایامِ عدت میں گھر سے نکال سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

اس سے مراد زنا نہیں بلکہ ''سحق'' یعنی عورتوں کی ہم جنس پرستی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی عورت زنا کا ارتکاب کرلے اور اس پر حد شرعی جاری ہو جائے تو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے اور اگر کوئی عورت ہم جنس پرستی کی مرتکب ہو جائے تو اس کی سزا رجم ہے اور رجم رسوائی ہے اور جو رجم کی مستحق بن جائے تو وہ قابلِ رسوائی ہے اور جو قابلِ رسوائی ہو وہ اس لائق نہیں رہتی کہ وہ شوہر کے قریب رہ سکے۔

میں نے عرض کیا:

مولاؑ! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلی بار طورِ سینا پر شرف تکلم حاصل ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تھا:

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (طٰہٰ: ۱۲)

''پس تم اپنے دونوں جوتے اتار دو تم وادی مقدس ''طویٰ'' میں پہنچ چکے ہو''۔

جوتے اتارنے سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اس سے ظاہری جوتا مراد نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ وادی مقدس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے مناجات کرتے ہوئے عرض کیا تھا:

پالنے والے! میں نے اپنے دل میں تمام چیزوں کی محبت کو دھو ڈالا ہے اور اس وقت میرے دل میں صرف تیری ہی محبت جاگزیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب پر نگاہ ڈالی تو خدا نے دیکھا کہ ان کے دل میں ان کے اہلِ خانہ کی محبت بھی موجود تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اگر مجھ سے محبت کا دعویٰ ہے تو پھر بیوی بچوں کی محبت بھی دل سے نکال دو''۔

میں نے عرض کیا:

مولا! کھیٰعٓصٓ کا مفہوم کیا ہے؟

امام صاحب الزمان علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ انہیں مقصود کائنات پانچ ہستیوں کے ناموں کی تعلیم دے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پنج تن پاکؑ کے ناموں کی تعلیم دی۔ حضرت زکریا ان ناموں کا ورد کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے بارگاہ احدیت میں عرض کیا:

پروردگار! ان پانچ ناموں میں سے جب میں پہلے چار ناموں کا ورد کرتا ہوں تو میرے غم دور ہو جاتے ہیں لیکن جب میں پانچویں ہستی یعنی حسینؑ کا نام لیتا ہوں تو میرا دل غم و اندوہ سے لبریز ہو جاتا ہے اور میرے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ آخر اس میں کیا راز پوشیدہ ہے؟

اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے کھیٰعٓصٓ کے حروف نازل فرمائے۔

کاف سے کربلا مراد ہے۔ ''ھا'' سے عترت کی ہلاکت و شہادت مراد ہے۔ ''یاء'' سے یزید لعین مراد ہے۔ ''عین'' سے امام حسین کی عطش یعنی پیاس مراد ہے اور ''صاد'' سے امام حسینؑ کا صبر مراد ہے۔

جب زکریا کو حسین کے مصائب کا علم ہوا تو وہ تین دن تک مسلسل روتے رہے اور ان ایام میں انہوں نے لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔

انہوں نے رو رو کر عرض کیا:

''پروردگار! کیا تیرے بہترین بندے محمد مصطفیٰؐ کو ان کے بیٹے کا صدمہ پہنچایا جائے گا۔ خدایا! کیا تو اتنا بڑا سانحہ ان کے گھر پر نازل کرے گا اور کیا تو علیؑ و فاطمہؑ کو اس مصیبت کا لباس پہنائے گا اور کیا یہ صدمہ ان کے گھر پر نازل ہوگا؟''

اس کے بعد انہوں نے عرض کیا:

"خدایا! جب تیرا حبیب محمدؐ اپنے بیٹے کی شہادت کا غم جھیلے گا تو پھر میں بھی ان سے بہتر تو نہیں ہوں۔ مجھے بھی ایک بیٹا عطا کر اور اس کی محبت میرے دل میں ویسے ہی داخل کر جیسا کہ تو نے حسین کی محبت محمد مصطفیٰؐ کے دل میں داخل کرے گا اور پھر مجھے بیٹے کی شہادت کا صدمہ دے تا کہ میں تیرے حبیب سے قبل میں بھی اس جیسا صدمہ برداشت کر کے تیرے اجر کا حق دار بن سکوں"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں یحییٰ عطا فرمایا اور امام حسین اور حضرت یحییٰ علیہم السلام میں یہ بات مشترک تھی کہ دونوں بزرگ شکم مادر میں چھ ماہ کا عرصہ رہے تھے۔

میں نے عرض کیا:

مولاؑ! یہ بتائیں کہ اُمت کو امام چننے کا اختیار حاصل کیوں نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے چناؤ میں غلطی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی عقل کے مطابق کسی اچھے کو چنیں گے جب کہ وہ دراصل اچھا نہیں ہوگا۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام معصوم نبی تھے۔ انہوں نے اپنی قوم میں سے دیدار الٰہی کے لیے ستر افراد کا چناؤ کیا تھا اور سیدھی سی بات ہے کہ وہ افراد حضرت موسیٰؑ کی نظر میں دوسرے تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ جنہیں آپؑ نے چنا تھا وہ دل سے منافق تھے اسی لیے جب بجلی پڑی تو وہ سب کے سب جل گئے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولی العزم رسول کا انتخاب بھی غلط ہو سکتا ہے تو افراد امت کا انتخاب کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

اسی لیے انتخاب کا حق صرف خداوند عالم کو ہی زیب دیتا ہے کیونکہ وہ بندوں کے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور ان کے باطن کو بھی جانتا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے از خود مجھ سے فرمایا:

تمہارے مخالف نے تم سے کہا تھا کہ رسول اکرمؐ کی خلافت کے لیے حضرت ابوبکر کا ہونا ضروری تھا اسی لیے رسولؐ خدا نے جیسا کہ اپنی جان کی حفاظت کی اسی طرح سے ان کی جان کی بھی حفاظت کی اور علیؑ کا وجود اتنا لازمی نہیں تھا اسی لیے آنحضرتؐ نے انہیں بستر پر لٹا دیا تا کہ اگر خدانخواستہ وہ شہید بھی ہو جائیں تو بھی ان کی موت سے اسلام میں کوئی خلا واقع نہ ہوگا اور ان کا خلا پُر کرنے کے لیے اور بہت سے صحابی موجود تھے۔

اس کے جواب میں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت ہی نہیں تھی اور اگر تم اس کو یہ جواب دیتے تو وہ لاجواب ہو جاتا۔

تمہیں اس کے جواب میں یہ کہنا چاہیے تھا کہ کیا تم لوگ رسولؐ خدا کی یہ حدیث بیان نہیں کرتے کہ آپؐ نے فرمایا تھا:

الخلافة بعدی ثلاثون سنة

''میرے بعد خلافت تیس سال تک قائم رہے گی اور اس کے بعد وہ ملوکیت میں تبدیل ہو جائے گی''۔

اگر تم اس کے سامنے یہ حدیث پیش کرتے تو تمہارا مخالف کہتا کہ جی ہاں یہ رسولؐ خدا کی حدیث ہے۔

پھر تم اس سے پوچھتے کہ جب خلافت کا عرصہ تیس سال تک ہے اور حضرت ابوبکر کی خلافت کا عرصہ سوا دو سال سے زائد نہیں ہے تو باقی عرصہ کے خلفاء کون سے ہیں؟

وہ جواب میں تم سے کہتا کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کی خلافت ہے۔

اور جب وہ ایسا کہتا تو تم اس سے یہ کہہ سکتے تھے کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ خدا کے بعد چاروں بزرگوں کا وجود خلافت کے لیے ضروری تھا اور جب چاروں بزرگ اسلام کی سربلندی اور نبوت کی خلافت کے لیے لازمی تھے تو پھر رسولؐ نے صرف ایک کو ہی اپنے ساتھ رفیقِ سفر کیوں بنایا اور باقی تین افراد کو نظر انداز کیوں کر دیا تھا؟

اور اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خلافت بچانے کے لیے ہی حضرت ابوبکر کو ساتھ لے گئے تو باقی تین خلفاء نے کیا قصور کیا تھا؟ انہیں اپنے ساتھ کیوں نہ لے گئے تا کہ وہ بھی آپ ہی کی طرح سے محفوظ رہ سکیں؟

اور اگر تم اس طرح سے استدلال کرتے تو وہ اپنے دعویٰ سے ہی دست بردار ہو جاتا۔ علاوہ ازیں تمہارے مخالف نے تم سے یہ جو کہا کہ شیخین کا اسلام جبر پر مبنی تھا یا رضا و رغبت پر مبنی تھا۔

اس کے جواب میں تم پریشان ہو گئے حالانکہ سیدھی سی بات تھی تم اس سے یہ کہہ سکتے تھے کہ ان کا اسلام رضا و رغبت کی بجائے طمع پر مبنی تھا کیونکہ انہوں نے یہودی علماء سے یہ بات سن رکھی تھی کہ محمد مصطفےٰؐ عنقریب مبعوث ہوں گے اور کچھ ہی عرصہ بعد پورے عرب پر ان کا تسلط قائم ہو جائے گا۔ اور انہوں نے ان بزرگواروں سے کہا تھا کہ اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو تمہارے ہاتھ کی لکیریں یہ بتاتی ہیں کہ ان کے بعد حکومت و اقتدار تمہارے ہاتھ میں آ جائے گا۔

چنانچہ انہوں نے طمع حکومت کے لیے آنحضرتؐ کی بیعت کی تھی اور طمع کی بیعت دینی اعتبار سے غیر اہم ہوتی ہے۔ چنانچہ طلحہ و زبیر نے بھی تو کوفہ و بصرہ کی حکومت کے حصول کے لیے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن جب حضرت علیؑ نے انہیں کوئی عہدہ نہ دیا تو وہ آپؑ کے مخالف ہو گئے اور آپؑ کے خلاف جنگِ جمل برپا کی۔

امام صاحب العصر علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ جواب سن کر میں انتہائی مطمئن ہوا اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہمیں ایسے امام عطا فرمائے۔

(المحجۃ ملخصاً عن دلائل الامامۃ، ص ۲۷۴-۲۸۱)

پانی پر مصلّٰی بچھا کر نماز پڑھنا

رشیق صاحب المادرائی کا بیان ہے کہ معتضد نے ہم تین افراد کو حکم دیا کہ ہم

گھوڑوں پر سوار ہو کر تلواریں حمائل کر کے سامرہ چلے جائیں اور فلاں محلہ اور فلاں گھر کے سامنے جائیں۔ اس گھر کے دروازے پر ایک سیاہ فام غلام تمہیں دکھائی دے گا۔ تم اس کی پرواہ کیے بغیر گھر میں گھس جانا اور تمہیں گھر میں جو شخص دکھائی دے اس کا سر قلم کر کے میرے پاس لے آنا۔

ہم نے خلیفہ کے حکم پر عمل کیا اور اس کے بیان کردہ مکان کے دروازے پر پہنچے تو وہاں ایک سیاہ فام غلام کھڑا تھا جو کہ ڈھیرے سے اُون کات رہا تھا۔ ہم اس کی پرواہ کیے بغیر اندر داخل ہوئے۔ ہم ایک گھر میں گئے مگر وہاں کوئی بھی انسان موجود نہیں تھا۔ پھر ہم سرداب میں داخل ہوئے تو وہاں ہم نے دیکھا کہ پانی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور سمندر کے ایک کونے پر ایک مصلّی بچھا ہوا تھا جس پر ایک شخص بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا۔ مگر وہ ہم سے کچھ فاصلے پر تھا۔ ہمارے ایک ساتھی احمد بن عبداللہ نے پانی میں چھلانگ لگائی مگر وہ غوطے کھانے لگا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے باہر نکالا۔ پھر میرے دوست ساتھی نے بھی پانی میں چھلانگ لگائی اس کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا اور میں یہ سب کچھ حیران ہو کر دیکھتا رہا۔

پھر میں نے اس سے کہا:

جناب! میں خدا کے حضور توبہ کرتا ہوں اور آپ سے بھی معذرت چاہتا ہوں۔ ہمیں آپ کی شخصیت کا اندازہ ہی نہیں تھا۔ اب ہم اپنی غلطی کے لیے توبہ کرتے ہیں مگر انہوں نے ہماری طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہ کی پھر ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور سیدھے خلیفہ کے پاس گئے اس نے ہم سے حالات دریافت کیے تو ہم نے اسے تمام حالات سنائے۔

خلیفہ نے ہم سے کہا: تم نے یہ بات کسی کو بتائی تو نہیں ہے؟

ہم نے کہا: نہیں، ہم نے یہ بات کسی کو نہیں بتائی۔

خلیفہ نے کہا: اگر تم نے یہ بات کسی کو بتائی تو میں تمہاری گردن کاٹ دوں گا۔

چنانچہ جب تک خلیفہ معتضد زندہ رہا ہم نے کسی سے یہ بات بیان نہ کی۔
(غیبت طوسی' ص ۲۴۸۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۶۸۳)

میں ہی زمین پر بقیۃ اللہ ہوں۔ فرمان صاحب العصرؑ

احمد بن اسحاق بن سعد اشعری کہتے ہیں کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرا ارادہ تھا کہ میں آپؑ سے ان کے جانشین کے متعلق سوال کروں گا۔

آپؑ نے میرے سوال سے قبل از خود فرمایا:

احمد بن اسحاق! تخلیقِ آدم سے لے کر آج تک اللہ نے زمین کو حجتِ خدا سے خالی نہیں چھوڑا اور اللہ اپنی حجت کے ذریعہ سے ہی اہلِ زمین کی بلائیں دُور کرتا ہے اور حجت کی برکت سے ہی آسمان سے بارش نازل کرتا ہے اور اسی کی برکت سے زمین کی برکات برآمد کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے بعد آپؑ کا جانشین اور امت کا امام کون ہوگا؟

یہ سن کر آپؑ تیزی سے اٹھے اور گھر میں گئے۔ جب گھر سے باہر تشریف لائے تو آپؑ کے کندھے پر تین سال کا بچہ تھا جو چودھویں کے چاند کی طرح سے حسین و جمیل تھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

احمد بن اسحاق! اگر خدا کی نظر میں تمہارا مقام نہ ہوتا اور ائمہ ہدیٰ کی نظروں میں تمہارا احترام نہ ہوتا تو میں اپنے اس بیٹے کا تمہیں ہرگز دیدار نہ کراتا۔ یہ رسولؐ خدا کا ہم نام اور ہم کنیت ہے اور یہی ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھرے گا۔

احمد بن اسحاق! اس امت میں یہ مثال خضر اور مثال ذوالقرنین ہے۔ یہ ایسی غیبت میں چلا جائے گا کہ ہلاکت سے صرف وہی شخص محفوظ رہے گا جسے اللہ اس کی

امامت کے عقیدہ پر ثابت قدم رکھے گا اور جسے خدا اس کی تعجیل فرج کی دعا کی توفیق عنایت فرمائے گا۔

احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

میں اطمینانِ قلب کے لیے کوئی علامت دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔

جب میں نے یہ الفاظ کہے تو اس وقت معصوم بچے نے فصیح عربی زبان میں کہا:

انا بقیة اللّٰه فی ارضه والمنتقم من اعدائه فلا تطلب

اثرا بعد عین یا احمد بن اسحاق -

''احمد بن اسحاق! میں زمین پر بقیۃ اللہ ہوں اور دشمنانِ خدا سے میں ہی انتقام لینے والا ہوں۔ شخصیت کے مشاہدہ کے بعد اس کے اثر کی جستجو مت کرو''۔

احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں خوش ہو کر مولاؑ کے گھر سے باہر آیا۔ دوسرے دن میں پھر حاضر ہوا اور میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے عرض کیا:

مولاؑ! آپؑ کے کل کے احسان کی وجہ سے میری خوشیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ مگر یہ بتائیں کہ آپؑ کے فرزند حضرت خضر اور ذوالقرنین کی شبیہہ کس معنوں میں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ طولانی غیبت کی وجہ سے مذکورہ بزرگوں کی شبیہہ ہیں۔

میں نے کہا: تو کیا ان کی غیبت طولانی ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا:

جی ہاں! مجھے اپنے رب کی قسم! ان کے امامت کے ماننے والوں کی اکثریت بھی ان کا انکار کرنے لگ جائے گی اور ان کے عقیدہ امامت پر وہی باقی رہے گا جس سے خدا نے ہماری ولایت کا عہد لیا ہوگا اور اس کے دل میں ایمان کو راسخ کیا ہوگا اور اپنے روح سے اس کی تائید کی ہوگی۔

احمد بن اسحاق! یہ اللہ کے مخصوص امور میں سے ایک امر اور اس کے سربستہ رازوں میں سے ایک راز اور خدا کے غیوب میں سے ایک غیبت ہے جو کچھ میں نے تمہیں تعلیم دی ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہو اور اسے مخفی رکھو اور شکر گزاروں میں سے بن جاؤ۔ تم کل ہمارے ساتھ علیین میں ہو گے۔

(کمال الدین، ص ۳۸۴۔ بحار الانوار، جلد ۵۲، ص ۲۳)

حضرتؑ کی زیارت سے مشرف ہونے والے ایک خادم کی گواہی

ضوء بن علی عجلی نے اہل فارس کے ایک شخص کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے۔ اس نے کہا: میں سامرہ آیا اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا۔ آپؑ نے مجھ سے میری آمد کا مقصد پوچھا تو میں نے کہا:

مولاؑ! میں یہاں آپؑ کی خدمت کرنے کے لیے آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا آج سے تم ہمارے خادم بن جاؤ۔

اس کے بعد میں بھی حضرتؑ کے دوسرے غلاموں کے ساتھ رہنے لگا اور میں بازار سے ان کے لیے سودا سلف لایا کرتا تھا اور گھر کے مردانہ حصے میں میں بغیر اجازت کے اندر جاتا تھا۔

ایک دن آپؑ مردانہ حصے میں تشریف فرما تھے اور میں بھی داخل ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا: رک جاؤ۔

چنانچہ میں انہی قدموں پر رک گیا۔ ایک کنیز کسی بچے کو چھپائے ہوئے آئی۔ آپؑ نے اس کنیز سے فرمایا:

بچے کے منہ سے کپڑا ہٹا کر اسے اس کا دیدار کراؤ۔

کنیز نے کپڑا ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ اس نے ایک چاند سا بچہ اٹھایا ہوا ہے۔ پھر کنیز نے بچے کے شکم اور سینے سے کپڑا ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ ان کی گردن کے نیچے

سے لے کر ان کی ناف تک خوبصورت سبزی مائل بال تھے جو کہ سیاہ نہ تھے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: یہ تمہارا آقا و مولا ہے۔ پھر آپؑ نے کنیز سے فرمایا کہ اسے واپس لے جاؤ۔ چنانچہ کنیز اس بچے کو واپس لے گئی۔ اس کے بعد وہ بچہ مجھے دوبارہ دکھائی نہ دیا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۳۲۹۔ غیبت طوسی' ص ۲۳۳)

ایک سائل کو سونے کی ڈلی عطا کرنا

ابی احمد بن راشد نے اہل مدائن کے ایک شخص سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا:

میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حج کرنے گیا۔ جب ہم عرفات میں گئے تو میں نے وہاں ایک نوجوان کو بیٹھا ہوا دیکھا جس نے ازار و ردا پہنی ہوئی تھی اور اس نے زرد رنگ کا جوتا پاؤں میں پہنا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل ہی دل میں اس کے کپڑوں کی قیمت کا اندازہ لگایا تو میرے خیال کے مطابق اس کے کپڑے ڈیڑھ سو دینار کے ضرور ہوں گے۔ اور اس شخص پر سفر کے آثار بھی دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اتنے میں ایک گداگر ہمارے پاس آیا۔ ہم نے اسے خالی ہاتھ لوٹایا۔ پھر وہی سائل اس نوجوان کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا۔ نوجوان نے ہمارے سامنے ایک پتھر اٹھا کر اس کی جھولی میں ڈالا اور فقیر زور زور سے آپ کو دعائیں دینے لگا۔ اس کے بعد وہ نوجوان اٹھا اور ہماری نظروں سے دور چلا گیا۔ ہم سائل کے قریب گئے اور ہم نے اس سے کہا:

تجھ پر افسوس! اس نوجوان نے ایک پتھر اٹھا کر تیری جھولی میں ڈالا ہے لیکن تو اتنی دیر سے اسے دعائیں دے رہا ہے!!

فقیر نے کہا: تمہیں مغالطہ ہوا ہے۔ اس سخی نے مجھے پتھر نہیں دیا تھا بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اس نے مجھے سونے کا ایک ٹکڑا عطا کیا ہے۔

جب ہم نے اس کی جھولی پر نظر کی تو واقعی اس کی جھولی میں سونے کا ایک ٹکڑا ہی تھا۔ جب ہم نے یہ نظارہ کیا تو ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ جوان ہمارے آقا و مولا ہی تھے

جب کہ ہمیں معلوم نہیں تھا۔ پھر ہم ان کی تلاش وجستجو کے لیے پورے میدان عرفات میں پھرے لیکن وہ ہمیں کہیں دکھائی نہ دیے۔

ہم نے لوگوں کو ان کی نشانیاں بتائیں تو مکہ و مدینہ کے کچھ لوگوں نے کہا:

جی ہاں وہ ایک علوی ہیں جو ہر سال پاپیادہ حج کرنے کے لیے آتے رہتے ہیں۔

(الکافی' جلد ا' ص ۳۳۲۔ مستدرک الوسائل' جلد ۳' ص ۲۴۱)

ایک متلاشیِ حق کی داستان

محمد بن محمد عامری نے ابی سعید غانم ہندی سے روایت کی۔ اس نے بیان کیا:

میں مملکت ہند میں کشمیر کے ایک شہر میں رہائش پذیر تھا اور میرا تعلق بادشاہ کشمیر کے چالیس معتمد ساتھیوں میں سے تھا۔ ہم تورات' زبور اور انجیل اور صحف انبیاء کا مطالعہ کرتے تھے اور ان کتابوں کی تعلیمات کی روشنی میں لوگوں کے مقدمات کے فیصلے کیا کرتے تھے۔

ایک دن ہماری محفل میں حضرت محمد مصطفےٰؐ کا ذکر چل نکلا اور ہم نے آپس میں کہا کہ ان کا ذکر صحائف انبیاء میں موجود ہے لہٰذا ہمیں ان کی تلاش وجستجو میں نکلنا چاہیے۔

تمام دوستوں نے اس کام کے لیے میرا نام تجویز کیا اور میں خدا کا نام لے کر کافی مال و زر ساتھ لے کر کشمیر سے روانہ ہوا۔ راستے میں ترک ڈاکوؤں نے مجھے لوٹ لیا اور انہوں نے بدن کے کپڑے تک بھی نہ چھوڑے۔ پھر میں وہاں سے کابل گیا اور جب کابل کے بادشاہ کو میرے ارادوں کا علم ہوا تو اس نے مجھے بلخ روانہ کیا۔ اس وقت بلخ پر داؤد بن عباس بن ابی الاسود کی حکومت قائم تھی۔ جب اس نے سنا کہ میں تلاشِ حق کے لیے ہندوستان سے آیا ہوں تو اس نے مجھے اپنے دربار میں طلب کیا۔

دوران سفر میں نے فارسی اور عربی زبانیں سیکھ لی تھیں۔ چنانچہ جب میں اس کے دربار میں پہنچا تو اس نے علماء و فقہاء سے میری ملاقات کرائی اور میں نے علماء کو بتایا کہ

میں اس نبیؐ کے متعلق تحقیق اور جستجو کر رہا ہوں جس کا ذکر صحائف انبیاء میں موجود ہے۔

علماء نے کہا: تمہیں جس نبیؐ کی تلاش ہے اس کا نام آسمانی کتابوں میں کیا ہے؟

میں نے کہا کہ ان کا نام محمدؐ ہے۔

علمائے بلخ نے کہا: وہ تو ہمارے ہی نبی ہیں جن کو تم تلاش کرتے پھر رہے ہو۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ حضرات ان کی شریعت کے مختصر احکام مجھے سنائیں۔

علمائے بلخ نے مجھے شریعت محمدؐ کے مختصر احکام بھی سنائے۔

میں نے کہا: یہ سچ ہے کہ مجھے ''محمدؐ'' نامی نبی کی تلاش ہے اور اتفاق سے تمہارے نبی کا نام بھی ''محمدؐ'' ہے مگر صرف نام کی مطابقت کی وجہ سے تو میں انہیں نبی ماننے پر آمادہ نہیں ہوں۔ آپ حضرات مجھے ان کا وطن بتائیں تاکہ میں خود جا کر ان سے گفتگو کروں اور معلوم کروں کہ آیا یہ وہی نبی ہیں جن کی مجھے تلاش ہے یا کوئی اور شخصیت ہیں؟

علماء نے کہا: مدت ہوئی ان کی تو وفات ہو چکی ہے لہٰذا تم ان سے ملاقات نہیں کر سکتے۔

میں نے کہا: اچھا آپ حضرات یہ بتائیں کہ ان کی وفات کے بعد ان کا قائم مقام کون بنا تھا؟

علمائے بلخ نے کہا: حضرت ابوبکر ان کے قائم مقام ہوئے تھے۔

میں نے کہا: دوستو! مجھے تو یہ بات بنتی ہوئی دکھائی نہیں دیتی کیونکہ صحائفِ انبیاء میں مَیں نے تو یہ پڑھا ہے کہ محمد نبی کا جانشین وہ ہوگا جو ان کا دینی بھائی ہوگا اور از روئے نسب وہ ان کا ابن عم ہوگا اور وہ ان کا داماد اور ان کی اولاد کا والد ہوگا۔ اور اس نبی کی اولاد اسی کے صلب سے جاری ہوگی۔

جب میں نے صحائف انبیاء کی یہ پیشین گوئی بیان کی تو علمائے بلخ میں غصہ کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے حاکمِ بلخ سے کہا:

یہ شخص شرک سے نکل کر کفر کی حدود میں داخل ہو گیا ہے اور اب اس کا خون بہانا

حلال ہو چکا ہے۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ حضرات ذرا تحمل سے کام لیں۔ ابھی تک تو میں نے دین اسلام قبول ہی نہیں کیا اور اس وقت تو میں تحقیق کے مراحل سے گزر رہا ہوں لیکن آپ لوگوں نے مجھے واجب القتل تک بنا دیا ہے۔ تم نے اپنے نبی کے قائم مقام کی نشاندہی کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ تمہارا نبی وہ نبی نہیں ہے جس کا تذکرہ آسمانی کتابوں میں کیا گیا ہے۔

میری یہ بات سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد حاکمِ بلخ نے ایک اور شخص کو دربار میں بلایا جس کا نام حسین بن اشکیب تھا اور حاکم نے اس سے میرا تعارف کرایا اور اس سے کہا کہ آپ اسے اپنے ساتھ لے جائیں اور اس سے مناظرہ کر کے اس کو تسلی کرائیں۔

حسین بن اشکیب نے کہا:

خدا آپ کی صلاحیتوں میں اضافہ فرمائے۔ یہاں آپ کے پاس علمائے اسلام موجود ہیں اور وہ مجھ سے بہتر انداز میں مباحثہ کر سکتے ہیں آخر میری ضرورت ہی کیا ہے؟

حاکمِ بلخ نے کہا: آپ اسے اپنے ساتھ لے جائیں اور نرمی و ملائمت سے اسے قائل کرنے کی کوشش کریں۔

الغرض حسین بن اشکیب مجھے اپنے ساتھ لے گیا اور اس نے پوری دلجمعی سے میری گفتگو سنی۔ پھر اس نے کہا:

وہ نبی جس کی تمہیں تلاش ہے وہ ہمارے ہی نبی ہیں البتہ علماء نے تمہیں اس کے قائم مقام کے متعلق جو خبر دی ہے وہ چنداں صحیح نہیں ہے۔ رسول اکرمؐ کے جانشین علی بن ابی طالب تھے اور وہ ان کے ابن عم اور داماد تھے اور رسول اکرمؐ نے عقدِ مواخات کے تحت انہیں اپنا بھائی بنایا تھا اور ان کی اولاد کو رسولؐ خدا نے اپنی اولاد قرار دیا تھا۔ جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے بے ساختہ کہا:

اللہ اکبر! مجھے اسی ہی نبی کی تلاش تھی۔

پھر میں حاکم بلخ کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا کہ مجھے اپنا گوہر مقصود مل گیا ہے اور اب میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہوں۔

حاکم بلخ بہت خوش ہوا اور اس نے میرے ساتھ بھلائی کی۔ پھر اس نے حسین بن اشکیب سے کہا کہ آپ اسے اپنے پاس لے جائیں اور اسے نماز روزہ اور دیگر احکام اسلام کی تعلیم دیں۔

حسین بن اشکیب مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور کئی دنوں تک وہ مجھے معالمِ دین کی تعلیم دیتے رہے۔ جب میں نے ضروری اسلامی مسائل یاد کر لیے تو میں نے ان سے کہا:

ہم نے آسمانی کتابوں میں یہ بات پڑھی ہے کہ محمد مصطفیٰؐ اللہ کے آخری نبی ہوں گے۔ ان کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری نہیں رہے گا۔ ان کے اوصیاء ہی یکے بعد دیگرے ان کے قائم مقام ہوں گے۔ آپ مجھے اوصیاء مصطفیٰؐ کا تعارف کرائیں۔

میرے استاد حسین بن اشکیب نے مجھے بارہ ائمہ کے نام بتائے اور کہا کہ اس وقت بارہویں امام سامرہ کے سرداب میں غیبت اختیار کر چکے ہیں۔

جب میں نے یہ سنا تو اپنے استاد سے اجازت لی اور کہا کہ اب میں عراق میں جا کر انہیں تلاش کروں گا۔ چنانچہ میں بلخ سے روانہ ہو کر قم آیا اور ۲۶۴ ہجری میں اہل قم کے ایک گروہ کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں ایک سندھی بھی ہمارے قافلے میں شامل ہوا لیکن اس کے اخلاق فاسدہ کی وجہ سے میں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور سفر کرتے ہوئے میں عباسیہ (غالباً بغداد) پہنچا اور وہاں بیٹھ کر میں نماز کے لیے وضو کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میں اپنے امام کو کہاں تلاش کروں۔ اتنے میں ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا: کیا تو فلاں ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں میں وہی ہوں۔

اس نے کہا: تمہارے آقا و مولا تمہیں یاد کر رہے ہیں لہٰذا تم میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد مجھے ایک جگہ لے آیا جہاں ایک گھر اور باغیچہ تھا۔ میں اس گھر میں داخل ہوا تو میرے آقا وہاں تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے ہندی زبان میں مجھے خوش آمدید کہا۔ پھر انہوں نے مجھ سے میری خیر خیریت دریافت کی۔ اور پھر انہوں نے مجھے میرے سفر کے واقعات سے آگاہ کیا۔

اس کے بعد انہوں نے فرمایا:

کیا تم اہل قم کے ایک گروہ کے ساتھ حج پر جانا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: اس سال تمہارے لیے حج پر جانا مناسب نہیں ہے تم آئندہ سال حج پر چلے جانا۔

اس کے بعد آپؑ نے زادراہ کے لیے ایک تھیلی میرے سپرد کی اور فرمایا کہ بغداد میں فلاں شخص کے پاس مت جانا اور اسے ہمارے متعلق کچھ نہ بتانا۔

میں آپؑ کی خدمت سے اٹھ کر روانہ ہوا تو راستے میں مجھے معلوم ہوا کہ اہل قم کا گروہ حج پر نہ جا سکا اور انہیں عقبہ سے ہی واپس لوٹنا پڑ گیا۔ پھر میں خراسان چلا گیا اور اگلے سال مجھے حج کی سعادت نصیب ہوئی۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد ابوسعید غانم کشمیری نے مکہ میں ہی رہائش اختیار کر لی اور زندگی کے باقی ایام وہاں بسر کیے اور پھر وہیں پر ہی اس کی وفات ہوئی۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۵۱۵۔ کمال الدین، ص ۴۳۷۔ اثبات الہداۃ، جلد ۱، ص ۱۵۳)

حسن بن نضر کو کفن کے لیے کپڑے دینا

علی بن محمد نے سعد بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حسن بن نضر اور ابوصدام نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آپؑ کے

وکلاء کے پاس جو رقم ہے آخر وہ کس کے حوالے کی جائے۔

پھر انہوں نے یہ طے کیا کہ پہلے تحقیق کر لی جائے اور اسی دوران حسن بن نضر ابوصدام کے پاس آئے اور کہا: میں حج پر جانا چاہتا ہوں۔

ابوصدام نے کہا: تم آئندہ سال حج پر چلے جانا۔ لیکن حسن بن نضر نے کہا کہ میں رات کے وقت خواب میں ڈر جاتا ہوں اسی لیے میرا جانا ضروری ہے۔ پھر اس نے احمد بن علی بن حماد کو وصیت کی اور انہوں نے کچھ رقم بارگاہ امام کے لیے مقرر کر دی۔ اور انہوں نے کہا کہ جب ان کا ظہور ہو جائے تو تم یہ رقم اپنے ہاتھ سے ان کی خدمت میں پیش کر دینا۔

حسن بن نضر کہتے ہیں کہ میں وہاں سے روانہ ہو کر بغداد آیا اور یہاں میں نے کرایہ پر ایک مکان لیا تو امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکلاء میرے پاس آئے اور انہوں نے ناحیہ مقدسہ کے لیے میرے پاس بہت سے کپڑے اور دینار جمع کرائے۔

میں نے ان سے کہا کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟

انہوں نے کہا: وہی کچھ ہے جو آپ کو دکھائی دے رہا ہے۔

آخر میں احمد بن اسحاق بھی آئے اور وہ بھی اچھا خاصا سامان لے آئے۔ میں سب کچھ حیرانی سے دیکھ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے اور میں یہ مال کس کے سپ کروں گا!

میں اسی پریشانی میں سرگردان تھا کہ ایک شخص امام زمانہ علیہ السلام کا رقعہ لے میرے پاس آیا۔ اس میں آپؑ نے تحریر کیا تھا کہ جب دن کی اتنی گھڑیاں گزر جائیں یہ سب مال لے کر ہمارے پاس آ جاؤ۔

چنانچہ میں نے رقعہ پر عمل کیا اور سارا مال لے کر سامرہ کی طرف روانہ راستے میں ساٹھ ڈاکوؤں پر مشتمل جتھہ کا بھی خطرہ تھا لیکن خدا نے مجھے ان کے لٹنے سے محفوظ رکھا اور میں سلامتی کے ساتھ سامرہ پہنچ گیا۔ میں نے وہاں قیام

میرے پاس ایک رقعہ آیا کہ تمام سامان لے کر میرے پاس آ جاؤ۔

میں نے مزدوری کے ٹوکروں میں سامان رکھا اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے دروازے پر جا پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک سیاہ فام غلام کھڑا تھا۔ اس نے جیسے ہی مجھے دیکھا تو کہا کہ کیا تو حسن بن نضر ہے؟

میں نے اثبات میں جواب دیا۔

اس نے کہا کہ آپ اندر آ جائیں۔ میں نے مزدوروں سے ٹوکرے اٹھوائے اور انہیں اندر لے گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ مکان کے ایک گوشے میں کچھ روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے مزدوروں کو دو دو روٹیاں دے کر روانہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک کمرے کے دروازے پر پردہ لٹکا ہوا تھا اور کسی نے مجھے پردے سے آواز دے کر کہا:

حسن بن نضر! خدا کی حمد بجا لاؤ کہ اس نے تمہیں یہاں آنے کا شرف عطا کیا۔ خبردار ہمارے متعلق شک نہ کرنا۔ شیطان تم کو شک میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اب اس سامان سے دو کپڑے نکال کر اپنے ساتھ لے جاؤ۔ عنقریب تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی۔

میں نے گانٹھ سے دو چادریں نکالیں اور باہر چلا آیا۔

سعد (راوی) کہتے ہیں کہ اس کے کچھ عرصہ بعد ماہ رمضان میں ان کی وفات ہوگئی اور انہیں ان کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۵۱۷۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۶۵۸)

محمد بن احمد کو اپنا وکیل مقرر کرنا

محمد بن ابراہیم بن مہزیار کہتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد مجھے شک ہوا کہ ان کا جانشین کون ہے جب کہ میرے والد امام حسن عسکریؑ کی طرف سے وکیل مالیات تھے اور ان کے پاس بہت سا مالِ امام جمع تھا۔ انہوں نے وہ سارا مال

جمع کیا اور سامرہ جانے کے لیے کشتی پر سوار ہوئے۔ میں بھی والد کے ہمراہ روانہ ہوا۔ راستے میں انہیں سخت بخار لاحق ہوا۔ انہوں نے کہا: فرزند! مجھے واپس گھر لے چلو اب میں آگے نہیں جا سکتا۔ یہ بخار میری موت کا پیغام ہے اور ہاں اس مال کے لیے خدا سے ڈرنا۔ پھر انہوں نے مجھے چند وصیتیں کیں۔ اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے والد انتہائی دیانت دار شخص تھے اور وہ مجھے غلط وصیت نہیں کر سکتے تھے۔ اب میں یہ مال لے کر عراق جاؤں گا اور وہاں دریا کے کنارے ایک مکان کرایہ پر لے کر اس میں رہائش اختیار کروں گا اور اگر وہاں رہائش کے دوران امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کی طرح سے کسی کی امامت واضح ہو گئی تو پھر میں یہ مال ان کے سپرد کر کے خود بری الذمہ ہو جاؤں گا ورنہ اسے راہ خدا میں تقسیم کر دوں گا۔

یہ فیصلہ کر کے میں عراق گیا اور دریا کے کنارے ایک مکان کرایہ پر لے کر رہنے لگا۔ چند دنوں بعد ایک قاصد میرے پاس اور اس نے ایک خط میرے حوالے کیا جس میں تحریر تھا:

محمد! تیرے پاس ہمارے مال میں سے فلاں فلاں چیز ہے جو کہ فلاں فلاں مقام پر رکھی ہوئی ہے اور خط میں تمام چیزوں کی پوری تفصیل درج تھی جن میں سے کچھ چیزوں کا تو خود مجھے بھی علم نہیں تھا۔

میں نے وہ خط پڑھ کر تمام سامان قاصد کے سپرد کر دیا۔ پھر چند دن بعد میں نے اس گھر میں قیام کیا مگر امام نے میری طرف التفات نہ فرمایا۔ پھر اچانک ایک روز مجھے ایک رقعہ موصول ہوا جس میں تحریر تھا:

''میں نے تمہیں تیرے والد کی جگہ اپنا وکیل مالیات مقرر کر دیا ہے اللہ کی حمد بجا لاؤ''۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۵۱۸۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۶۵۸)

دلی کیفیات سے آگاہی

علی بن محمد نے خدیجہ بنت امام محمد تقی علیہ السلام کے غلام فضل خزاز مدائنی سے روایت کی ہے کہ اہل مدینہ میں نسل ابوطالب میں سے بہت سے لوگ مذہب حق کے قائل تھے انہیں ائمہ کی طرف سے ان کے وظائف وقت پر بھیج دیے جاتے تھے اور جب امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات ہوئی تو ان میں سے ایک گروہ حق سے منحرف ہو گیا اور انہوں نے اعلان کیا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہاں کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کے وظائف بند کر دیے گئے اور جو لوگ آپؑ کے فرزند کے قائل تھے ان کے وظائف جاری رہے جب کہ منحرفین کا ذکر تک باقی نہ رہا۔

(الکافی' جلد ا' ص ۵۱۸۔ بحار الانوار' جلد ۵۱' ص ۳۰۹)

مالِ مشکوک لینے سے احتراز

علی بن محمد راوی ہیں کہ ایک عراقی نے آپؑ کی خدمت میں کچھ مال روانہ کیا لیکن آپؑ نے یہ کہہ کر اس کا مال قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ پہلے اپنے ابن عم کا حساب صاف کرو' اس کے بعد ہمارے پاس مال روانہ کرو۔

چنانچہ اس شخص کی کچھ زمین اس کے ابن عم کے ساتھ مشترک تھی۔ جب اس نے حساب کیا تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کی رقم میں اس کے ابن عم کے چار سو درہم بھی شامل ہیں۔ چنانچہ اس نے چار سو درہم اپنے ابن عم کے حوالے کیے اور باقی رقم آپؑ کی بارگاہ میں روانہ کی۔ آپؑ نے اسے قبول کر لیا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۱۹۔ الخرائج۔ کمال الدین' ص ۴۸۶)

تیرا یہ بیٹا زندہ رہے گا

قاسم بن علاء کہتے ہیں کہ میرے ہاں کئی بیٹے پیدا ہوئے اور میں نے ہر بیٹے کی

پیدائش کی آپؑ کو اطلاع بھیجی مگر آپؑ نے میرے فرزندوں کے متعلق مجھے کچھ بھی نہ لکھا۔
چنانچہ وہ میرے تمام بیٹے مر گئے اور جب خدا نے مجھے میرا حسن بیٹا عطا کیا تو میں نے
حسب دستور آپؑ کو عریضہ لکھ کر اپنے بیٹے کی پیدائش کی اطلاع دی۔ اس مرتبہ آپؑ نے
جواب میں تحریر فرمایا:
"الحمدللہ! تمہارا یہ بیٹا زندہ رہے گا"۔

حکمِ سفر

ابی عبداللہ بن صالح کہتے ہیں کہ ایک سال مَیں بغداد گیا اور مَیں نے وہاں
بائیس دن قیام کیا۔ پھر وہاں سے میرے وطن کے لیے قافلہ روانہ ہونے لگا تو میں نے
حضرتؑ سے روانگی کی اجازت طلب کی لیکن آپؑ کی طرف سے مجھے اجازت نہ ملی جس کی
وجہ سے وہ قافلہ بغداد سے روانہ ہو کر نہروان تک پہنچ گیا۔ پھر آپؑ کی طرف سے مجھے
اجازت سفر ملی۔ چنانچہ میں بغداد سے روانہ ہوا اور میں قافلہ کے ملنے سے مایوس ہو چکا تھا
لیکن جیسے ہی میں نہروان پہنچا تو اس وقت وہ قافلہ وہاں سے روانگی کی تیاری کر رہا تھا
میں نے وہاں اپنے اونٹ کو چارہ کھلایا تو قافلہ بھی چل پڑا اور میں قافلہ کے ساتھ شا
ہو گیا۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۵۱۹۔ بحارالانوار، جلد ۵۱، ص ۲۹۷)

دعا سے شفایابی

محمد بن یوسف شاشی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری مقعد پر ناسور ہو گیا۔ میں
اطباء سے اس کا بہتیرا علاج معالجہ کرایا اور بہت ساری رقم خرچ کی مگر ناسور کسی طر
بھی ختم ہونے میں نہ آیا۔ آخرکار مجھے اطباء نے لاعلاج قرار دے دیا۔ میں
زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ روانہ کیا اور ان سے دعا کی درخواست کی۔
آپؑ نے مجھے جواب میں تحریر فرمایا:

خدا! تجھے لباسِ عافیت پہنائے اور دنیا و آخرت میں تجھے ہمارا رفیق قرار دے۔

آپؑ کے اس خط کے بعد خدا نے مجھے شفا عطا فرمائی اور میں مکمل طور پر تندرست ہو گیا۔ میں نے اطباء کو وہی مقام دکھایا تو انہوں نے کہا کہ تجھ پر خدا نے خصوصی کرم کیا ہے ورنہ ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں تھا۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۵۱۹۔ ارشاد مفید، ص ۳۵۲)

علی بن حسین بن ہمدان کو ہدایات

علی بن حسین یمانی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں بغداد میں قیام پذیر تھا اور اہلِ یمن کا ایک قافلہ تیار ہوا تو میں نے امام زمانہ علیہ السلام کو عریضہ لکھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس قافلے کے ساتھ چلا جاؤں؟

آپؑ کی طرف سے جواب موصول ہوا۔ ان کے ساتھ مت جاؤ۔ ان کی رفاقت تمہارے لیے بہتر نہیں ہے۔ فی الحال تم کوفہ چلے جاؤ اور کچھ دن وہاں رہائش اختیار کرو۔ چنانچہ اہلِ یمن کا قافلہ روانہ ہو گیا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ بنی حنظلہ نے ان پر حملہ کر کے انہیں ہلاک کر دیا۔

پھر بصرہ سے ایک سمندری قافلہ روانہ ہونے لگا تو میں نے آپؑ کو عریضہ لکھا کہ اگر آپؑ اجازت دیں تو اس قافلہ کے ساتھ چلا جاؤں؟

آپؑ کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ سمندری سفر سے گریز کرو۔ چنانچہ اس سال جتنے بھی سفینے روانہ ہوئے ہندوستان کے ''بوارح'' قبائل نے ان سب کو لوٹ لیا۔

پھر میں سامرہ گیا۔ میں نے نماز مغرب حضرتؑ کے گھر کے سامنے والی مسجد میں ادا کی اور نماز پڑھنے کے بعد میں اسی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک غلام میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ اٹھو اور چلو۔

میں نے کہا: کیا تم مجھے جانتے بھی ہو۔ ممکن ہے تمہیں میرے متعلق کوئی غلط فہمی

ہوئی ہو؟

اس نے کہا: ہرگز نہیں! تم جعفر بن ابراہیم کے فرستادہ ہو' گھر چلو۔

چنانچہ میں اٹھ کر اس غلام کے ساتھ روانہ ہوا اس نے مجھے حسین بن احمد کے گھر میں ٹھہرایا اور میں نے وہاں تین دن تک قیام کیا اور غلام کے ذریعہ سے میں نے حضرت ؑ سے زیارت کی درخواست کی۔ آپؑ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ رات کے وقت میں آپؑ کی زیارت کے شرف سے مشرف ہوا۔

(الکافی' جلد ا' ص ۵۱۹۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۶۶۰)

حاجز کی توثیق

حسن بن عبدالحمید کا بیان ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام کے وکیل مالیات ''حاجز'' کے متعلق مجھے شک گزرا کہ آیا یہ امام علیہ السلام کی طرف سے مقرر کردہ بھی ہے یا نہیں؟ چنانچہ میں سامرہ گیا۔ امام زمانہؑ کی طرف سے مجھے ایک خط موصول ہوا جس میں تحریر تھا:

نہ تو ہماری امامت میں شک کی گنجائش ہے اور جسے ہم اپنا قائم مقام مقرر کرتے ہیں نہ ہی اس میں کسی قسم کی شک کی گنجائش ہے۔ تم جو کچھ مال لائے ہو وہ حاجز بن یزید کے سپرد کر دو۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۲۱۔ ارشاد مفید' ص ۳۵۴)

گھوڑے اور تلوار کی قیمت روانہ کرو

احمد بن حسن کے غلام بدر کا بیان ہے کہ مجھے اہل بیت سے محبت ضرور تھی لیکن میں ان کی امامت کا معتقد نہیں تھا۔ اسی دوران یزید بن عبداللہ کی وفات ہوئی تو اس نے اپنی وفات سے چند روز قبل مجھ سے کہا کہ میرے مرنے کے بعد میرے گھوڑے اور میری تلوار کو فروخت کر دینا اور اس سے جو رقم حاصل ہو وہ ناحیہ مبارکہ (امام زمانہؑ کی بارگاہ) میں بھیج دینا۔

میں نے سوچا کہ اگر میں نے یہ چیزیں ترکی سردار کو تکین کے حوالے نہ کیں تو وہ میری بے عزتی کرے گا۔ چنانچہ میں نے ان اشیاء کی سات سو دینار ذہن میں قیمت لگائی اور دونوں چیزیں ترکی سردار کے سپرد کر دیں۔

اس واقعہ کو ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ عراق سے مجھے ایک خط موصول ہوا جس میں امام زمانہ علیہ السلام نے تحریر کیا تھا:

گھوڑے اور تلوار کی قیمت جو کہ سات سو دینار ہے اور وہ تمہارے ذمہ واجب الادا ہے وہ رقم ہمارے پاس روانہ کرو۔

(الکافی' جلد ا' ص ۵۲۲۔ ارشاد مفید' ص ۳۵۴-۳۵۵)

علمِ آجال

ایک راوی کا بیان ہے کہ میرے گھر میں خدا نے بیٹا دیا۔ میں نے امام زمانہؑ سے اجازت چاہی کہ اگر آپؑ کی اجازت ہو تو ساتویں دن اس کا ختنہ کرا دوں؟ آپؑ کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے ساتویں یا آٹھویں دن وہ لڑکا ہی مر گیا۔ میں نے خط کے ذریعے آپؑ کو اس کی موت کی اطلاع دی۔ آپؑ نے اس کے جواب میں لکھا:

اللہ تعالیٰ اس کے عوض تمہیں دو بیٹے عطا کرے گا ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام جعفر رکھنا۔

چنانچہ کچھ عرصہ بعد خدا نے مجھے دو بیٹے عطا کیے جن کے نام میں نے احمد اور جعفر رکھے۔ میں نے ایک سال حج کی تیاری کی۔ میں لوگوں سے رخصت ہو کر روانہ ہونے کو تھا کہ آپؑ کی طرف سے ایک رقعہ ملا جس میں لکھا تھا:

''ہمیں اس سال تمہارا حج پر جانا پسند نہیں ہے ویسے تمہیں اختیار ہے''۔

اس خط کی وجہ سے میں بہت غمگین ہوا اور میں نے جواب میں لکھا کہ آپؑ کا حکم

سر آنکھوں پر۔ میں امسال حج کرنے نہیں جاؤں گا البتہ حج سے محرومی کا مجھے سخت دکھ ہے۔ جواب میں آپؑ نے لکھا:

"غم نہ کرو خدا نے چاہا تو آئندہ سال تم حج پر جاؤ گے"۔

دوسرے سال میں نے حج کی اجازت کے لیے خط لکھا اور خط میں میں نے یہ بھی لکھا کہ میں نے محمد بن عباس کو اپنا عدیل (اونٹ پر دو بیٹھنے والے) بنالیا ہے۔

آپؑ نے جواب میں لکھا:

"حج پر ضرور جاؤ اور اسدی اچھا عدیل ہے اس پر کسی دوسرے کو ترجیح نہ دینا"۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۵۲۲۔ ارشاد مفید، ص ۳۵۵)

ہمارا مال ہمارے حوالے کرو

حسن بن علی علوی کہتے ہیں کہ تمیم بن حنظلہ نے ناحیہ مبارکہ کے لیے کچھ مال مرداس بن علی کے سپرد کیا۔ چند دن بعد مرداس کو حضرتؑ کا یہ خط موصول ہوا:

"تمیم اور شیرازی نے تمہارے پاس ہمارے لیے جو مال جمع کر دیا ہے وہ ہمیں روانہ کر دو"۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۵۲۳۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۶۶۳)

امر غائب کی اطلاع

ابو محمد حسن بن علی عریضی بیان کرتے ہیں کہ مصر سے ایک شخص ناحیہ مبارکہ کے لیے کچھ مال لے کر روانہ ہوا اور سب سے پہلے مکہ آیا۔ جب وہ یہاں کے لوگوں سے کچھ لوگوں نے اس سے کہا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ ان کے بھائی جعفر ہی ان کے وصی ہیں۔

کچھ لوگوں نے اس سے کہا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو خدا نے بیٹا دیا۔ ان کا وہی فرزند ان کا وارث ہے۔

چنانچہ اس نے صورت حال کی تحقیق کے لیے ایک شخص کو سامرہ روانہ کیا اور اسے ایک خط بھی لکھ کر دیا اور اس نے اپنے قاصد سے کہا کہ اچھی طرح سے تحقیق کرنا اور دیکھنا کہ جعفر حق پر ہے یا ان کا فرزند حق پر ہے۔ بہرنوع اس کا فرستادہ شخص سامرہ چلا گیا۔ جہاں اس نے جعفر سے ملاقات کی اور اس سے امامت کی دلیل و برہان طلب کی۔ جعفر نے کہا کہ فی الوقت امامت کا معجزہ و برہان ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اس سے مایوس ہو کر ناحیہ مبارکہ آیا اور امام زمانہ علیہ السلام کے وکلاء سے ملاقات کی۔ پھر کچھ دیر بعد امام زمانہؑ کے ایک وکیل نے اسے ایک رقعہ دیا جس میں امام علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا:

''خدا تجھے تیرے ساتھی کی موت پر اجر عطا فرمائے۔ تیرے ساتھی کی وفات ہو چکی ہے اور اس نے ہمارا مال ایک بااعتماد شخص کے پاس بطور امانت رکھ دیا تھا''۔

خط کے آخر میں آپؑ نے چند سوالوں کے جواب لکھے تھے۔

(الکافی' جلد ا' ص ۵۲۳۔ ارشاد مفید' ص ۳۵۵)

ہماری تلوار تو بھلا آئے ہو

علی بن محمد کہتے ہیں کہ اہل آبہ میں سے ایک شخص نے مال امامؑ ایک اونٹ پر لادا اور اسے مال امامؑ میں سے ایک تلوار بھول گئی جو کہ غلطی سے اس کے گھر میں رہ گئی۔ چنانچہ جب اس مومن نے سامرہ میں وہ مال پہنچایا تو امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے اسے ایک رقعہ ملا جس میں یہ عبارت تحریر تھی:

''اس تلوار کا کیا بنا جسے تم اپنے گھر میں بھول آئے ہو؟''

(الکافی' جلد ا' ص ۵۲۳۔ ارشاد مفید' ص ۳۵۵)

اس رقم میں بیس درہم تمہارے بھی شامل ہیں

محمد بن علی بن شاذان نیشاپوری کا بیان ہے کہ میرے پاس مال امامؑ کے چار سو

اسی درہم جمع ہو گئے۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ رقم پانچ سو درہم سے تو صرف بیس درہم کم ہے لہٰذا کیوں نہ اس میں اپنی طرف سے بیس درہم شامل کر کے اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دوں؟

چنانچہ میں نے اس میں اپنی طرف سے بیس درہم شامل کیے اور پورے پانچ سو درہم اسدی کے پاس روانہ کیے اور میں نے اپنے خط میں یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ اس میں بیس درہم میرے ذاتی بھی شامل ہیں۔

چند دنوں بعد مجھے امام زمانہؑ کی طرف سے ایک رقعہ ملا جس میں تحریر تھا:

''ہمارے پاس تمہارے بھجوائے ہوئے وہ پانچ سو درہم مل گئے ہیں جن میں تم نے بیس درہم اپنی طرف سے شامل کیے تھے۔

(الکافی' جلد ا' ص ۵۲۲۔ کمال الدین' ص ۴۸۵۔ ارشاد مفید' ص ۳۵۵)

جنید کی توثیق کیوں نہ کی؟

حسین بن محمد اشعری کہتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی حیات طیبہ میں جنید' ابوالحسن اور ایک اور شخص ان کے وکیل ہوا کرتے تھے اور امام حسن عسکری کے خطوط ان تک آیا کرتے تھے لیکن جب ان کی وفات ہوئی تو امام زمانہؑ کی طرف سے ابوالحسن اور اس کے ساتھی کی وکالت کی توثیق کے لیے رقعہ جاری ہوا لیکن جنید کی توثیق کے لیے کوئی خط نہ آیا جس کی وجہ سے مجھے سخت غم لاحق ہوا اور میں نے سمجھا کہ شاید اسے خدمت سے معزول کر دیا گیا ہے۔

ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ جنید کی وفات ہو گئی جس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اس کی قرب وفات کی وجہ سے امام زمانہ علیہ السلام نے ان کی وکالت کی تجدید نہیں فرمائی تھی۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۲۴۔ ارشاد مفید' ص ۳۵۶)

تمہیں ابھی کفن کی ضرورت نہیں ہے

ابی عقیل عیسیٰ بن نصر کا بیان ہے کہ علی بن زیاد صیمری نے امام زمانہ علیہ السلام کو خط لکھ کر کفن کے کپڑے کا مطالبہ کیا۔ امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا:

"تمہیں ۲۸۰ ہجری میں اس کی ضرورت پڑے گی"۔

چنانچہ اسی سال اس کی وفات سے کچھ عرصہ قبل آپؑ نے اس کے پاس کفن کا کپڑا روانہ کیا۔ جس کے چند روز بعد اس کی وفات ہوگئی۔

(الکافی' جلد ۱' ص ۵۲۴۔ ارشاد مفید' ص ۳۵۶۔ تقریب المعارف' ص ۱۹۶)

آپؑ نے وکلاء کو مالِ امامؑ لینے سے روک دیا

حسین بن حسن علوی کا بیان ہے کہ روزحسنی حاکم سامرہ کے ایک ساتھی نے اس سے کہا کہ کچھ لوگوں نے ابن حسن عسکری کے نام سے چکر چلایا ہوا ہے اور وہ ان کے نام پر لوگوں سے دولت اکٹھی کر رہے ہیں۔ پھر اس نے تمام وکلاء کے نام گن کر سنائے۔

روزحسنی نے اس وقت کے وزیر عبیداللہ بن سلیمان کو اس سے مطلع کیا۔

وزیر نے کہا: بہتر یہ ہے کہ تم لوگ ان وکلاء پر نظر رکھو اور کچھ اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ ناحیہ کے نام پر ان کے ہاتھ کچھ رقم جمع کرائیں جیسے ہی وہ ان سے رقم وصول کریں تو تم ان لوگوں کو فوراً گرفتار کر لو۔

وزیر کے اس حکم کے بعد امام زمانہ علیہ السلام نے تمام وکلاء کو خط لکھا کہ لوگوں سے ہمارے لیے مال لینا بند کر دو اور اگر کوئی شخص ہمارے لیے تمہیں کچھ نذر کرنا چاہے تو ہرگز قبول نہ کرو اور لوگوں سے کہو کہ ہمیں اس سلسلے کے متعلق کچھ بھی معلومات حاصل نہیں ہیں۔

اسی دوران حکومت کا ایک جاسوس محمد بن احمد کے پاس گیا اور اس نے کہا: میں

نے امام زمانہ کے حضور کچھ رقم بھیجنی ہے لہٰذا تم مجھ سے وہ رقم وصول کر کے امام علیہ السلام تک پہنچا دو۔

محمد بن احمد نے کہا: تجھے مغالطہ ہوا ہے میں اس طرح کا کوئی کام نہیں کرتا۔ حکومت کے جاسوس نے بڑی کوشش کی کہ وہ کسی طرح سے مال قبول کر لے لیکن انہوں نے سختی سے انکار کر دیا۔ اور یوں حضرتؑ کے تمام وکیل حکومت کی پکڑ دھکڑ سے محفوظ رہے۔
(الکافی' جلد ا' ص ۵۲۵۔ الوافی' جلد ۳' ص ۸۸۰۔ بحار الانوار' جلد ۵۱' ص ۳۱۰)

مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے ممانعت

علی بن محمد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے یہ حکم نامہ صادر ہوا کہ مومنین سے کہہ دو کہ فی الحال مقابر قریش (کاظمین) اور کربلا کی زیارت کے لیے نہ جائیں۔

حضرتؑ کے اس حکم کا مقصد ہماری سمجھ میں نہ آیا۔ پھر چند دن بعد وزیر باقطائی نے عباسی خلیفہ سے کہا کہ تم آلِ فرات اور شہر ''برس'' کے باشندوں سے کہہ دو کہ وہ مقابر قریش (کاظمین) اور کربلا کی زیارت کے لیے نہ جائیں ورنہ انہیں گرفتار کر کے سخت سزا دی جائے گی۔

جب وزیر نے خلیفہ کا اعلان پڑھ کر سنایا تو اس وقت ہمیں اپنے آقاؑ کے فرمان کا مقصد سمجھ میں آیا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۵۲۵۔ ارشاد مفید' ص ۳۵۶۔ تقریب المعارف' ص ۱۹۷)

ابوالعباس احمد دینوری کا واقعہ

ابوالعباس احمد دینوری جو کہ ''استارہ'' کے نام سے پکارے جاتے تھے' انہوں نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں اردبیل شہر سے دینور آیا اور چاہتا تھا کہ حج پر جاؤں۔ اس وقت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کو سال یا دو سال کا عرصہ گزر چکا

تھا اور اس وقت شیعہ سخت حیرت و اضطراب میں مبتلا تھے۔ مجھے دیکھ کر اہلِ دینور بہت خوش ہوئے اور وہاں کے شیعوں نے مجھ سے کہا کہ اس وقت ہمارے پاس صاحب الامر علیہ السلام کے لیے سولہ ہزار دینار کی رقم جمع ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہماری یہ امانت ان تک پہنچائیں۔ میں نے ان سے کہا کہ دوستو! یہ حیرت و ابتلاء کا دور ہے اور ابھی تک تو مجھے بھی ان کے کسی مخصوص وکیل کا علم نہیں ہے لہٰذا فی الحال مجھے اس سے معذور ہی رکھو۔

انہوں نے کہا کہ ہمیں آپؑ کی دیانت پر پورا بھروسہ ہے۔ آپؑ ہماری یہ رقم لے جائیں اور جب تک آپؑ کو خود تسلی نہ ہو جائے اس وقت تک یہ مال کسی کے سپرد نہ کریں۔ چنانچہ وہ رقم الگ الگ تھیلیوں میں رکھی گئی اور ہر تھیلی پر اس کے بھیجنے والے کا نام لکھا گیا اور میں وہ رقم لے کر وہاں سے روانہ ہوا اور ''قرامسیس'' پہنچا۔ وہاں احمد بن حسن بن حسن سے ملاقات ہوئی اور وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بھی ایک ہزار دینار کی تھیلی اور کپڑوں کا ایک بنڈل میرے سپرد کیا اور کہا: میری طرف سے بھی یہ نذرانہ امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دینا لیکن پہنچانے سے قبل اچھی طرح سے تحقیق اور تسلی کر لینا۔

میں نے ان کی رقم اور کپڑوں کا بنڈل اٹھایا اور خدا کا نام لے کر چل پڑا اور سفر کرتے ہوئے بغداد پہنچا۔ یہاں آ کر میں نے لوگوں سے امام زمانہؑ کے وکلاء کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے تین اشخاص کا نام لیا اور کہا:

یہاں ایک ''باقطائی'' رہتا ہے وہ حضرتؑ کی نیابت کا دعویدار ہے اور اسحاق بن احمر بھی حضرتؑ کی نیابت کا مدعی ہے اور ابو جعفر مری بھی حضرتؑ کی نیابت کا دعویدار ہے۔

چنانچہ میں نے سب سے پہلے ''باقطائی'' سے ملاقات کی۔ وہ ایک عمر رسیدہ اور پُر جلال شخصیت کا مالک تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بڑی شان و شوکت سے رہ رہا تھا۔ اس کے اصطبل میں کئی عربی گھوڑے بیک وقت موجود تھے اور اس کے پاس لوگوں کا مجمع لگا ہوا

تھا۔ میں اس کے قریب گیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے اپنے قریب بٹھالیا۔ میں کافی دیر تک اس کے پاس بیٹھا رہا اور جب لوگ اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو اس نے مجھ سے میری آمد کا مقصد پوچھا۔

میں نے اسے بتایا کہ میرا تعلق دنبور سے ہے اور میرے پاس صاحب الامر علیہ السلام کا کچھ مال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس امانت کو اس کے صحیح حقدار تک پہنچاؤں۔

باقطائی نے کہا: پھر وہ مال میرے سپرد کر دو۔

میں نے کہا: مجھے نیابت کی کوئی دلیل چاہیے۔

اس نے کہا: پھر کل آ جانا۔

چنانچہ میں مسلسل تین دن تک وہاں جاتا رہا مگر اس پورے عرصہ میں اس نے نیابت کی کوئی دلیل پیش نہ کی۔ پھر چوتھے روز میں اس سے مایوس ہو کر اسحاق احمر کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ نہایت صاف ستھرا شخص تھا اور اس کا مکان بھی باقطائی کے مکان سے کشادہ تھا اور اس کے پاس خدمت گاروں کی بھی کوئی کمی نہیں تھی۔ میں نے اسے سلام کیا اور اس نے مجھے سلام کا جواب دیا اور مجھے اپنے قریب بٹھایا۔ جب لوگ اٹھ کر چلے گئے تو اس نے مجھ سے میری آمد کا مقصد دریافت کیا۔

میں نے بتایا کہ میرے پاس امام علیہ السلام کا کچھ مال ہے اور میں اس امانت کو ان تک پہنچانے کا خواہش مند ہوں۔

اس نے کہا: پھر وہ مال تم ہمارے حوالے کر دو۔ ہم ہی ان کے لیے دروازہ ہیں۔

میں نے کہا: مال پیش کرنے میں تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے لیکن میں آپؑ کی نیابت کے متعلق تسلی کا خواہش مند ہوں۔

اس نے کہا: اچھا کل آ جانا۔ چنانچہ میں اس کے پاس پورے تین دن تک جاتا رہا مگر اس عرصہ میں اس نے میری تسلی نہ کرائی۔ پھر میں اس سے مایوس ہو کر ابوجعفر عمری کے پاس گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ وہ ایک عمر رسیدہ انسان تھے اور ان کا گھر نہایت چھوٹا

سا تھا اور وہ ایک عام سے گدے پر بیٹھے تھے۔ مجھے ان کے ہاں نہ تو کوئی شان و شوکت دکھائی دی اور نہ ہی لوگوں اور عقیدت مندوں کا کوئی ہجوم نظر آیا۔

میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے بڑی اپنائیت سے مجھے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے میری آمد کا مقصد دریافت کیا۔

میں نے کہا: میرا تعلق کوہستانی علاقہ سے ہے اور میں اس وقت مالِ امامؑ کا امین ہوں۔

انہوں نے کہا: اگر تم اپنا مال حضرتؑ کی خدمت میں پیش کرنے کے خواہش مند ہو تو تم یہاں سے سامرہ چلے جاؤ اور وہاں جا کر ابن رضا کا گھر معلوم کر لینا اور وہاں فلاں بن فلاں وکیل کے متعلق پوچھ لینا۔ خدا نے چاہا تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔

چنانچہ میں نے وہ تمام سامان اور رقم بغداد کے ایک مکان میں رکھی اور خود سامرہ چلا گیا اور وہاں ابن رضا کے مکان پر پہنچا اور متعلقہ وکیل کے متعلق پوچھا۔

وہاں پر موجود ایک خادم نے کہا کہ آپ انتظار کریں وہ آنے ہی والے ہیں۔ چنانچہ کچھ دیر بعد وہ آئے اور مجھ سے میری آمد کا مقصد پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ میں صاحب الامر کے مال کا امین ہوں لیکن وہ مال دلیلِ امامت سے مطمئن ہونے کے بعد ہی کسی کے سپرد کروں گا۔

یہ سن کر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے اور کہا:

پہلے کھانا کھاؤ اور آرام کرو۔ اس کے بعد تمہیں دلیلِ امامت سے بھی مطمئن کر دیا جائے گا۔

چنانچہ میں نے وہاں آرام کیا اور رات کے پہلے پہر وہی وکیل میرے پاس آئے۔ انہوں نے ایک تحریر میرے حوالے کی جس میں لکھا ہوا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!--- اے احمد دینوری! تمہارے پاس فلاں فلاں رنگ کی تھیلیوں میں دینار ہیں اور وہ تھیلیاں فلاں فلاں اشخاص نے روانہ کی ہیں اور ان میں ایک

تھیلی فلاں بن فلاں زراع کی بھی ہے جس میں تیرہ دینار ہیں۔

میں نے خط پر لکھے ہوئے ناموں کو تھیلیوں پر لکھے ہوئے ناموں کی فہرست سے ملایا تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپؑ نے صحیح نشانی دی ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے تحریر فرمایا: تمہارے پاس ایک اور تھیلی بھی ہے جو قراسیس میں صواف کے بھائی احمد بن حسن مادرائی نے تمہارے سپرد کی تھی اور اس میں ایک ہزار دینار ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے کپڑوں کا بھی ایک بنڈل بھی تمہارے سپرد کیا ہے جس میں فلاں فلاں رنگ کے کپڑے موجود ہیں۔ تم یہ سارا سامان ابوجعفر عمری کے پاس لے جاؤ اور وہ جس کے متعلق کہے اس کے پاس یہ سامان جمع کرا دو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کیونکہ میرے دل سے شک کے پردے ہٹ گئے۔ چنانچہ میں واپس بغداد آیا اور ابوجعفر عمری کے پاس گیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا: کیا تم ابھی تک سامرہ نہیں گئے؟

میں نے کہا کہ میں ابھی سامرہ سے ہی آپ کے پاس آ رہا ہوں۔ ابھی میں ابوجعفر عمری سے رسمی باتیں ہی کرنے میں مصروف تھا کہ ان کے پاس امامؑ صاحب الامر کا ایک رقعہ پہنچا جس میں میرے تمام مال کی تفصیل لکھی ہوئی تھی اور اس رقعہ کے آخر میں درج تھا کہ تم یہ سامان محمد بن احمد بن جعفر بن قطان قمی کے سپرد کر دو۔ جب ابوجعفر عمری نے امام علیہ السلام کا خط پڑھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اٹھو اور تمام سامان اٹھاؤ اور ابن قطان قمی کے مکان پر پہنچاؤ۔

چنانچہ وہ خود میرے ساتھ روانہ ہوئے اور تمام سامان ابن قطان قمی کے پاس رکھوایا۔ جب میں اس فریضہ سے سبکدوش ہو گیا تو پھر میں حج پر چلا گیا اور جب حج سے فارغ ہو کر اپنے وطن دینور پہنچا تو وہاں کے مومنین میرے پاس جمع ہوئے اور اپنی امانتوں کے متعلق مجھ سے دریافت کیا۔

میں نے ان کو وہ رقعہ پڑھ کر سنایا جو امام علیہ السلام نے مجھے تحریر فرمایا تھا۔ جب

لوگوں نے آپؑ کا خط سنا تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ اب ہمیں یقین ہو گیا کہ زمین حجتِ خدا سے کبھی خالی نہیں رہتی۔

پھر میں نے وہ رقعہ ابوالحسن مادرائی کو بھی پڑھ کر سنایا تو اس نے کہا:

خدا کا شکر ادا کرو کہ خدا نے تمہیں شکوک کے گرداب سے نکال کر اطمینانِ قلب کی دولت عطا فرمائی ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنا اور کوتکین کا واقعہ پیش کیا۔ (جسے ہم اس سے قبل نقل کر چکے ہیں)۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۸۲۔ بحار الانوار' جلد ۵۱' ص ۳۰۰)

علی بن محمد السمری کے لیے کفن روانہ کرنا

محمد بن یعقوب ناقل ہیں کہ علی بن محمد السمری نے امام زمانہ علیہ السلام کو خط لکھا جس میں انہوں نے آپؑ سے کفن کی درخواست کی تھی۔

امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا:

تمہیں ۲۸۱ ہجری میں اس کی ضرورت پڑے گی۔ پھر آپؑ نے ان کی وفات سے ایک ماہ قبل کفن روانہ کیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۸۵۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۷۰۱)

قبولیتِ دعا

قاسم بن العلاء کا بیان ہے کہ میں نے اپنے آقا و مولاؑ کی خدمت میں تین عریضے تحریر کیے اور ایک عریضہ میں مَیں نے ان سے التجا کی کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں مگر تاحال اولادِ نرینہ سے محروم ہوں۔ آپؑ میرے لیے فرزند کی دعا فرمائیں۔ مگر امام علیہ السلام نے میرے اس خط کا کوئی جواب نہ لکھا۔ پھر میں نے ایک اور عریضہ میں یہی التجا کی۔ امام علیہ السلام نے اپنے جواب میں تحریر فرمایا:

''خدایا! اسے ایک ایسا فرزند عطا کر جو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان فراہم کرے اور اس موجودہ حمل کو اس کا وارث بنا''۔

جب آپؑ کا یہ خط مجھے موصول ہوا تو مجھے علم نہیں تھا کہ میری کوئی بیوی یا کنیز حاملہ بھی ہے یا نہیں ہے۔ میں نے جب اس بات کا ذکر اپنے گھر میں کیا تو میری ایک کنیز نے بتایا کہ میں حاملہ ہوں۔ یہ سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی اور کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا فرمایا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۲۸۶۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۷۰۱)

ابن مہزیار کی رہنمائی

محمد بن ابراہیم بن مہزیار کا بیان ہے کہ مجھے امام زمانہ علیہ السلام کے وجود کے متعلق شک ہوا اور میں اسی شک کی حالت میں عراق آیا۔ وہاں حضرتؑ نے اپنے ایک وکیل کو اس مضمون کا خط جاری فرمایا:

مہزیار سے کہہ دو کہ اس نے ہماری بارگاہ کے متعلق ہمارے چاہنے والوں سے جو باتیں کی ہیں ہم ان سے واقف ہیں اور تم ابن مہزیار سے کہو کہ کیا تم نے قرآن مجید میں یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو) کی آیت نہیں پڑھی اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اولی الامر کا عہدہ قیامت تک جاری رہے گا اور اگر یہ عہدہ ختم ہونے والا ہوتا تو اللہ اہل ایمان کو اس کی اطاعت کا حکم ہی کیوں دیتا؟

کیا تم نے خدا کا یہ لطف نہیں دیکھا کہ اس نے تمہارے لیے پناہ گاہیں بنائی ہیں تاکہ تمہیں وہاں پناہ مل سکے اور خدا نے تمہارے لئے ہدایت کے پرچم بلند کیے ہیں جن سے تم ہدایت حاصل کر سکو اور ہدایت کا یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے لے کر میرے والد تک ظاہری طور پر جاری رہا۔ جب ایک پرچم اتارا گیا تو اس کی جگہ ہدایت کا دوسرا پرچم نصب کیا گیا اور جب ہدایت کا ایک ستارہ غروب ہوا تو اس کی جگہ دوسرا ستارہ طلوع ہوا۔ لیکن تمہاری حالت یہ ہے کہ میرے والد کی وفات کے بعد تم نے خدا کے متعلق یہ گمان کر

دیا کہ اب اس نے اپنی مخلوق سے رابطہ منقطع کر دیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ قیامت برپا ہونے تک اللہ اپنی حجت کے ذریعہ سے انسانوں سے رابطہ قائم رکھے گا اور امر الٰہی کا ظہور ہوگا خواہ لوگ اس سے کتنی ہی کراہت کریں۔

محمد بن ابراہیم! تم جس مقصد کے لیے یہاں آئے ہو اس میں شک نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ زمین کو حجت سے خالی نہیں رکھتا۔ ہاں علامت کے طور پر میں تمہیں یاد دلا دوں کہ تمہارے والد نے اپنی وفات سے قبل تم سے کہا تھا کہ کسی ایسے شخص کو بلاؤ جو ہمارے پاس رکھے ہوئے دیناروں کو گن دے۔ لیکن جب صراف کے آنے میں تاخیر ہوئی اور تیرے والد کو خطرہ محسوس ہوا کہ وہ اس کام سے قبل ہی دنیا سے رخصت نہ ہو جائیں تو انہوں نے تجھ سے کہا تھا کہ اب تم خود ہی انہیں شمار کر لو۔ یہ کہہ کر انہوں نے تیرے سامنے ایک تھیلا نکالا تھا اور اس وقت تمہارے سامنے تین تھیلے اور ایک تھیلی تھی اور اس میں مختلف اوزان کے دینار تھے۔ تم نے انہیں شمار کیا تھا اور تیرے والد نے ان پر اپنی مہر لگائی تھی اور انہوں نے تجھ سے بھی کہا تھا کہ تم بھی ان پر مہر لگاؤ اور پھر انہوں نے کہا تھا کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو میں ہی اس کا زیادہ حق دار ہوں اور اگر میں دنیا سے چلا گیا تو پھر اس مالِ امامؑ کے لیے تم اللہ سے ڈرتے رہنا اور میرے بعد مجھے اس کی ذمہ داری سے نجات دلانا اور دیانت کے اصولوں پر عمل کر کے میری توقعات پر پورا اترنا۔ لہٰذا اللہ تم پر رحم کرے اور تم نے دس دینار سے زیادہ رقم کو فاضل قرار دے کر علیحدہ کر دیا تھا جب کہ وہ بھی ہمارا ہی مال تھا اسے واپس کرو۔ اور اس وقت زمانہ پہلے سے زیادہ مشکل ہے اور ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۲۸۷۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۷۰۱)

محمودی کو زیارت کرانا

ابو علی محمد بن احمد محمودی کا بیان ہے کہ میں نے بیس سے کچھ زیادہ حج ادا کیے اور جب بھی میں حج پر جاتا تو غلافِ کعبہ کو پکڑ کر حجرِ اسود کے پاس اور مقامِ ابراہیم اور موقف

عرفات و مزدلفہ میں رو رو کر اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتا تھا کہ وہ مجھے حضرت صاحب الزمان کی زیارت کا شرف عطا فرمائے۔

ایک بار میں بازار مکہ میں سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص شربت بیچ رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ شربت کی خرید و فروخت کے متعلق بحث کرنے میں مصروف تھا کہ اتنے میں کسی نے پیچھے سے میری چادر کھینچی۔ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے ایک پُر ہیبت انسان دکھائی دیا جسے دیکھ کر اپنے حواس تک کھونے لگا۔ اس نے مجھ سے کہا: ''شربت کا برتن بیچتے ہو؟''

میں ان کی شخصیت سے اتنا مرعوب ہوا کہ میں انہیں جواب تک نہ دے سکا۔ اس کے بعد وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ مجھے گمان ہوا کہ ہو نہ ہو یہی میرے آقا و مولا ہیں۔

پھر ایک دن میں مکہ میں ''باب الصفا'' کے مقام پر نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے سجدۂ شکر میں اپنی کہنی اپنے سینے کے نیچے رکھی ہوئی تھی اور ذکر سجدہ میں مصروف تھا کہ کسی نے مجھے اپنے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا: ''سینہ کے نیچے کہنی مت رکھو''۔

میں نے سر اٹھا کر آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ وہی بزرگ تھے جن سے بازار مکہ میں میری ملاقات ہوئی تھی اور انہیں دیکھ کر مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اس کے بعد وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اتنی پُر رعب شخصیت امام زمانہؑ کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔

پھر میں جب بھی حج پر آتا تو رو رو کر اپنے مولا کی زیارت کی دعائیں کرتا تھا۔ چنانچہ ایک سال میں صحن کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا اور میرے ساتھ یمان بن فتح بن دینار اور محمد بن قاسم علوی اور علان کلینی بھی بیٹھے ہوئے تھے اور ہم آپس میں بیٹھ کر باتیں کرنے میں مصروف تھے کہ میں نے اسی بزرگوار شخصیت کو طواف کرتے ہوئے پایا۔ میں نے ان پر نظر رکھی اور ان کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے میں بھی ان کے پیچھے طواف کرنے

لگا۔ جب وہ مقامِ حجر پر پہنچے تو وہاں ایک سائل کھڑا تھا جو لوگوں کو خدا کا واسطہ دے کر سوال کر رہا تھا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچے تو وہ زمین کی طرف جھکے اور وہاں سے کچھ اٹھا کر اس کی جھولی میں ڈال دیا اور خود طواف میں مصروف ہو گئے۔ میں نے سائل سے پوچھا کہ انہوں نے تجھے کیا عطا کیا ہے؟

سائل نے بتانے سے انکار کر دیا۔ پھر میں نے سائل کو ایک دینار دے کر کہا کہ اب بتاؤ انہوں نے تجھے کیا دیا ہے؟

سائل نے کہا کہ انہوں نے مجھے بیس دینار دیے ہیں۔

اس منظر کو دیکھ کر میرا گمان یقین میں بدل گیا کہ ہو نہ ہو یہ میرے آقا و مولاؑ ہیں۔ اس کے بعد میں واپس اسی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا جہاں میں پہلے بیٹھا ہوا تھا اور میری نگاہیں ان پر جمی ہوئی تھیں۔ جب وہ طواف سے فارغ ہوئے تو وہ سیدھے ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہمارے دل ان کے رعب سے لرزنے لگے اور ہم نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ وہ آ کر ہمارے پاس بیٹھ گئے۔

ہم نے ان سے عرض کیا: آپ کون ہیں؟

انہوں نے کہا: میں عربی ہوں۔

ہم نے کہا: عربوں کے کس قبیلے سے آپ کا تعلق ہے؟

انہوں نے کہا: میرا تعلق بنی ہاشم سے ہے۔

ہم نے کہا: بنی ہاشم کی کس شاخ سے آپ کا تعلق ہے؟

انہوں نے کہا: خدا نے چاہا تو میری اصلیت تمہیں جلد معلوم ہو جائے گی۔

پھر وہ محمد بن قاسم کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے مخاطب کر کے فرمایا:

محمد! خدا نے چاہا تو تمہارا انجام بہتر ہو گا۔

اس کے بعد انہوں نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ امام زین العابدین سجدۂ شکر میں کیا پڑھتے تھے؟

ہم نے عرض کیا: ہمیں معلوم نہیں ہے۔

انہوں نے فرمایا: امام زین العابدین سجدۂ شکر میں یہ دعا پڑھتے تھے:

یَا کَرِیْمُ مِسْکِیْنُکَ بِفِنَائِکَ ، یَا کَرِیْمُ فَقِیْرُکَ زَائِرُکَ ،
حَقِیْرُکَ بِبَابِکَ یَا کَرِیْمُ

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے جانے کے بعد ہم آپس میں ان کے متعلق بحث کرنے لگ گئے۔ پھر دوسرے دن ہم اپنی سابقہ جگہ پر بیٹھے تھے کہ ہم نے انہیں طواف کرتے ہوئے پایا اور جب تک وہ طواف میں مصروف رہے ہماری نگاہیں ان پر مصروف رہیں۔ طواف سے فارغ ہوکر آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے فرمایا:

جانتے ہو کہ امام زین العابدین نماز کے بعد تعقیبات میں کیا دعا پڑھتے تھے؟

ہم نے عرض کیا: آپؑ ہمیں وہ دعا تعلیم فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ امام زین العابدین نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ بِہٖ تَقُوْمُ السَّمَآءُ
وَالْاَرْضُ وَبِاسْمِکَ الَّذِیْ تَجْمَعُ بَیْنَ الْمُتَفَرِّقِ وَتُفَرِّقُ
بَیْنَ الْمُجْتَمَعِ وَبِاسْمِکَ الَّذِیْ تُفَرِّقُ بِہٖ بَیْنَ الْحَقِّ
وَالْبَاطِلِ وَبِاسْمِکَ الَّذِیْ تَعْلَمُ بِہٖ کَیْلَ الْبِحَارِ وَعَدَدَ
الرِّمَالِ وَ وَزْنَ الْجِبَالِ اَنْ تَفْعَلَ بِیْ کَذَا وَکَذَا

اس کے بعد آپ مجھے عرفات لے گئے۔ وقوف عرفات کے بعد ہم مزدلفہ پہنچے اور جب رات کو مجھے وہاں نیند آئی تو خواب میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا:

اب تو تمہاری حاجت پوری ہوگئی ہے؟

میں نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! کون سی حاجت؟

آپؐ نے فرمایا: یہی بزرگوار تیرے امام ہیں۔

اس خواب کے بعد مجھے یقین کامل ہوگیا کہ امام زمانہ علیہ السلام نے مجھے اپنی زیارت کا شرف بخشا ہے۔ والحمدللہ رب العالمین!

(دلائل الامامۃ' ص ۲۹۴-۲۹۵۔ تبصرۃ الولی' ص ۱۴۰)

ابن مہزیار اہوازی کا واقعہ

علی بن ابراہیم بن مہزیار کا بیان ہے کہ ایک سال میں حج کے لیے گیا اور میں نے کچھ روز مدینہ میں قیام کیا۔ وہاں میں نے امام صاحب الامر کے متعلق لوگوں سے جستجو کی لیکن کسی نے مجھے ان کے متعلق کچھ نہ بتایا۔ جس سے مجھے یہ خدشہ ہوا کہ میں گوہر مراد حاصل کرنے سے ناکام رہوں گا۔ اور یہ سوچ کر مجھے سخت غم لاحق ہوا۔ پھر میں مکہ معظمہ گیا' میں نے حج کیا اور عمرہ بجالایا۔ میں ہر وقت حضرتؑ صاحب الامر کی جستجو میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں صحن کعبہ میں بیٹھا ہوا امام زمانہؑ کے متعلق غور و فکر کر رہا تھا کہ اچانک مجھے یوں لگا جیسے بیت اللہ کا دروازہ کھلا ہو اور اس سے ایک حسین و جمیل نوجوان برآمد ہوا جس نے ایک چادر بطور ازار باندھی ہوئی تھی اور ایک چادر سے باقی بدن کو چھپایا ہوا تھا۔ انہیں دیکھ کر میرے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور میں ان کے قریب چلا گیا۔ جب انہوں نے میرے اس التفات کو دیکھا تو مجھ سے کہا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں نے کہا: میں اہواز کا رہنے والا ہوں۔

انہوں نے کہا: کیا خصیبی کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں' میں انہیں جانتا ہوں۔

انہوں نے کہا: خدا اس پر رحمت نازل فرمائے۔ وہ شب زندہ دار اور خوف خدا

میں رونے والے تھے۔

پھر انہوں نے کہا: کیا ابن مہزیر کو بھی جانتے ہو؟

میں نے کہا: جناب! وہ تو میں خود ہی ہوں۔

پھر انہوں نے کہا: خدا تمہیں سلامتی عطا کرے۔ پھر اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے گلے لگا کر کہا:

اچھا یہ بتاؤ کیا تمہارے پاس وہ نشانی موجود ہے جو امام حسن عسکری علیہ السلام نے تمہیں عطا کی تھی؟

میں نے کہا: جی ہاں' میرے پاس وہ نشانی موجود ہے۔ یہ کہہ کر میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی عطا کردہ نشانی انہیں دکھائی جس پر محمدؐ وعلیؑ کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

جب انہوں نے اس انگشتری کو دیکھا تو زاروقطار رونے لگے اور روتے روتے ان کا گریبان آنسوؤں سے تر ہو گیا اور انہوں نے کہا:

ابو محمد! اللہ تجھ پر رحم کرے۔ آپؑ اُمت کی زینت تھے۔ اللہ نے آپؑ کو امامت کا شرف عطا کیا تھا اور آپؑ کو علم و معرفت کا تاج پہنایا تھا۔ ہم بھی آپؑ کے پاس آنے والے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے مجھ سے مصافحہ و معانقہ کیا اور مجھ سے کہا:

ابوالحسن! کوئی اور خواہش ہے تو بیان کرو۔

میں نے کہا: جی ہاں' میری سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں اسی امام کی زیارت کروں جو جہان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔

انہوں نے کہا: وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے البتہ تمہاری بداعمالیوں نے انہیں تم سے اوجھل کر دیا ہے۔ اب اٹھو اور اپنے خیمہ میں جاؤ اور امام زمانہؑ کی ملاقات کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جاؤ۔ جب رات گہری ہو جائے اور جوزاء ستارہ ڈوبنے لگے اور آسمانی

ستارے خوب چمکنے لگیں تو تم اس وقت مقام رکن و صفا کے درمیان آ جانا۔ میں تمہیں وہاں ملوں گا۔

یہ سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر کرم کرنے والا ہے۔ بڑی مشکل سے میں نے وقت بسر کیا اور جب وہ وقت آیا تو میں سواری پر سوار ہوا اور مقام موعود پر جا پہنچا۔ اس وقت وہ وہاں پر موجود تھے اور میرا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے ابوالحسن کہہ کر ندا دی۔

میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے سلام کر کے فرمایا:

بھائی آؤ چلیں۔

پھر وہ مجھے ساتھ لے کر مختلف وادیاں طے کرنے لگے اور وادیاں طے کرتے ہوئے ہم طائف کی پہاڑیوں میں پہنچ گئے۔ اس وقت انہوں نے کہا: آؤ نماز شب پڑھ لیں۔ ہم نے نماز شب ادا کی اور اس کے ساتھ نماز وتر بھی پڑھی اور آخر میں تعقیبات اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ جب ہم نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے کہا:

اب سوار ہو جاؤ اور سفر طے کرو۔ چنانچہ ہم دونوں اپنی سواریوں پر سوار ہو کر ساتھ ساتھ چل دیئے اور چلتے چلتے ہم ایک ایسی وادی میں پہنچے جس میں کافور کی خوشبو رچی بسی ہوئی تھی۔ میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو مجھے ایک ٹیلے پر ایک ادنیٰ خیمہ لگا ہوا دکھائی دیا جس سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تمہیں یہاں کچھ دکھائی دے رہا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں' مجھے بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ دکھائی دے رہا ہے۔

انہوں نے کہا: یہی تو ہماری منزل اور امید گاہ ہے۔

پھر انہوں نے اپنی سواری بڑھائی اور میں بھی ان کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اب سواری سے اتر آؤ اور اپنی ناقہ کی مہار چھوڑ دو۔

میں نے کہا کہ یوں ناقہ گم بھی تو ہو سکتی ہے!!

انہوں نے کہا کہ تم اس کی پروا مت کرو۔ اس وادی میں صرف مومن ہی
ہوسکتا ہے اور یہاں سے کوئی مومن ہی باہر جاسکتا ہے۔ پھر وہ مجھ سے آگے بڑھ کر خیمہ
میں داخل ہوئے اور کچھ دیر کے بعد آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا:
تمہیں مبارک ہو، تمہیں داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی ہے۔
اس کے بعد میں خیمہ میں داخل ہوا۔ امام صاحب الزمانؑ وہاں تشریف فرما تھے۔
میں نے آپؑ کو امام زمانہؑ کہہ کر سلام کیا۔
آپؑ نے مجھ سے فرمایا:
ابوالحسن! ہمیں تو دن رات تمہارا انتظار رہتا ہے۔ اس کے باوجود تم نے اتنی دیر
کیوں کر دی؟
میں نے کہا: مولاؑ! میں مجبور تھا آپؑ کے متعلق میری رہنمائی کرنے والا ہی کوئی
نہیں تھا۔
آپؑ نے فرمایا: کیا واقعی اب تک تمہیں ہماری رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں ملا
تھا؟
پھر آپؑ نے زمین پر اپنی انگلی سے خط کھینچا اور فرمایا:
نہیں! یہ بات نہیں، اصل بات یہ ہے کہ تم مال جمع کرنے میں لگ چکے ہو
کمزور مومنین پر ظلم کرنے لگے ہو۔ تمہارے پاس اس فعل کا کیا جواز ہے؟
میں نے کہا: توبہ، توبہ، معافی معافی!!
پھر آپؑ نے فرمایا:
ابن مہزیار! اگر تم میں ایسے لوگ نہ ہوتے جو ایک دوسرے کے لیے اس
کرتے ہیں تو تم سب ہلاک ہو جاتے اور اس عمومی ہلاکت سے صرف ہمارے دو
شیعہ ہی محفوظ رہتے جن کے اقوال اور ان کے افعال کے مطابق ہیں۔
پھر آپؑ نے فرمایا:

ابن مہزیار! جب ایک بچہ برسر اقتدار آئے اور مغربی حرکت کرنے لگے اور عمانی چل پڑے اور سفیانی کی بیعت ہو جائے تو اس وقت مجھے خروج کا حکم دیا جائے گا۔ چنانچہ میں تین سو تیرہ مومنین کی جماعت کے ہمراہ صفا و مروہ کے درمیان خروج کروں گا۔ پھر وہاں سے کوفہ جاؤں گا اور وہاں کی مسجد کو منہدم کر کے اس کی پہلی بنیاد پر اسے دوبارہ تعمیر کراؤں گا۔ مسجد کے گرد ظالم حکام نے جو عمارتیں تعمیر کی ہیں ان سب کو گرا دوں گا اور لوگوں کو اسلامی حج کراؤں گا اور اس کے بعد میں یثرب جاؤں گا اور کچھ ظالموں کو سزا دوں گا۔

اس کے بعد آسمان سے ندا بلند ہوگی کہ اے آسمان! ظالموں کو تباہ کر دے اور اے زمین! تو ظالموں کو پکڑ لے۔ اس کے بعد روئے زمین پر صرف وہی لوگ باقی رہیں گے جن کے دل اخلاص ایمان سے معمور ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! اس کے بعد کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا:

پھر رجعت ہوگی، رجعت ہوگی، واپسی ہوگی واپسی ہوگی۔

اس کے بعد آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنَاكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنَاكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا (بنی اسرائیل: ۶)

''اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر دوبارہ غلبہ دیا اور اموال و اولاد سے تمہاری مدد کی اور تمہیں بڑے گروہ والا بنا دیا''۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۹۶-۲۹۷۔ غیبت طوسی، ص ۲۶۳)

انصاری اور اس کے دوستوں کو دعاؤں کی تعلیم دینا

محمد بن جعفر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ مجھ سے ابراہیم بن محمد بن احمد انصاری نے

بیان کیا کہ ہم ماہ ذی الحجہ کی ۶ تاریخ کو مکہ میں مقام مستجار کے پاس بیٹھے تھے اور ہماری تعداد تیس افراد پر مشتمل تھی۔ اس وقت لوگ طواف کرنے میں مصروف تھے اور ہماری جماعت میں صرف محمد بن قاسم العلوی ہی ایسے تھے جو امام زمانہؑ پر اعتقاد رکھتے تھے۔ اچانک ایک نوجوان جامہ احرام پہنے اور اپنی نعلین ہاتھ میں لیے ہوئے حلقہ طواف سے باہر آئے۔ جب ہم نے انہیں دیکھا تو ان کے رعب و جلال نے ہمیں ان کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔ وہ آ کر ہمارے پاس بیٹھ گئے اور انہوں نے دائیں بائیں دیکھ کر ہم سے کہا:

جانتے ہو کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ''دعائے الحاح'' میں کیا پڑھا کرتے تھے؟

ہم نے کہا: ہمیں معلوم نہیں ہے' آپ ہی بتا دیں۔

انہوں نے کہا: امام جعفر صادق علیہ السلام یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ بِہٖ تَقُوْمُ السَّمَآءُ وَبِہٖ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِہٖ وَتُفَرِّقُ بَیْنَ الْمُجْتَمَعِ وَالْبَاطِلِ وَبِہٖ تَجْمَعُ بَیْنَ الْمُتَفَرِّقِ وَبِہٖ تُفَرِّقُ بَیْنَ الْمُجْتَمَعِ وَبِہٖ اَحْصَیْتَ عَدَدَ الرِّمَالِ وَ وَزْنَۃَ الْجِبَالِ وَکَیْلَ الْبِحَارِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا

یہ دعا تعلیم کرنے کے بعد وہ جوان اٹھے اور طواف میں شامل ہو گئے اور ہمیں یہ خیال تک نہ آیا کہ ہم ان کے متعلق کچھ سوچیں کہ وہ کون ہیں اور کیا ہیں؟

پھر دوسرے دن عین اسی وقت وہ جوان طواف کرتے ہوئے دکھائی دیئے۔ پھر وہ حلقہ طواف سے نکل کر ہمارے پاس آئے۔ ہم ان کی جلالت کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر وہ ہمارے حلقہ میں دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور دائیں بائیں دیکھنے کے بعد انہوں نے کہا:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نماز فریضہ کے بعد کیا دعا پڑھتے تھے؟

ہم نے عرض کیا: ہمیں معلوم نہیں ہے آپ ہی ہمیں اس کی تعلیم دیں۔

انہوں نے فرمایا:

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھتے تھے:

اِلَیْکَ رُفِعَتِ الْاَصْوَاتُ وَلَکَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ وَلَکَ خَضَعَتِ الرِّقَابُ وَاِلَیْکَ التَّحَاکُمُ فِی الْاَعْمَالِ یَاخَیْرَ مَنْ سُئِلَ وَخَیْرَ مَنْ اَعْطٰی یَاصَادِقُ یَابَارِئُ یَامَنْ لَّا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ یَامَنْ اَمَرَ بِالدُّعَآءِ وَوَعَدَ الْاِجَابَةَ یَامَنْ قَالَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یَامَنْ قَالَ "وَاِذَا سَئَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○ ویَامَنْ قال:

"یَاعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ هَا اَنَا بَیْنَ یَدَیْکَ الْمُسْرِفُ وَاَنْتَ الْقَائِلُ "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

پھر انہوں نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا:

جانتے ہو کہ امیر المومنین علیہ السلام سجدۂ شکر میں کیا پڑھا کرتے تھے؟

ہم نے کہا: آپؑ ہی بتائیں کہ وہ کیا پڑھا کرتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سجدۂ شکر میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

یَامَنْ لَّا یَزِیْدُهٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ اِلَّا کَرَمًا وَّجُوْدًا یَامَنْ لَّا

يَزِيْدُهُ كَثْرَةُ الدُّعَاءِ اِلَّا سَعَةً وَّعَطَاءً يَامَنْ لَّا تَنْفَدُ خَزَ۔
يَامَنْ لَّهُ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَامَنْ لَّهُ مَادَقَّ وَجَلَّ لَا
يَمْنَعُكَ اِسَاءَتِیْ مِنْ اِحْسَانِكَ اَنْ تَفْعَلَ بِیَ الَّذِیْ اَنْتَ
اَهْلُهُ فَاَنْتَ اَهْلُ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَالتَّجَاوُزِ يَارَبِّ يَااَللّٰهُ لَا
تَفْعَلْ بِیَ الَّذِیْ اَنَا اَهْلُهُ فَاِنِّیْ اَهْلُ الْعُقُوْبَةِ وَلَا حُجَّةَ لِیْ وَلَا
عُذْرَلِیْ عِنْدَكَ اَبُوْءُ اِلَيْكَ بِذُنُوْبِیْ كُلِّهَا كَیْ تَعْفُوَ عَنِّیْ
وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهَا مِنِّیْ وَاَبُوْءُ اِلَيْكَ بِكُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ وَكُلِّ
خَطِيْئَةٍ اخْتَمَلْتُهَا وَكُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلْتُهَا رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ
وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ

اس کے بعد وہ جوان اٹھے اور طواف کرنے میں مشغول ہو گئے۔ پھر تیسرے دن
وہ ہمارے حلقہ میں تشریف لائے اور انہوں نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا:
امام علی بن الحسین زین العابدین یہاں پر نالے کے نیچے سجدہ میں یہ دعا پڑ
کرتے تھے:

عُبَيْدُكَ بِفِنَائِكَ مِسْكِيْنُكَ بِفِنَائِكَ سَائِلُكَ بِفِنَائِكَ
يَسْئَلُكَ مَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ غَيْرُكَ

پھر انہوں نے دائیں بائیں دیکھ کر محمد بن قاسم سے فرمایا:
محمد بن قاسم! خدا نے چاہا تو تمہارا انجام بخیر ہوگا۔
(اسے مخصوص کرنے کی وجہ یہ تھی کہ پورے مجمع میں سے صرف وہی امام ص
الزمانؑ کی امامت پر اعتقاد رکھتا تھا)
اس کے بعد وہ جوان اٹھے اور طواف میں مصروف ہو گئے۔ ان کی بر
ہمیں ان کی بیان کردہ تمام دعائیں یاد ہو گئیں۔ لیکن ہمیں خود ان کے متعلق کچھ
خیال تک نہ آیا۔ البتہ دن کے آخری حصہ میں ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم میں سے

کہا:

کیا تم اس جوان کو پہچانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟

محمد بن قاسم نے کہا: جی ہاں' یہی صاحب الزمانؑ ہیں اور یہی تمہارے دور کے امامؑ ہیں۔

ہم نے کہا: ابوعلی! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ امامِ زمانہؑ ہیں؟

اس نے کہا: مجھے سات سال کا عرصہ ہوا ہے کہ روزانہ اللہ تعالیٰ سے امام صاحب الزمانؑ کے دیدار کا سوال کرتا رہا ہوں۔

پھر عرفہ کی شب ہم نے اسی محترم جوان کو دیکھا کہ وہ دعا میں مصروف تھا۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے پوچھا:

آپ کون ہیں؟

انہوں نے کہا: میں انسان ہوں۔

میں نے پوچھا: کیا آپ عرب ہیں یا عجم؟

انہوں نے کہا: میں عرب ہوں۔

میں نے پوچھا: عربوں کے کس قبیلہ سے آپ کا تعلق ہے؟

انہوں نے کہا: عربوں کے اشرف ترین گروہ سے میرا تعلق ہے۔

میں نے پوچھا: اشرف ترین لوگوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟

انہوں نے کہا: بنی ہاشم۔

میں نے پوچھا: آپ کا تعلق بنی ہاشم کی کس شاخ سے ہے؟

انہوں نے کہا: میں اس شاخ سے تعلق رکھتا ہوں جو شان و منزلت میں سب سے بلند و بالا ہے۔

میں نے پوچھا: آخر اس شاخ کی کچھ نشان دہی تو کریں۔

انہوں نے کہا: میرا تعلق بنی ہاشم کے اس گروہ سے ہے جس نے دشمنانِ دین کی

کھوپڑیوں کو شگافتہ کیا اور مساکین کو کھانا کھلایا اور جب لوگ محوِ خواب ہو وہ نماز پڑھتے تھے۔

اس تعارف سے مجھے معلوم ہوا کہ ان کا تعلق خاندان امیر المومنین علیہ السلام سے ہے۔ پھر اچانک وہ میری نگاہوں سے غائب ہو گئے اور مجھے پتہ تک بھی نہ چلا کہ وہ کب غائب ہوئے ہیں۔

پھر میں نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے لوگوں سے پوچھا: کیا تم اس علوی جوان کو پہچانتے ہو؟

انہوں نے کہا: جی ہاں' یہ ہر سال پا پیادہ حج کرنے آیا کرتے ہیں۔

میں نے کہا: سبحان اللہ! مجھے تو ان کے چلنے کا پتہ تک بھی نہ چل سکا۔

اس کے بعد میں غمگین اور پریشان ہو کر مزدلفہ آیا اور جب میں رات کو سویا تو خواب میں مجھے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا:

''محمد! تمہیں تمہارا مقصود مل گیا ہے ناں؟''

میں نے عرض کیا:

آقاؐ! آپ کس گوہرِ مقصود کی بات کر رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جس کی تم نے رات زیارت کی تھی وہی امامِ زمانہؑ تھے۔

(دلائل الامامۃ' ص ۲۹۸-۳۰۰۔ کمال الدین' ص ۴۷۰۔ غیبت طوسی' ص ۵۹

نزہۃ الناظر' ص ۱۴۷-۱۵۱۔ فلاح السائل' ص ۱۷۹-۱۸۲)

ہادیانِ دین پر تفصیلی درود

یعقوب بن یوسف اصفہانی نے اپنے حج کی تفصیلی روئیداد بیان کی جس

میں اس نے بتایا کہ اس نے مکہ میں امام علی رضا علیہ السلام کے مکان میں رہائش ا

تھی اور اس گھر کی خادمہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خادمہ رہ چکی تھی اور وہاں امام زمانہ علیہ السلام نے اسے ایک تفصیلی درود لکھ کر دیا تھا اور اس ضعیفہ سے فرمایا تھا کہ وہ درود پاک کا یہ نسخہ میرے حوالے کرے اور مجھے حکم دیا تھا کہ تم اس طرح کا تفصیلی درود پڑھا کرو۔ چنانچہ وہ درود یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الْمُنْتَخَبِ فِی الْمِیْثَاقِ الْمُصْطَفٰی فِی الظِّلَالِ الْمُطَهَّرِ مِنْ کُلِّ اٰفَةٍ الْبَرِیِّ مِنْ کُلِّ عَیْبٍ اَلْمُؤَمَّلِ لِلنَّجَاةِ الْمُرْتَجٰی لِلشَّفَاعَةِ الْمُفَوَّضِ اِلَیْهِ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ -

اَللّٰھُمَّ فَرِّقْ بُنْیَانَهٗ وَعَظِّمْ بُرْهَانَهٗ وَاَفْلِجْ حُجَّتَهٗ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ وَضَوِّءْ نُوْرَهٗ وَبَیِّضْ وَجْهَهٗ وَاَعْطِهِ الْفَضْلَ وَالْفَضِیْلَةَ وَالْوَسِیْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ -

وَصَلِّ عَلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَارِثِ الْمُرْسَلِیْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَقَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ وَسَیِّدِ الْمُؤْمِنِیْنَ-

وَصَلِّ عَلَی الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ اِمَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَارِثِ الْمُرْسَلِیْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ -

وَصَلِّ عَلَی الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ اِمَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَارِثِ الْمُرْسَلِیْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ-

وَصَلِّ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ اِمَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَارِثِ الْمُرْسَلِیْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ-

وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ اِمَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَارِثِ الْمُرْسَلِیْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ-

وَصَلِّ عَلٰى جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ اِمَامِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَارِثِ
الْمُرْسَلِيْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔
وَصَلِّ عَلٰى عَلِيِّ مُوْسٰى بْنِ جَعْفَرٍ اِمَامِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَارِثِ
الْمُرْسَلِيْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔
وَصَلِّ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ مُوْسٰى اِمَامِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَارِثِ
الْمُرْسَلِيْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔
وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ اِمَامِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَارِثِ
الْمُرْسَلِيْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔
وَصَلِّ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ اِمَامِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَارِثِ
الْمُرْسَلِيْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔
وَصَلِّ عَلٰى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ اِمَامِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَارِثِ
الْمُرْسَلِيْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔
وَصَلِّ عَلَى الْخَلَفِ الْهَادِى الْمَهْدِيِّ اِمَامِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَارِثِ
الْمُرْسَلِيْنَ وَحُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهِ الْاَئِمَّةِ الْهَادِيْنَ
الْعُلَمَآءِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالْاَوْصِيَآءِ الْمَرْضِيِّيْنَ دَعَائِمِ دِيْنِكَ
وَاَرْكَانِ تَوْحِيْدِكَ وَتَرَاجِمَةِ وَحْيِكَ وَحُجَجِكَ عَلٰى
خَلْقِكَ وَخُلَفَائِكَ فِىْ اَرْضِكَ الَّذِيْنَ اخْتَرْتَهُمْ
لِنَفْسِكَ وَاصْطَفَيْتَهُمْ عَلٰى عِبَادِكَ وَاَرْتَضَيْتَهُمْ لِدِيْنِكَ
وَخَصَصْتَهُمْ بِمَعْرِفَتِكَ وَجَلَّلْتَهُمْ بِكَرَامَتِكَ وَغَشَّيْتَهُمْ
بِرَحْمَتِكَ وَغَذَّيْتَهُمْ بِحِكْمَتِكَ وَاَنْسَتَهُمْ مِنْ نُوْرِكَ
وَرَبَّيْتَهُمْ بِنِعْمَتِكَ وَرَفَعْتَهُمْ فِىْ مَلَكُوْتِكَ وَحَفَفْتَهُمْ

بِمَلَائِكَتِكَ وَشَرِّفْهُمْ بِنَبِيِّكَ -

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلَيْهِمْ صَلَاةً دَائِمَةً كَثِيْرَةً طَيِّبَةً لَا يُحِيْطُ بِهَا اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَسَعُهَا اِلَّا عِلْمُكَ وَلَا يُحْصِيْهَا اَحَدٌ غَيْرُكَ ،

وَصَلِّ عَلٰى وَلِيِّكَ الْمُحْيِىْ سُنَّتَكَ الْقَائِمِ بِاَمْرِكَ الدَّاعِىْ اِلَيْكَ الدَّلِيْلِ عَلَيْكَ وَحُجَّتِكَ وَخَلِيْفَتِكَ فِى اَرْضِكَ وَشَاهِدِكَ عَلٰى عِبَادِكَ -

اَللّٰهُمَّ اَعْزِزْ نَصْرَهٗ وَمُدَّ فِىْ عُمُرِهٖ وَزَيِّنِ الْاَرْضَ بِطُوْلِ بَقَائِهٖ- اَللّٰهُمَّ اكْفِهٖ بَغْىَ الْحَاسِدِيْنَ وَاَعِذْهُ مِنْ شَرِّ الْكَائِدِيْنَ وَازْجُرْ عَنْهُ اِرَادَةَ الظَّالِمِيْنَ وَخَلِّصْهُ مِنْ اَيْدِى الْجَبَّارِيْنَ -

اَللّٰهُمَّ اَرِهٖ فِىْ ذُرِّيَّتِهٖ وَشِيْعَتِهٖ وَرَعِيَّتِهٖ وَخَاصَّتِهٖ وَعَامَّتِهٖ وَعَدُوِّهٖ وَجَمِيْعِ اَهْلِ الدُّنْيَا مَا تُقِرُّ بِهٖ عَيْنُهٗ وَتُسِرُّ بِهٖ نَفْسُهٗ وَبَلِّغْهُ اَفْضَلَ اَمَلِهٖ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ -

اَللّٰهُمَّ جَدِّدْ بِهٖ مَا مُحِىَ مِنْ دِيْنِكَ وَاَحْىِ بِهٖ مَا بُدِّلَ مِنْ كِتَابِكَ وَاَظْهِرْ بِهٖ مَا غُيِّرَ مِنْ حُكْمِكَ حَتّٰى يَعُوْدَ دِيْنُكَ عَلٰى يَدَيْهِ غَضًّا جَدِيْدًا خَالِصًا مُخْلَصًا لَا شَكَّ فِيْهِ وَلَا شُبْهَةَ مَعَهٗ وَلَا بَاطِلَ عِنْدَهٗ وَلَا بِدْعَةَ لَدَيْهِ -

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ بِنُوْرِهٖ كُلَّ ظُلْمَةٍ وَهُدَّ بِرُكْنِهٖ كُلَّ بِدْعَةٍ وَاهْدِمْ بِقُوَّتِهٖ كُلَّ ضَلَالٍ وَاَقْصِمْ بِهٖ كُلَّ جَبَّارٍ وَاَخْمِدْ بِسَيْفِهٖ كُلَّ نَارٍ وَاَهْلِكْ بِعَدْلِهٖ كُلَّ جَائِرٍ وَاَجْرِ حُكْمَهٗ عَلٰى كُلِّ حُكْمٍ وَاَذِلَّ بِسُلْطَانِهٖ كُلَّ سُلْطَانٍ -

اَللّٰھُمَّ اَذِلَّ کُلَّ مَنْ نَاوَاہُ وَاَھْلِکْ مَنْ عَادَاہُ وَامْکُرْ بِمَنْ کَادَہٗ وَاسْتَاْصِلْ مَنْ جَحَدَ حَقَّہٗ وَاسْتَھْزَا بِاَمْرِہٖ وَسَعٰی فِیْ اِطْفَآءِ نُوْرِہٖ وَاَرَادَ اِخْمَادَ ذِکْرِہٖ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی عَلِیِّ نِ الْمُرْتَضٰی وَعَلٰی فَاطِمَۃَ الزَّھْرَآءِ وَعَلَی الْحَسَنِ الرَّضِیِّ وَعَلَی الْحُسَیْنِ الصَّفِیِّ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَوْصِیَآءِ مَصَابِیْحِ الدُّجٰی وَاَعْلَامِ الْھُدٰی وَمَنَارِ التُّقٰی وَالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی وَالْحَبْلِ الْمَتِیْنِ وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَصَلِّ عَلٰی وَلِیِّکَ وَعَلٰی وُلَاۃِ عَھْدِکَ الْاَئِمَّۃِ مِنْ وُلْدِہِ الْقَائِمِیْنَ بِاَمْرِہٖ وَمُدَّ فِیْ اَعْمَارِھِمْ وَزِدْ فِیْ اٰجَالِھِمْ وَبَلِّغْھُمْ اَفْضَلَ اٰمَالِھِمْ

(دلائل الامامۃ، ص ۳۰۰-۳۰۴۔ غیبت طوسی، ص ۲۷۳۔ بحار الانوار، جلد ۹۴، ص ۷۸)

عیسیٰ بن مہدی جوہری کی ضیافت

عیسیٰ بن مہدی جوہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ۲۶۰ ہجری میں سفر حج کیا اور میرا ارادہ تھا کہ میں مدینہ طیبہ بھی ضرور جاؤں گا کیونکہ ہمارے پاس یہ اڑتی ہوئی خبر آئی تھی کہ امام صاحب الزمانؑ کا ظہور ہو چکا ہے۔

اور جب میں کوفہ و مکہ کے درمیانی مقام ''فید'' پر پہنچا تو بیمار ہو گیا اور اسی بیماری کے عالم میں دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش مجھے مچھلی اور کھجور مل جاتی تو کیا ہی بہتر ہوتا۔

اسی حال میں مَیں مدینہ منورہ پہنچا اور اپنے ایمانی بھائیوں سے ملاقاتیں کیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ امام صاحب الزمانؑ کا مقام ''صریا'' میں ظہور ہو چکا ہے۔

چنانچہ میں مقامِ صریا کی طرف روانہ ہوا اور جب میں اس وادی میں پہنچا تو میں

نے کچھ دبلی پتلی بھیڑوں کو محل میں جاتے ہوئے پایا۔ میں محل سے باہر رک گیا اور میں نے وہاں مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھیں اور امام زمانہؑ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے اخلاص قلب سے دعائیں مانگیں۔

اللہ نے میری دعاؤں کو قبول کیا اور اچانک بدر خادم نے مجھے آواز دے کر کہا:

عیسٰی بن مہدی جوہری! اندر آ جاؤ۔

میں نے اذن یاریابی ملنے پر خدا کا شکر کیا اور تکبیر وتہلیل کی۔ جب میں اس محل کے صحن میں پہنچا تو وہاں دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ خادم نے مجھے دسترخوان پر جا کر بٹھا دیا اور مجھ سے کہا:

تمہارے آقا تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم نے مقام فید پر بیماری کی حالت میں جس غذا کی تمنا کی تھی اس وقت وہ غذا تمہارے سامنے رکھی ہے۔ اسے جی بھر کر کھاؤ۔

جب میں نے خادم کی زبانی یہ بات سنی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ صاحب الزمانؑ کی صداقت کی علامت مجھے مل چکی ہے اور یہ ان کی صداقت وامامت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

میں نے کہا کہ جب تک میں اپنے آقا ومولاؑ کو دیکھ نہ لوں اس وقت تک میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔

محل کے ایک گوشے سے صدا بلند ہوئی:

عیسٰی! تم کھانا کھالو پھر مجھے بھی دیکھ لینا۔

میں دسترخوان پر بیٹھ گیا وہاں تازہ تلی ہوئی گرم مچھلی موجود تھی جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی اور اس کے ساتھ ہمارے ہی علاقہ کی کھجوروں جیسی کھجوریں رکھی تھیں اور ایک پیالے میں دودھ بھرا ہوا تھا۔

میں نے اپنے دل میں کہا: کیا بیماری کی حالت میں مجھے یہ غذا نقصان تو نہیں دے گی؟

گوشہ قصر سے صدا بلند ہوئی:

عیسٰی! کیا تو ہمارے فرمان میں شک کرتا ہے اپنے نفع ونقصان کو تو بہتر جانتا ہے یا ہم بہتر جانتے ہیں؟

یہ سن کر میں رونے لگا۔ میں نے خدا سے معافی طلب کی اور میں نے اس غذا کو بے تحاشا کھایا مگر میں نے محسوس کیا کہ غذا ویسے کی ویسے تھی اور میری اشتہا بھی ہنوز قائم تھی۔ مگر مجھے زیادہ کھانا کھانے سے شرم محسوس ہوئی اسی لیے میں نے کھانے سے ہاتھ اٹھالیا۔

پھر گوشہ قصر سے آواز آئی:

عیسٰی! اس میں شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' یہ جنت کا طعام ہے یہ دنیاوی مخلوق کے ہاتھوں سے بنا ہوا نہیں ہے۔

میں نے جی بھر کر کھانا کھایا اور میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ میری طلب پھر بھی باقی ہے۔ پھر میں نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیے اور میں نے کہا:

مولا! بس اب میں نے کافی کھالیا ہے۔

پھر محل کے اندر سے آواز آئی:

اگر کھانا کھا چکے ہو تو اندر چلے آؤ۔

میں نے کہا: مولا! ابھی تو میں نے ہاتھ نہیں دھوئے۔

مولا نے فرمایا: ذرا ہاتھوں کو سونگھ کر تو دیکھو کیا اس میں تمہیں کوئی بدبو محسوس ہوتی ہے؟

جوہری کہتے ہیں کہ جب میں نے ہاتھوں کو سونگھا تو وہ مشک وعنبر کی طرح سے معطر تھے۔ پھر میں محل کے اندرونی حصے میں داخل ہوا اور اپنے آقا ومولا کے قریب گیا تو آپؑ کے چہرے سے ایسا نور ساطع ہوا کہ میری آنکھیں چندھیا گئیں اور میری عقل چکرا گئی۔

آپؑ نے فرمایا:

عیسیٰ، سنو! اگر جھٹلانے والے یہ نہ کہتے کہ وہ کہاں ہیں؟ ان کا ظہور کب ہوگا؟ وہ کب پیدا ہوئے؟ ان کو کس نے دیکھا؟ ان کی طرف سے تمہارے پاس کوئی قاصد بن کر آیا اور انہوں نے تم کو کیا پیغام دیا اور ان سے کون سا معجزہ ظاہر ہوا؟ تو یقین کرو تو تم ہمیں کبھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

خدا کی قسم! لوگوں نے اس طرح کے معجزات امیرالمومنینؑ سے صادر ہوتے ہوئے دیکھے تھے مگر اس کے باوجود لوگوں نے اغیار کو ان پر ترجیح دی تھی اور انہوں نے حضرت علیؑ سے فریب کیا تھا اور آخر کار لوگوں نے انہیں قتل کر دیا اور ہمارے باقی آبائے طاہرینؑ سے بھی لوگوں نے یہی برتاؤ کیا تھا۔ لوگوں نے ان کی صداقت پر اعتماد نہ کیا اور ان کے معجزات دیکھ کر انہیں کاہن و جادوگر کا لقب دیا اور کہا کہ ان کے قبضہ میں جنات ہیں۔ عیسیٰ! جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ ہمارے دوستوں کو جا کر بتا دینا اور اسے ہمارے دشمنوں سے پوشیدہ رکھنا۔

میں نے عرض کیا:

مولاؑ! دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اس پر ثابت قدم رکھے۔

آپؑ نے فرمایا:

اگر تم ثابت قدم نہ ہوتے تو میرا دیدار نہ کر سکتے۔ اچھا اب چلے جاؤ۔

پھر میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوا وہاں سے چلا آیا۔ (الہدایۃ الکبریٰ حضینی (مخطوط)، ص ۷۲۔ تبصرۃ الولی، ص ۱۹۵۔ اثبات الہداۃ، جلد ۳، ص ۷۰۰)

شفائے مریض

ابوالقاسم حلبی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سامرہ میں سخت بیمار ہوا اور بیماری کی شدت سے میں زندگی سے مایوس ہو گیا اور مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ امام صاحب الزمان علیہ السلام کا ایک خادم میرے پاس ایک شیشی لے کر آیا جس میں بنفشہ کا مربہ تھا۔

میں نے اسے کھایا تو فی الفور تندرست ہوگیا۔ (عیون المعجزات، ص ۱۴۴۔ اثبات الہداۃ جلد ۳، ص ۶۹۹)

مال مدفون سے آگاہ کرنا

حسن بن جعفر قزوینی بیان کرتے ہیں کہ ''اہل فانیم'' میں سے ہمارا ایک دوست وصیت کیے بغیر مرگیا جب کہ وہ ایک مالدار شخص تھا۔ اس کے ورثاء کو یہ علم نہ تھا کہ اس نے اپنی دولت کہاں چھپائی ہے۔ چنانچہ اس کے ورثاء نے اس مضمون کا عریضہ ناحیہ مقدس کی طرف روانہ کیا وہاں سے جواب آیا:

اس کی دولت فلاں گھر کے کمرے میں مدفون ہے۔ تم جب اسے ذرا کھودو گے وہ دولت تمہیں مل جائے گی۔

چنانچہ ان لوگوں نے مذکورہ جگہ کی کھدائی کی تو اس میں سے وہ دولت نکل آئی (عیون المعجزات، ص ۱۴۴-۵

امر غائب کی اطلاع دینا

۱۔ محمد بن جعفر کا بیان ہے کہ ہمارا ایک دوست کسی امر کے متعلق مشورہ کر غرض (سے) سامرہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ ''عکبرا'' ہی پہنچا تھا کہ وقت نماز اس نے نماز پڑھنی شروع کی۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے ایک مہر شد کے سامنے رکھا اور خود چلا گیا۔

اور جب وہ مومن نماز سے فارغ ہوا تو اس نے دیکھا کہ خط پر اسی کا نا اس نے مہر توڑ کر خط پڑھا تو اس میں اس کے مسائل کا جواب موجود تھا۔ وہ شکر ادا کر کے واپس آ گیا۔ (عیون المعجزات، ص ۱۴۵)

۲۔ دو دوستوں کی بیویاں حاملہ تھیں۔ دونوں نے امام زمانہ علیہ السلام

تحریر کیے کہ آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد نرینہ عطا فرمائے۔

آپؑ نے ایک کے جواب میں لکھا: حمدان! خدا تمہیں اجر عطا کرے۔

چنانچہ اس کی بیوی کا حمل گر گیا اور دوسرے کو آپؑ نے جواب میں لکھا کہ خدا تمہیں بیٹا عطا کرے گا۔ چنانچہ اسے بیٹا پیدا ہوا۔ (عیون المعجزات، ص ۱۴۵-۱۴۶)

۳- محمد بن احمد کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ تھا جو کہ مجھے ہمیشہ اذیت دیا کرتا تھا۔ میں نے امام صاحب الزمانؑ کو ایک عریضہ تحریر کیا جس میں مَیں نے اس کی شکایت کی تھی۔

امام علیہ السلام کی طرف سے جواب موصول ہوا:

''تم عنقریب اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے''۔

چنانچہ اس جواب کے دوسرے دن وہ مر گیا۔ (عیون المعجزات، ص ۱۴۵-۱۴۶)

گہوارے میں کلام کرنا

علان راوی ہیں کہ ظریف ابونصر خادم کا بیان ہے کہ امام صاحب العصر گہوارے میں لیٹے ہوئے تھے میں ان کے قریب گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا:

میرے پاس سرخ صندل لے آؤ۔ چنانچہ میں ان کے پاس سرخ صندل لے گیا۔

انہوں نے مجھ سے کہا:

مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟

میں نے کہا: آپؑ میرے آقا اور میرے آقا کے فرزند ہیں۔

آپؑ نے فرمایا:

میں نے تجھ سے یہ چیز نہیں پوچھی تھی بلکہ میں تو تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ میں خاتم الاوصیاء ہوں اور میری برکت سے اللہ تعالیٰ میرے خاندان اور میرے شیعوں کے دکھ کو

دور کرے گا۔

(الخرائج' جلد ا' ص ۴۵۸۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۴۹۹)

حضرتؑ کے اونٹ کا آسمان کی طرف پرواز کرنا

یوسف بن احمد جعفری کا بیان ہے کہ مجھے ۳۰۶ ہجری میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ حج کے بعد میں نے تین برس تک مکہ میں قیام کیا۔ تین برس بعد میں نے مکہ کو خیر باد کہا اور شام کی طرف روانہ ہوا۔ دوران سفر مجھ سے نماز فجر قضا ہوگئی۔ سورج نکل آیا۔ میں محمل سے اترا اور وضو کر کے قضا نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں مجھے قریب ہی ایک محمل دکھائی دیا جس میں چار افراد سوار تھے۔ محمل کو دیکھ کر میں تعجب کرنے لگا۔

محمل میں سوار افراد میں سے ایک نے مجھ سے کہا: تو کس بات پر تعجب کر رہا ہے تو نے فجر کی نماز قضا کر دی ہے؟

میں نے کہا: تجھے کس نے بتایا ہے کہ میں نے فجر کی نماز نہیں پڑھی؟

اس نے کہا: کیا تو اپنے امام زمانہؑ کو دیکھنے کا خواہش مند ہے۔

میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر اس نے محمل میں موجود ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے کہا: میں انہیں امام زمانہؑ کیسے مان لوں جب کہ امام زمانہؑ کی کچھ علامات مقرر ہیں۔

محمل میں بیٹھے ہوئے اس شخص نے کہا:

اگر کہو تو یہ اونٹ محمل سمیت آسمان کی طرف پرواز کرے یا پھر اونٹ اپنی جگہ پر کھڑا رہے اور صرف محمل کی طرف پرواز کرے۔ ان میں سے تمہیں جو چیز پسند ہو بیان کرو۔

میں نے کہا: ان دونوں میں سے کوئی بھی علامت دیکھ لوں تو میں انہیں اپنا امام زمانہؑ تسلیم کر لوں گا۔

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اونٹ نے فضا میں پرواز شروع کر دی اور مجھ سے گفتگو کرنے والے نے جسے امام زمانہؑ کہا تھا اس کا رنگ گندمی تھا اور اس کی پیشانی پر سجدوں کا نشان تھا۔ (الخرائج' جلد' ص ۴۶۶۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۶۸۴)

اودی کا واقعہ

ابوالقاسم علی بن احمد خدیجی الکوفی کہتے ہیں کہ مجھ سے اودی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں طواف کعبہ میں مصروف تھا۔ میں نے چھ طواف کر لیے اور ساتویں طواف کا ارادہ کیا ہی تھا کہ مجھے ایک گروہ دکھائی دیا جن میں ایک بارعب جوان تھا جو کہ انتہائی حسین و جمیل تھا اور لوگ اس کی زیارت کے لیے اس کے گرد جمع تھے اور وہ بیٹھ کر گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں اس سے زیادہ شیریں مقال شخص کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جوان کی خوش بیانی نے مجھے متاثر کیا اور میں ان سے شرف کلام حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ مگر لوگوں نے مجھے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

ایک شخص نے کہا: یہ فرزند رسولؐ ہیں۔ سال میں ایک بار لوگوں کو اپنا جلوہ دکھاتے ہیں اور مخصوصین سے گفتگو کرتے ہیں۔

بہرحال میں نے ان سے کہا کہ میرے آقا و مولاؑ! خدا کرے کہ آپؑ کی ہدایتوں کا یہ سلسلہ قائم رہے۔ ایک ہدایت چاہنے والا حاضر خدمت ہے اس کی ہدایت فرمائیں۔

یہ سن کر انہوں نے چند کنکر اٹھا کر میری مٹھی میں دیئے۔ میں انہیں لے کر مجمع سے باہر آیا۔ وہاں پر کھڑے ہوئے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ فرزندِ رسولؐ نے تجھے کیا دیا ہے؟

میں نے کہا: انہوں نے چند سنگریزے دیئے ہیں۔ پھر میں نے اسے دکھانے کے لیے مٹھی کھولی تو وہ سونے کی ڈلیوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔

اس وقت اس جوان نے مجھ سے فرمایا:

اب تجھ پر ہماری حجت واضح ہو چکی ہے اور امید ہے کہ تیری بے بصیرتی دم توڑ گئی ہوگی۔ اب تو نے مجھے پہچانا کہ میں کون ہوں؟

میں نے کہا: حضرت آپ اپنا تعارف اپنی زبان سے ہی کرا دیں تو بہتر ہوگا۔

انہوں نے فرمایا:

میں مہدی ہوں، میں قائم الزمان ہوں اور ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو میں ہی عدل و انصاف سے پُر کرنے والا ہوں۔ زمین حجت کے وجود سے خالی نہیں رہتی۔ یہ لوگ فترت کے عرصہ میں زیادہ دیر تک باقی نہیں رہیں گے اور تو نے جو کچھ دیکھا ہے اپنے اہلِ حق بھائیوں کو اس سے آگاہ کر دینا۔

(کمال الدین، ص ۴۴۴۔ غیبت طوسی، ص ۲۵۳۔ الخرائج، جلد ۲، ص ۸۴۷)

قاسم بن علاء کو موت کی خبر دینا

ابو عبداللہ صفوانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم بن علاء کو اس وقت دیکھا تھا جب ان کی عمر ایک سو سترہ برس کی تھی۔ ۸۰ سال تک ان کی بصارت صحیح رہی تھی اور جب ۸۰ سال پورے ہوئے تو ان کی بینائی ختم ہو گئی البتہ مرنے سے ایک ہفتہ قبل ان کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ انہوں نے امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہم السلام سے فیض حاصل کیا تھا۔

میں ان کے پاس آذربائیجان کے شہر ''ارّان'' میں موجود تھا۔ اس دور میں ان کے پاس ابو جعفر محمد بن عثمان عمری اور ابوالقاسم حسین بن روح کے ذریعہ سے امام زمانہؑ کی توقیعات آیا کرتی تھیں لیکن ایک بار ایسا ہوا کہ پورے دو ماہ تک ان کے پاس امام زمانہؑ کا کوئی خط نہ آیا۔

ایک دن ہم ان کے پاس دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کا دربان خوش ہو کر اندر آیا اور اس نے کہا: قاصدِ عراق آ گیا ہے۔

یہ سن کر قاسم بے حد خوش ہوئے اور انہوں نے اس خوشی میں سجدۂ شکر ادا کیا پھر ایک پستہ قد اور کمزور جسم رکھنے والا شخص اندر آیا۔ اس کے جسم پر اونی جبہ تھا اور اس نے مخملی جوتی پہنی ہوئی تھی اور اس کے کندھے پر ایک تھیلا تھا۔

قاسم نے پیرانہ سالی کے باوجود قاصد کا اٹھ کر استقبال کیا اور اسے گلے لگایا اور اس کے تھیلے کو اتار کر زمین پر رکھا۔ پھر انہون نے طشت اور پانی طلب کیا۔ قاصد کے ہاتھ دھلائے اور اپنے پہلو میں بٹھا کر اسے کھانا کھلایا۔

اس کے بعد قاصد نے تھیلے سے ایک خط نکال کر قاسم کے حوالے کیا جو کہ آدھے صفحہ تک لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے خط لے کر پہلے تو اسے آنکھوں پر لگایا پھر اسے منہ سے بوسہ دیا اور اس کے بعد انہوں نے وہ خط اپنے کاتب ابوعبداللہ بن ابی سلمہ کے پڑھنے کے لیے دیا۔

کاتب نے خط لے کر پڑھنا شروع کیا اور خط میں کوئی ایسی تحریر تھی جسے پڑھ کر کاتب رونے لگا۔ جب قاسم نے کاتب کی ہچکیاں سنیں تو انہوں نے کہا: کیوں خیر تو ہے روتے کیوں ہو؟

کاتب نے بتایا کہ امام صاحب العصر علیہ السلام نے اس خط میں لکھا ہے کہ اس خط کے موصول ہونے کے چالیس دن بعد تمہارا انتقال ہو جائے گا اور اس کے ساتھ امام علیہ السلام نے تمہارے لیے کفن بھی روانہ کیا ہے۔

قاسم نے کہا: بھلا یہ بتاؤ کیا میرا دین تو سلامت ہوگا؟

کاتب نے کہا: جی ہاں' آپ کو دین کی سلامتی کے عالم میں موت نصیب ہوگی۔

یہ سننا تھا کہ قاسم ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ اتنی طویل عمر جینے کے بعد میں مزید جی کر کیا کروں گا؟

اس کے بعد قاصد نے تھیلے سے تین چادریں اور ایک سرخ یمنی چادر ایک عمامہ دو کپڑے اور ایک رومال نکال کر قاسم کے حوالے کیا جب کہ قاسم کے پاس پہلے سے ایک

قیس موجود تھی جو انہیں امام علی نقی علیہ السلام نے عنایت فرمائی ۔

قاسم کا امور دنیا میں ایک شخص بڑا دوست تھا لیکن وہ مذہبی طور پر ناصبی تھا اور اس کا نام عبدالرحمٰن بن محمد شیزی تھا۔ قاسم نے کہا کہ تم میرے اس دوست کو یہاں بلاؤ اور اسے یہ خط سناؤ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ وہ سیدھے راستے پر آ جائے۔

حاضرین نے کہا: آپ بھی عجیب باتیں کرتے ہیں اس طرح کی پیشین گوئیوں کو تو شیعوں کی اکثریت بھی برداشت نہیں کر سکتی تو اسے وہ ناصبی کیا برداشت کرے گا۔

قاسم بن علاء نے کہا: کچھ بھی ہو تم اسے ضرور بلاؤ اور اسے یہ خط پڑھ کر سناؤ۔ الغرض اسے بلایا گیا۔ قاسم نے وہ خط اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا: اسے پڑھو اس خط کو میرے امام زمانہؑ نے تحریر کیا ہے۔

جب عبدالرحمٰن خط پڑھ چکا تو اس نے قاسم سے کہا:

ابو محمد! خدا سے ڈرو۔ تم تو اچھے خاصے فاضل انسان ہو۔ خدا نے تمہیں عقل عط کی ہے اور تم ایسی باتوں کو ماننے پر تلے ہوئے ہو جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (لقمان: ۳۴)

''کوئی نہیں جانتا کہ کل کو اس کے حالات کیا ہوں گے اور کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ کس زمین پر مرے گا''۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا (الجن: ۲۶)

''وہ غیب کے جاننے والا ہے اور اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا''۔

یہ سن کر قاسم ہنس پڑے اور کہنے لگے بھائی آیت کو مکمل پڑھیں۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ - لیکن وہ اپنے رسول میں سے جسے منتخب کرے تو اس کے سامنے غیب ظاہر کر دیتا ہے۔

اور میرا امام رسول کا منتخب کردہ فرد ہے۔ اب تم ایسا کرو کہ اس خط میں میری موت کی جو تاریخ لکھی گئی ہے تم وہ تاریخ اپنے پاس لکھ لو۔ اگر میں بیان کردہ تاریخ سے پہلے مر گیا یا اس تاریخ کے بعد مرا تو سمجھ لینا کہ میں باطل پر تھا اور اگر میں معینہ تاریخ پر مروں تو اپنے متعلق خود فیصلہ کر لینا۔

الغرض عبدالرحمٰن نے وہ تاریخ لکھ لی اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ خط موصول ہونے کے ساتویں روز قاسم بخار میں مبتلا ہوئے۔ روزانہ مرض میں شدت پیدا ہوتی گئی۔ پھر اس کی معین کردہ تاریخ سے سات دن قبل ہم ان کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے اپنی آستین سے اپنی آنکھوں کو صاف کیا تو ان کی آنکھوں سے گوشت کے پانی جیسا مادہ برآمد ہوا۔ اس کے بعد ان کی دونوں آنکھیں اچانک ٹھیک ہو گئیں۔

پھر انھوں نے وہاں پر موجود اپنے بیٹے حسن کی طرف دیکھا اور کہا: حسن ادھر آؤ۔ اور حامد اور علی تم بھی ادھر آؤ اور آ کر دیکھو میری آنکھیں غیر متوقع طور پر ٹھیک ہو گئی ہیں۔

ان کے تمام بچے دوڑ کر ان کے پاس گئے اور انہوں نے ان کی پتلیوں کو دیکھا تو وہ صاف اور شفاف دکھائی دیں۔

پھر انہوں نے باری باری ہر ایک پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ تم فلاں ہو، تم فلاں ہو۔ یہ بات پورے علاقے میں پھیل گئی۔ لوگ بڑی تعداد میں انہیں دیکھنے کے لیے آنے لگے۔ یہاں تک کہ بغداد کا قاضی القضاۃ ابوالسائب عتبہ بن عبید اللہ مسعودی بھی انہیں دیکھنے کے لیے آیا اور اس نے امتحان کی غرض سے کہا:

ابو محمد! دیکھو میرے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟

قاسم نے کہا: آپ کے ہاتھ میں فیروزہ کی ایک انگشتری ہے اور اس پر تین

سطریں لکھی ہوئی ہیں۔

قاضی نے کہا: آپ یہ سطریں پڑھ کر سنائیں۔

قاسم نے کہا: میں انھیں پڑھنے سے معذور ہوں۔

اس کے بعد وہ اپنے فرزند حسن سے مخاطب ہوئے اور کہا:

بیٹے! معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک مرتبہ و مقام دینے والا ہے اور اگر وہ تمہیں کوئی منصب عطا کرے تو شکر کے ساتھ اسے قبول کر لینا۔

حسن نے کہا: بابا جان! میں اس پر خدا کا شکر ادا کروں گا۔

پھر انہوں نے حسن کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

خدایا! حسن کو اپنی اطاعت کا الہام فرما اور اسے اپنی معصیت سے دور رکھ۔

پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے وصیت نامہ لکھا اور انہوں نے اپنی جائیداد امام صاحب الزمانؑ کے لیے وقف کر دی اور انہوں نے وصیت میں کہا:

اے فرزند! اگر تم نے خود کو حضرت صاحب العصرؑ کی وکالت کا اہل ثابت کیا تو میری ''فرجیدہ'' کی جائیداد کی نصف آمدنی تمہارے اخراجات کے لیے ہوگی۔ اس کے علاوہ میری تمام تر جائیداد امام علیہ السلام کی ملکیت ہوگی اور اگر تم نے اپنے آپ کو مولا کی وکالت کا اہل ثابت نہ کیا تو پھر تمہارا اس جائیداد سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

بہرنوع جب چالیسواں روز ہوا تو طلوع فجر کے وقت قاسم نے اپنی جان خداوند کائنات کے حوالے کر دی۔

عبدالرحمٰن دوڑتا ہوا آیا اور وہ بازاروں میں سر و پا برہنہ دوڑتا اور چیخیں مارتے ہوئے آیا اور وہ زار و قطار رو رو کر کہہ رہا تھا: ''ہائے میرے سردار!''

جب لوگوں نے عبدالرحمٰن کی یہ حالت دیکھی تو انہیں بڑا تعجب ہوا اور اس سے لوگوں نے کہا کہ تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے؟

اس نے کہا: جو کچھ میں دیکھ چکا ہوں تم نے وہ کچھ نہیں دیکھا۔ پھر اس نے اپنے

سابقہ مذہب کو خیر باد کہا اور مذہب شیعہ اختیار کیا اور اس نے بھی اپنی جائیداد کا بڑا حصہ امام صاحب العصرؑ کے لیے وقف کر دیا۔

الغرض کچھ عرصہ بعد اس کے فرزند حسن کو امام علیہ السلام کا یہ خط موصول ہوا:

اللہ تجھے اپنی اطاعت کا الہام فرمائے اور اپنی معصیت سے دور رکھے۔ ہم نے تمہیں تیرے والد کا منصب سپرد کر دیا ہے اور ان کے کردار کو تمہارے لئے مثال بنا دیا ہے۔ (الخرائج' جلد ا' ص ۴۶۷۔ غیبت طوسی' ص ۳۱۰)

ابوسورہ کو شرف دیدار کرانا

راوندی رقم طراز ہیں کہ ابوسورہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور وہ زیدی مسلک کے پیروکار تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں شب عرفہ کربلا معلّٰی گیا اور میں نے نماز عشاء حائر امام حسین علیہ السلام میں ادا کی۔ اتنے میں ایک حسین و جمیل نوجوان آیا اور اس نے بھی وہاں نماز پڑھی اور مجھ سے پہلے اس نے اپنی نماز مکمل کر لی اور جب صبح ہوئی اور ہم باب حائر سے اکٹھے باہر آئے اور ہم دریائے فرات کے کنارے پر پہنچے۔ جوان نے مجھ سے کہا کہ کیا تم کوفہ جاؤ گے؟

میں نے کہا: جی ہاں' میں کوفہ جاؤں گا۔

پھر جوان نے کہا: میں بھی کوفہ جاؤں گا۔

میں نے کہا: میں تو فرات کا کنارہ لے کر ہی کوفہ جاؤں گا۔

نوجوان نے کہا: مگر میں خشکی کے راستہ سے کوفہ جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے کنارِ دریا کا راستہ اختیار کیا اور نوجوان نے خشکی کا راستہ لیا۔ ابھی میں چند قدم چلا تھا کہ دل میں خیال کیا کہ کیوں نہ اس نوجوان کی رفاقت اختیار کی جائے۔ چنانچہ میں نے اپنا راستہ بدل دیا اور نوجوان کے ساتھ راستہ چلنے لگا۔ جب ہم ''قلعہ مسناۃ'' کے کھنڈرات کے قریب پہنچے تو ہم نے وہاں کچھ دیر آرام کیا۔ پھر کچھ دیر بعد ہم وہاں سے روانہ ہو کر جبل

خندق کے قریب مقام غری پر پہنچے اس وقت نوجوان نے مجھ سے کہا:

آپ تنگ دستی میں مبتلا ہیں جب کہ آپ کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں لہٰذا اب جیسے ہی کوفہ پہنچو تو سیدھے ابوطاہر زراری کے دروازے پر چلے جانا اور وہاں پہنچ کر دستک دینا۔ وہ باہر آئے گا اس وقت اس کے ہاتھ پر جانور کا خون لگا ہوا ہوگا۔ اس سے کہنا کہ مجھے ایک جوان نے بھیجا ہے جس کی یہ یہ نشانی ہے اور اس نے تجھ سے کہا ہے کہ تو نے ہمارے لیے جو تھیلی چارپائی کے پائے کے نیچے دفن کر کے رکھی ہے وہ میرے سپرد کر دو۔ پھر وہ تھیلی تم لے لینا اور اس سے اپنے اخراجات پورے کرنا۔

ابوسورہ کہتے ہیں کہ میں نے جوان کے فرمان پر عمل کیا اور میں نے زراری کے دروازے پر دستک دی تو اس وقت وہ گھر میں ایک بکرا ذبح کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے اندر سے پوچھا کہ باہر کون ہے؟

میں نے کہا: میں ابوسورہ ہوں۔

اس نے کہا: میں کسی ابوسورہ نامی شخص سے واقف نہیں ہوں۔

میں نے کہا: تم باہر آؤ اور پیغام سنو۔ چنانچہ وہ باہر آیا اور میں نے اسے نوجوان کا پیغام دیا تو اس نے میرے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور کہا:

جانتے ہو وہ نوجوان کون تھا؟

میں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس نے کہا: وہی تو امام صاحب الزمانؑ تھے۔ میں نے کچھ رقم ان کی نذر کر کے رکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے تمہیں بھیج دیا۔ یہ کہہ کر وہ گھر میں گیا اور رقم کی ایک تھیلی لا کر میرے سپرد کی۔

اس واقعہ کے بعد ابوسورہ نے مسلک زیدی سے علیحدگی اختیار کر لی اور مذہب امامیہ کی پیروکاری کا شرف اختیار کر لیا۔

(الخرائج، جلد ۱، ص ۴۷۱۔ الثاقب فی المناقب، ص ۵۹۷)

ناحیہ پر اعتراض کیوں کرتے ہو؟

حسن بن عبداللہ بن حمدان ناصرالدولہ نے ایک مرتبہ اپنی محفل میں کہا کہ پہلے میں بھی ناحیہ مبارکہ (بارگاہ امام زمانہؑ) کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور میں اس کا مذاق اڑاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن میں نے اپنے چچا حسین کے سامنے ''ناحیہ'' کا مذاق اڑایا تو میرے چچا نے مجھ سے کہا:

بیٹا! ایک زمانہ تھا کہ میں بھی تمہاری طرح سے ناحیہ کا منکر تھا اور اس کا مذاق اڑاتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ میں ناحیہ کا ادب کرتا ہوں اور اس پر ایمان رکھتا ہوں۔

پھر انہوں نے مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا۔

ایک مرتبہ مجھے قم کی حکومت پر مامور کیا گیا اور مجھ سے پہلے سلطان نے جتنے افراد کو بھی ''قم'' کی حکومت کا پروانہ دیا تھا اہل قم نے کسی کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا اور انہوں نے سب کو ہی وہاں سے بھگا دیا۔

چنانچہ سلطان نے مجھے ایک فوج سپرد کی اور میں قم کی جانب چل پڑا اور جب میں راستے میں مقام ''طرز'' پر پہنچا تو میں ایک دن شکار کے لیے نکل پڑا۔ شکار کا تعاقب کرتے کرتے راستے میں ایک نہر آئی اور میں جتنا آگے بڑھتا اس نہر کے پاٹ میں اتنا ہی اضافہ ہوتا گیا۔ الغرض میری تمام فوج مجھ سے کوسوں پیچھے رہ گئی اور میں اس نہر کے کنارے اکیلا رہ گیا۔ اسی اثناء میں مَیں نے ایک شخص کو دیکھا جو سرخ گھوڑے پر سوار تھا اور اس نے سبز عمامہ باندھا ہوا تھا اور اس نے عمامہ سے اپنا پورا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ صرف اس کی آنکھیں ہی دکھائی دیتی تھیں۔ اس نے مجھے آواز دے کر کہا:

حسین! (اس نے نہ تو مجھے امیر کہا اور نہ ہی مجھے میری کنیت سے مخاطب کیا) میں اس کے تحکمانہ لہجہ سے مرعوب ہوا۔ میں نے کہا: حکم فرمائیں۔

اس نے کہا: تم ناحیہ کا مذاق کیوں اڑاتے ہو اور میرے ساتھیوں کو اپنے مال کا

خمس کیوں نہیں دیتے؟

حسین کہتے ہیں اگرچہ میں ایک نڈر اور بے باک انسان تھا مگر اس سوار کی مجھ پر ہیبت اتنی طاری ہوئی کہ میرے جسم کا رواں رواں کانپنے لگا اور میں نے کہا: میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

پھر انہوں نے کہا: اچھا اب تم ''قم'' روانہ ہو جاؤ اور وہاں سے تمہیں جو کچھ حاصل ہو اس کا خمس ضرور ادا کرنا۔

میں نے کہا: آپ کے فرمان کی اطاعت کی جائے گی۔

پھر انہوں نے کہا: اچھا جاؤ خدا تمہاری رہنمائی فرمائے۔

اس کے بعد میں نے اپنے گھوڑے کو واپس موڑا اور پھر چند لحات کے بعد میں نے دائیں بائیں دیکھا تو وہ نوجوان مجھے کہیں دکھائی نہ دیا۔ پھر میں اپنے لشکر کے پاس چلا آیا اور چند دنوں بعد میرے ذہن سے اس واقعہ کی یاد ختم ہوگئی۔

میں قم پہنچا جہاں اہلِ قم نے خلاف توقع میرا پُرتپاک استقبال کیا اور انہوں نے کہا: آپ سے پہلے یہاں جتنے حاکم آئے ہم نے ان سے جنگ کی ہے لیکن ہم آپ سے کوئی اختلاف نہیں کرتے' آپ شہر تشریف لے چلیں اور وہاں کا انتظام سنبھالیں۔

چنانچہ میں ایک طویل عرصہ تک وہاں حکومت کرتا رہا اور میں نے وہاں سے بے حساب دولت جمع کی۔ پھر میرے ہی لشکر کے کچھ سرداروں نے سلطان سے میرا شکوہ کیا اور اس نے مجھے وہاں کی حکومت سے معزول کر دیا اور مجھے بغداد واپس آنا پڑا۔ بغداد آ کر میں نے پہلے سلطان کے ہاں حاضری دی اور پھر وہاں سے فارغ ہو کر اپنے گھر آیا۔ لوگ میری آمد کا سن کر مجھ سے ملنے کے لیے آئے اور ان ملنے والوں میں محمد بن عثمان عمری بھی شامل تھا۔ ہر ملنے والا آتا اور کچھ دیر بیٹھ کر چلا جاتا جب کہ محمد بن عثمان عمری کافی دیر تک بیٹھے رہے جس سے مجھے اذیت سی محسوس ہوئی۔ جب لوگ اٹھ کر چلے گئے تو انہوں نے مجھ سے کہا:

میں نے تم سے خلوت میں ایک بات کرنی ہے۔

میں نے کہا: فرمایئے۔

انہوں نے کہا: میں تمہیں یاد دلانے آیا ہوں کہ جب تم شکار کا تعاقب کرتے ہوئے نہر کے کنارے جا رہے تھے تو وہاں ایک سرخ گھوڑے پر سوار ایک شخص سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی۔ اب انہوں نے مجھے یہ پیغام دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میں نے اپنے وعدہ پورا کر دیا' اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔

یہ پیغام جیسے ہی میں نے سنا تو مجھے اپنی زندگی کا وہ اہم واقعہ یاد آ گیا اور میرے پورے وجود پر لرزہ چھا گیا اور میں نے کہا: سر آنکھوں پر میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

پھر میں اٹھا اور محمد بن عثمان عمری کے ہاتھ سے پکڑ کر انہیں اپنے خزانے میں لے گیا اور میں نے کہا کہ میرا سارا خزانہ حاضر ہے۔ آپ اس میں خمس کا حساب کریں اور جتنا بھی خمس بنے وہ آپ لے جائیں۔

چنانچہ اس واقعہ کے بعد میرے نزدیک صاحب العصرؑ کا جو یقینی بن گیا اور مجھے ان کے متعلق کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا۔

حسن بن عبداللہ بن حمدان کہتے ہیں کہ جب میں نے اپنے چچا سے یہ واقعہ سنا تو مجھے بھی امامِ زمانہؑ کے متعلق یقین ہو گیا۔ (الخرائج' جلد ا' ص ۴۷۲۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۵۰۰۔ الوسائل' جلد ۶' ص ۳۷۷۔ اثبات الہداۃ' جلد ۳' ص ۶۹۴)

امام زمانہؑ کے ہاتھوں حجر اسود کی تنصیب

تاریخ اسلام عجیب وغریب واقعات سے بھری پڑی ہے اور مسلمان کہلانے والوں نے کئی بار اسلام اور شعائر اسلام کی توہین کی۔ چنانچہ ایک ایسا ہی واقعہ ۳۱۷ ہجری میں پیش کیا جب فرقہ قرامطہ نے ایک مسلح کارروائی کر کے بیت اللہ سے حجر اسود کو نکالا اور اسے اپنے ہیڈ کوارٹر ''ہجر'' لے گئے۔ پھر بڑی جدوجہد کے بعد آخر کار قرامطہ نے

حجر اسود ۳۳۹ ہجری میں واپس کیا اور پھر اسے اصلی مقام پر نصب کیا گیا۔

چنانچہ اس دور کے ایک شخص ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ کا بیان ہے کہ میں نے ۳۳۷ھ میں حج کے ارادہ سے سفر کیا اور سفر کرتے ہوئے بغداد پہنچا۔ اس سال قرامطہ نے حجر اسود واپس کیا تھا اور حج کے ساتھ ساتھ میری سب سے بڑی خواہش تھی کہ میں حجر اسود کی تنصیب کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں کیونکہ میں نے بزرگان دین سے یہ سن رکھا تھا کہ حجر اسود کی تنصیب ہمیشہ معصوم ہاتھوں سے عمل میں آتی ہے۔ اور اگر کوئی غیر معصوم اسے نصب کرنا چاہے تو وہ تزلزل میں آجاتا ہے اور نصب ہونے میں نہیں آتا۔ کیونکہ حجاج بن یوسف کے دور میں بھی جب حجر اسود کو نصب کرنے کی کوشش کی گئی تھی تو حجر اسود مضطرب ہو جاتا تھا اور نصب ہونے میں نہیں آتا تھا۔ آخر کار وارث کعبہ امام علی زین العابدین علیہ السلام نے جب اسے نصب کیا تھا تو وہ اپنے مقام پر قائم ہو گیا تھا۔

چنانچہ اس بار بھی مجھے یقین تھا کہ حجر اسود امام زمانہؑ کے ہاتھوں سے ہی نصب ہوگا۔ اسی لیے میں نے اس سال حج کا قصد کیا تا کہ حج کی سعادت بھی حاصل ہو جائے گی اور اس ذریعہ سے امام زمانہؑ کی زیارت بھی نصیب ہو جائے گی۔

چنانچہ جب میں سفر کر کے بغداد پہنچا تو میں سخت بیمار ہو گیا اور بیماری نے اتنا طول کھینچا کہ مجھے اپنی موت دکھائی دینے لگی اور میں نے سمجھ لیا کہ میں اس سے جانبر نہ ہو سکوں گا۔ چنانچہ مجبور ہو کر مجھے ارادہ حج بدلنا پڑ گیا اور میں نے ابن ہشام کو اپنا نائب بنایا اور اسے ایک خط لکھ کر دیا جس میں مَیں نے امام زمانہؑ کے نام یہ عرض کیا کہ کیا اس بیماری میں میری موت واقع ہو گی یا نہیں؟

میں نے اپنے نائب حج سے کہا کہ یہ خط صرف اس شخص کو دینا جو حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرے اور ان سے اس خط کا جواب بھی ضرور حاصل کرنا۔

ابن ہشام میری طرف سے نائب بن کر گیا اور اس نے واپس آ کر مجھ سے یہ بیان کیا کہ بغداد سے مکہ پہنچا اور جب حجر اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو میں نے

خانہ کعبہ کے محافظوں سے ملاقات کی اور انہیں اپنی طرف سے کچھ نذرانہ بھی پیش کیا تا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ رکھیں اور مجھے ایسی جگہ پر کھڑا کریں جہاں سے میں حجر اسود کی تنصیب کو اچھی طرح سے دیکھ سکوں چنانچہ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ کھڑا کیا اور مجھے لوگوں کے ازدہام سے محفوظ رکھا۔ پھر میں نے یہ منظر دیکھا کہ بہت سے لوگوں نے یکے بعد دیگرے حجر اسود کو نصب کرنے کی کوشش کی لیکن حجر اسود اپنی جگہ پر نہ ٹھہرا۔ پھر اچانک ایک سرخ و سفید خوبصورت نوجوان آگے بڑھا اور اس نے حجر اسود کو اٹھا کر اس کے مقام پر نصب کر دیا اور جیسے ہی اس نوجوان نے اسے نصب کیا تو حجر اسود اپنے مقام پر ٹھہر گیا اور اس میں کسی طرح کی لرزش پیدا نہ ہوئی۔

جب حجر اسود اپنے مقام پر نصب ہو گیا تو ہر طرف سے خوشی اور مسرت کی آوازیں بلند ہوئیں اور پھر وہ نوجوان وہاں سے دروازے کی طرف واپس ہوا۔ میں بھی اس کے پیچھے چل دیا اور میں نے وہاں کھڑے ہوئے لوگوں کو پاگلوں کی طرح سے دھکیلنا شروع کیا۔ بہرنوع لوگوں نے مجھے راستہ دیا اور میں مسلسل اس نوجوان پر نظریں گاڑے تیزی سے اس کے پیچھے چلنے لگا۔ آخر کار وہ جوان لوگوں کے ہجوم سے باہر آیا تو دُور ایک جگہ پر جا کر وہ رک گیا اور اس نے مجھ سے کہا:

لاؤ تم کیا لائے ہو؟

میں نے ابن قولویہ کا وہ خط ان کے سپرد کیا۔ انہوں نے خط پڑھے بغیر فرمایا:

اس سے کہہ دو کہ اس بیماری سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے البتہ جو چیز یقینی (موت) ہے وہ تیس برس بعد واقع ہو گی۔

حضرتؑ کے حضور کھڑے ہو کر فرط عقیدت سے میرے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے اور میں رعب امامت سے اتنا مرعوب ہوا کہ ان سے کوئی دوسری بات نہ کر سکا۔ پھر وہ مجھے بے حس و حرکت کھڑا چھوڑ کر میری نگاہوں سے غائب ہو گئے۔

ابوالقاسم جعفر کا بیان ہے کہ وہاں سے لوٹ کر ابن ہشام نے مجھے یہ واقعہ سنایا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے تیس برس بعد جب ابوالقاسم جعفر بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنے تمام معاملات کو سمیٹا اور اپنے لیے تکفین و تدفین کا انتظام کیا اور وصیت نامہ لکھا۔

لوگوں نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں ہمیں امید ہے کہ آپ جلد ہی صحت یاب ہو جائیں گے۔

انہوں نے کہا کہ اب صحت یابی کی کوئی امید نہیں ہے کیونکہ میرے مولا نے آج سے کئی برس قبل مجھے میری موت سے آگاہ کر دیا تھا۔

چنانچہ وہی بیماری ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی اور اسی میں انہوں نے وفات پائی۔ (الخرائج' جلد ا' ص ۴۷۵۔ فرج المہموم' ص ۲۵۴-۲۵۵۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۵۰۲۔ بحار الانوار' جلد ۹۹' ص ۲۲۶)

میاں بیوی کی ناچاقی دُور ہونے کی پیشین گوئی

ابو غالب زراری کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ میں بنو ہلال کے ایک خزاز گھرانے میں شادی کی۔ میری بیوی ہر لحاظ سے مثالی بیوی تھی۔ چنانچہ میں اپنی زندگی پر بڑا مطمئن تھا۔ لیکن ایک بار ہمارے درمیان تو تکار ہوئی جس کی وجہ سے میری بیوی روٹھ کر اپنے میکے چلی گئی۔

میں نے اسے واپس لانے کی بڑی کوشش کی لیکن ہر بار اس کے بھائی آڑے آئے اور میری بیوی کو واپس بھیجنے سے انکار کرتے رہے۔ پھر میں قصد زیارت کے لیے بغداد گیا اور میں نے وہاں امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی علیہم السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اور پھر میں نے امام زمانہؑ کے سفیر خاص ابوالقاسم حسین بن روح سے ملاقات کی۔ اس دور میں وہ حاکم کے خوف سے ایک جگہ پنہاں تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے امام زمانہ کے حضور ایک عریضہ بھیجنا ہے۔

انہوں نے مجھے ایک کاغذ دیا جس میں مَیں نے امام زمانہؑ سے درخواست کی کہ آپ ہماری ناچاقی کو دور کرا دیں اور ہم میں سابقہ محبت والفت پیدا کر دیں۔

عریضہ کے آخر میں مَیں نے اپنا نام لکھا اور وہ عریضہ حضرت حسین بن روح کے سپرد کیا اور خود ائمہ ہدیٰ کی زیارت کے لیے سامرہ چلا گیا اور سامرہ سے واپسی پر میں نے حسین بن روح سے ملاقات کی۔ انہوں نے ایک رقعہ میرے حوالے کیا جس میں باریک قلم سے یہ الفاظ تحریر تھے:

''زراری سے کہہ دو کہ عنقریب اللہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان صلح کرا دے گا''۔

رقعہ کی تحریر پڑھنے کے بعد میں واپس کوفہ آیا اور جیسے ہی میں کوفہ پہنچا تو میری بیوی کے بھائی میرے پاس آئے اور انہوں نے اپنے طرزِ عمل کی مجھ سے معافی طلب کی اور میری بیوی کو میرے گھر بھیج دیا۔

اس کے بعد جب تک میری بیوی زندہ رہی اس نے کبھی مجھ سے جھگڑا نہ کیا اور نہ ہی اس نے کبھی کوئی ناجائز فرمائش کی۔ اور اس نے اپنی پوری زندگی اطاعت و وفا میں گزار دی۔ (الخرائج والجرائح، جلد ا، ص ۴۷۹)

ابو محمد دلجی پر عتاب

مرحوم راوندی رقم طراز ہیں کہ ابو محمد دلجی ایک محدث تھے اور خدا نے ان کو دو بیٹے دیے تھے ان میں ایک بیٹا دیندار تھا اور اس کا نام ابوالحسن تھا اور وہ مُردوں کو غسل دیتا تھا جب کہ دوسرا بیٹا بدکار اور بدچلن تھا۔

ابو محمد دلجی کو ایک شخص نے رقم دی کہ وہ اس سے امام صاحب الزمان علیہ السلام کی طرف سے مناسکِ حج ادا کرے۔ اس دور میں شیعوں میں اس کا رواج تھا۔ ابو محمد نے اس رقم کا کچھ حصہ اپنے بدچلن بیٹے کو دے دیا اور خود امام زمانہؑ کی نیابت میں حج کرنے

کے لیے چلا گیا۔ چنانچہ جب وہ وقوف عرفات میں مصروف تھا کہ ایک طرف سے ایک نوجوان دکھائی دیئے جن کا رنگ گندمی تھا اور وہ دعا اور تضرع میں مصروف تھے اور پھر وہی جوان شیخ دلجی کے قریب آئے اور ان کے آتے ہی وہاں پر موجود افراد اِدھر اُدھر چلے گئے۔ انہوں نے شیخ کو مخاطب کر کے کہا:

اے شیخ! کیا تجھے شرم نہیں آتی؟

دلجی نے پوچھا: میرے سردار! کس بات کی شرم؟

انہوں نے کہا: ایک شخص کی طرف سے حج کے لیے رقم دی گئی اور تو نے اس میں سے کچھ حصّہ اپنے بدکار بیٹے کے سپرد کر دیا جو کہ شراب پیتا ہے۔ تیری اس لاپرواہی کی وجہ سے تیری یہ آنکھ ضائع ہو جائے گی۔ (یہ کہہ کر انہوں نے شیخ کی ایک آنکھ کی طرف اشارہ کیا)

راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے چالیس دن بعد شیخ کی آنکھ میں زخم ہوا اور اس کی آنکھ ضائع ہو گئی۔ (الخرائج، جلد ۱، ص ۴۸۰۔ فرج المہموم، ص ۲۵۶۔ مستدرک الوسائل، جلد ۸، ص ۷۰۔ وسائل، جلد ۸، ص ۱۴۷)

اہلِ ہمدان کے شیعہ ہونے کی وجہ

راوندی مرحوم لکھتے ہیں کہ ہماری جماعت کا بیان ہے کہ ہم ہمدان شہر میں گئے تو وہاں کے باشندوں کو عقیدہ امامت سے وابستہ پایا۔ ہم نے ان سے ان کے عقیدۂ تشیع کا سبب پوچھا تو ان لوگوں نے بیان کیا کہ ہمارے ایک بزرگ ایک سال حج پر گئے تھے اور وہ باقی اہلِ قافلہ سے بہت پہلے واپس آ گئے تھے۔

ہم نے ان سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاید حج پر ہی نہیں گئے اور آپ عراق سے ہی واپس یہاں آ گئے ہیں!!

اس بزرگ نے کہا: نہیں ایسی بات نہیں ہے میں نے حج کی سعادت حاصل کی

اور میرے شہر کے تمام حاجی تمہیں اس بات کی گواہی دیں گے کہ میں نے امسال ان کے ساتھ مناسکِ حج ادا کیے تھے اور جب ہم حج سے فارغ ہوئے اور وطن واپسی کے لیے مکہ سے روانہ ہوئے تو ایک منزل پر ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ مجھے وہاں نیند آ گئی اور قافلہ والے مجھے وہاں تنہا چھوڑ کر چل پڑے۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو وہاں کوئی بھی ذی روح موجود نہیں تھا۔ چنانچہ قافلہ کو پانے کے لیے میں مسلسل دو تین دن تک چلتا رہا۔ اور چلتے چلتے میں ایک قصر کے سامنے جا پہنچا اور جب میں اس قصر کے دروازے پر پہنچا تو وہاں ایک سیاہ فام حبشی پہرہ دے رہا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں قافلے سے بچھڑا ہوا مسافر ہوں اور بھوک اور پیاس کی وجہ سے نڈھال ہو چکا ہوں۔

یہ سن کر وہ غلام مجھے اس قصر میں لے گیا جہاں ایک حسین وجمیل نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے نوکروں کو حکم دیا کہ مجھے کھانا کھلائیں اور پانی پلائیں۔

جب میں کھانا کھانے سے فارغ ہوا اور میرے اوسان بحال ہوئے تو میں نے اس نوجوان سے کہا: میں آپ پر قربان' آپ کون ہیں؟

نوجوان نے کہا:

میں وہ ہوں جس کے وجود کا انکار تیری قوم اور تیرے شہر کے لوگ کرتے ہیں (یعنی میں امام زمانہؑ ہوں)

میں نے عرض کیا: آپؑ کب خروج کریں گے؟

انہوں نے کہا:

تمہارے سامنے یہ تلوار لٹکی ہوئی ہے اور یہ پرچم لپٹا ہوا رکھا ہے۔ جس دن تلوار خود بخود نیام سے باہر آئے گی اور پرچم خود بخود کھل جائے گا تو اس وقت میں خروج کروں گا۔

میں رات ہونے تک وہاں ٹھہرا رہا۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا:

کیا اپنے گھر جانا پسند کرتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

پھر انہوں نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ اس کا ہاتھ پکڑو اور اسے اس کے گھر پہنچاؤ۔

غلام نے میرا بازو تھاما اور مجھے ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے زمین ہمارے پاؤں کے نیچے سے نکل رہی ہو اور جیسے ہی طلوع فجر کا وقت قریب ہوا تو میں اپنے شہر کی ایک مضافاتی بستی میں پہنچ چکا تھا۔

خادم نے مجھ سے کہا: اس جگہ کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں' یہ ہمارے شہر کی مضافاتی بستی ''اسد آباد'' ہے۔ پھر غلام نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور کہا: اب تم اپنے گھر چلے جاؤ۔

چنانچہ میں وہاں سے چل کر ہمدان پہنچ گیا۔ جب کہ میرے اہل قافلہ ایک بڑے عرصہ کے بعد وہاں پہنچے۔ جب انہوں نے مجھے پہلے پہنچا ہوا دیکھا تو انہیں سخت تعجب ہوا۔ انہوں نے مجھ سے میرا حال دریافت کیا تو میں نے انہیں حضرت صاحب الامر کا معجزہ سنایا۔ جس کے بعد تمام اہلِ شہر نے اپنے سابقہ عقائد کو چھوڑ دیا اور عقیدۂ تشیع قبول کیا۔

(الخرائج' جلد۲' ص ۸۷۷۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۶۹۷)

شیخ صدوق کے والد کے لیے دعا

راوندی مرحوم لکھتے ہیں کہ علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی نے اپنی ابن عم سے شادی کی ہوئی تھی مگر وہ اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ انہوں نے شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کو خط لکھا کہ وہ امام زمانہ علیہ السلام سے التجا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد نرینہ عطا فرمائے۔

کچھ دنوں بعد ناحیہ مبارکہ سے یہ توقیع برآمد ہوئی:

''اس بیوی سے تمہیں اولاد نہیں ہوگی۔ تم عنقریب ایک دیلمی عورت سے نکاح

کرو گے جس کے بطن سے خدا تمہیں دو فقیہ بیٹے عطا فرمائے گا"۔

حضرتؑ کا فرمان پورا ہوا۔ شیخ صدوق کے والد نے کچھ عرصہ بعد ایک دیلمی خاتون سے نکاح کیا جس سے خدا نے انہیں تین بیٹے عطا فرمائے اور ان میں سے دو دنیائے اسلام کے مشہور فقیہ بنے اور تیسرا بیٹا عابد و زاہد بنا لیکن فقہ سے اس کا کوئی سروکار نہیں تھا۔ (الخرائج، جلد۲، ص۷۹۰۔ تبصرۃ الولی، ص۱۷۳)

ایک شخص کو اس کے والد کا نام بتانا

ابوالرجاء مصری کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد میں اپنے امام زمانہ علیہ السلام کو تلاش کرنے کے لیے نکلا۔ جب میں انہیں تلاش کرنے میں ناکام ہوا تو میں نے اپنے آپ سے کہا:

"اگر حسن عسکری کا بیٹا ہوتا تو تین سال سے کہیں تو دکھائی دیتا"۔

اتنے میں ایک آواز میرے کانوں میں آئی:

نصر بن عبدربہ! اگر تم اہلِ مصر کے ماننے کا یہی معیار ہے تو کیا تم مصریوں نے رسولؐ خدا کو دیکھ کر ان پر ایمان لایا تھا؟

ابوالرجاء کہتے ہیں کہ اگرچہ کلام کرنے والے کو تو میں نے نہیں دیکھا لیکن انہوں نے میری زندگی کی سب سے بڑی مشکل حل کر دی کیونکہ میں مدائن میں پیدا ہوا تھا اور ابوعبداللہ نوفلی مجھے بچپن میں وہاں سے اٹھا کر مصر لے آیا تھا اور مجھے اپنے والد کا نام بھی معلوم نہیں تھا۔ جب میں نے اپنے والد کا نام سنا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ آواز امام صاحب العصرؑ کی ہی ہو سکتی ہے۔ (الخرائج، جلد۲، ص۶۹۸۔ فرج المہموم، ص۲۳۹)

دینوری خاتون کی تھیلی

احمد بن ابی روح کا بیان ہے کہ شہر دینور کی ایک خاتون نے مجھے اپنے پاس بلایا۔

جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا:

تم ہمارے شہر کے دین دار شخص ہو اور پورے شہر میں تمہارے زہد و تقویٰ کی شہرت پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ میں آپ پر نیک گمان کرتے ہوئے ایک امانت تمہارے سپرد کرتی ہوں اور امید رکھتی ہوں کہ تم اسے اس کے اصل حق دار تک پہنچا دو گے۔

میں نے کہا: اگر خدا نے چاہا تو میں آپؑ کی توقعات پر پورا اتروں گا۔

پھر اس خاتون نے کہا:

اس تھیلی میں کچھ درہم ہیں جو سر بمہر ہیں تم نے اس تھیلی کو اس وقت تک نہیں کھولنا جب تک تم اس تک نہ پہنچ جاؤ جو یہ بتا دے کہ اس تھیلی میں کیا ہے۔ اور میرا یہ گوشوارہ بھی اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔ اس کی قیمت دس دینار ہے اور اس میں تین نگینے جڑے ہیں۔ ان نگینوں کی قیمت بھی دس دینار ہے۔ علاوہ ازیں مجھے صاحب الزمانؑ سے ایک بات پوچھنی ہے۔ مگر میری خواہش ہے کہ میرے سوال سے پہلے وہ اس کا از خود جواب دیں"۔

میں نے خاتون سے کہا: آپ کو ان سے کیا پوچھنا ہے؟

اس خاتون نے کہا: میری ماں نے میری شادی کے موقع پر کسی عورت سے دس دینار قرض لیے تھے۔ میری والدہ جہان فانی سے کوچ کر چکی ہے اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے وہ رقم کس سے ادھار لی تھی۔ تم کو جو شخص یہ بتا دے تو میرا یہ مال اس کے سپرد کر دینا۔

راوی کہتا ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد میری دلی ہمدردیاں جعفر بن امام علی نقی کے ساتھ تھیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ چلو اچھا ہوا اس بہانے جعفر کو آزمانے کا موقع مل جائے گا۔

میں نے وہ مال لیا اور بغداد پہنچا وہاں امام زمانہ کے ایک وکیل مالیات سے جا کر ملاقات کی جس کا نام حاجز بن یزید وشاء تھا۔ میں سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گیا۔ انہوں نے مجھ سے میرے آنے کا مقصد دریافت کیا۔ میں نے ان سے کہا:

میں کچھ مال لے کر آیا ہوں اگر آپ نے اس مال کی صحیح مقدار بتادی اور یہ بھی بتا دیا کہ اسے کس نے روانہ کیا ہے تو میں یہ تمام مال آپ کے پاس جمع کرادوں گا۔

حاجز بن یزید نے مجھ سے کہا کہ مجھے حکم موصول ہوا ہے کہ تم نے احمد بن ابی روح سے کچھ بھی وصول نہیں کرنا اور جب وہ تمہارے پاس آئے تو اسے ہمارے ہاں سامرہ روانہ کر دینا۔

پھر انہوں نے اس مضمون کا رقعہ نکال کر مجھے پڑھایا۔ جب میں نے یہ رقعہ پڑھا تو میں نے دل میں کہا کہ اس سے صداقت و امامت کی بڑھ کر اور نشانی کیا ہو سکتی ہے؟

الغرض میں سامرہ گیا اور وہاں جا کر اپنی عقیدت کے ہاتھوں مجبور ہونے لگا کہ پہلے جعفر سے ملاقات کرلوں لیکن دل اور ضمیر نے مجبور کیا کہ پہلے امام حسن عسکری علیہ السلام کے دروازے پر جاؤں اور اگر میں وہاں سے مطمئن نہ ہو سکا تو پھر جعفر کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ ارادہ لے کر میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے دروازے پر پہنچا تو اندر سے ایک خادم برآمد ہوا اور اس نے مجھ سے کہا:

کیا تم احمد بن ابی روح ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

اس نے کہا: اچھا یہ خط لے کر پڑھو۔ میں نے خط پڑھا تو اس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے احمد بن ابی روح! عاتکہ بنت دیرانی نے ایک تھیلی تیرے سپرد کی ہے جس کے متعلق تمہارا اندازہ ہے کہ اس میں ایک ہزار درہم ہوں گے لیکن تمہارا اندازہ صحیح نہیں ہے۔ اس میں ایک ہزار درہم اور پچاس دینار ہیں۔ بہرنوع تم تو امین تھے اسی لیے تم نے اسے کھول کر نہ دیکھا تو تم نے اچھا کیا۔

اس خاتون نے تمہیں ایک گوشوارہ بھی دیا اور اس کے متعلق اس نے کہا کہ اس

کی قیمت دس دینار ہے اور اس میں جڑے ہوئے نگینے بھی دس دینار کے ہیں۔ البتہ گوشوارہ تو واقعی دس دینار کا ہی ہے لیکن موتیوں کی قیمت کچھ زیادہ ہے۔ تم وہ گوشوارہ ہماری فلاں خادمہ کو دے دو۔ میں نے اسے یہ عطا کر دیا ہے تم یہاں سے بغداد چلے جاؤ اور یہ تمام امانتیں حاجز بن یزید کے سپرد کر دو۔ اور پھر جو کچھ وہ تمہیں سفر خرچ دے تم اس سے لے لینا۔

علاوہ ازیں وہ دس دینار جس کے متعلق اس خاتون نے کہا ہے کہ اس کی ماں نے کسی سے قرض لیے تھے اور اب اسے قرض خواہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔ یہ بات دراصل صحیح نہیں ہے۔ وہ خاتون اچھی طرح سے جانتی ہے کہ اس کی ماں نے دس دینار کی رقم کلثوم بنت احمد سے ادھار لی تھی۔ چونکہ کلثوم بنت احمد ناصبیہ (دشمنِ آل محمدؐ) ہے اور یہ خاتون اس کو وہ رقم واپس کرنا نہیں چاہتی اس کی بجائے وہ یہ چاہتی ہے کہ وہ اس کی رقم غریب مومن عورتوں میں تقسیم کر دے۔

ابن ابی روح! تم جعفر کی آزمائش کے لیے مت جاؤ۔ یہاں سے بغداد جاؤ اور پھر وہاں سے سیدھے اپنے گھر چلے جاؤ کیونکہ تمہارا چچا مر گیا ہے اور خدا نے اس کی میراث میں تمہیں حصہ دار بنایا ہے۔

ابن ابی روح کہتے ہیں کہ حضرتؑ کا یہ خط پڑھ کر میں بغداد واپس آیا اور وہ تھیلی حاجز کے حوالے کی اور جب اس نے کھول کر تھیلی کی رقم شمار کی تو اس میں ایک ہزار درہم اور پچاس دینار تھے۔ پھر انہوں نے اس میں تیس دینار نکال کر مجھے دیئے اور کہا کہ مجھے مولاؑ کی طرف سے تمہارے لیے ہی حکم ملا ہے۔

پھر میں ان سے رخصت ہو کر اس جگہ گیا جہاں میں نے قیام کیا ہوا تھا۔ وہاں میرے گھر سے ایک قاصد آیا جس نے آ کر مجھے میرے چچا کی موت کی اطلاع دی اور کہا کہ تیرے اہلِ خانہ کہہ رہے ہیں کہ تم فوراً گھر آ جاؤ۔

چنانچہ میں اپنے گھر گیا جہاں چچا کی میراث سے مجھے تین ہزار دینار اور ایک لاکھ

درہم ملے۔

(الخرائج والجرائح' جلد۲' ص۶۹۹۔ الثاقب فی المناقب' ص۵۹۴)

خضر بن محمد کے سوالات کے جواب

راوندی مرحوم لکھتے ہیں کہ احمد بن ابی روح کا بیان ہے کہ ابوالحسن خضر بن محمد نے کچھ مال میرے سپرد کیا اور کہا کہ میں یہ مال ابوجعفر محمد بن عثمان عمری کی خدمت میں پیش کروں اور ان سے اپنی بیماری کے دور ہونے کی دعا کراؤں اور ان سے یہ بھی دریافت کروں کہ کیا پشمینہ کا پہننا حلال ہے؟

چنانچہ میں ان کی امانت لے کر بغداد پہنچا اور عمری کے پاس گیا۔ انہوں نے وہ مال لینے سے انکار کیا اور مجھ سے کہا کہ تم ابوجعفر محمد بن احمد کے پاس چلے جاؤ اور یہ مال ان کے سپرد کرو کیونکہ امام زمانہ علیہ السلام نے یہ مال لینے کا حکم انہیں دیا ہے اور تمہارے سوالوں کے جواب بھی ان کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ میں ابوجعفر کے پاس گیا اور میں نے وہ مال ان کے سپرد کیا۔ انہوں نے ایک رقعہ نکالا جس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

تم نے مرض سے شفایابی کی درخواست کی ہے۔ اللہ نے تمہیں صحت دی ہے اور تمہارا مرض دور کر دیا ہے اور تمہاری اندرونی حرارت بھی اللہ نے دُور کر دی ہے۔ تم تندرست ہو چکے ہو اور تمہیں صحت مل چکی ہے۔ تم نے پوچھا ہے کہ کیا پشمینہ و سمور و سنجاب اور لومڑی کی کھال اور نیولے کی کھال اور ''حواصل'' میں نماز جائز ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سمور اور لومڑی کی کھال میں تمہارے لیے اور دوسروں کے لیے نماز پڑھنا حرام ہے اور وہ جانور جن کا گوشت کھانا حلال ہے ان کی کھال پہننا تمہارے لئے جائز ہے لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اس میں اور کوئی حرام چیز ملی ہوئی نہ ہو اور گورخر اور گوسفند کی کھال میں نماز جائز ہے لیکن اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ آرمینیہ

میں ذبح نہ ہوا ہو اس لیے کہ وہاں نصاریٰ ان جانوروں کو صلیب پر ذبح کرتے ہیں۔ اگر تمہارے دینی بھائی جس پر تمہیں وثوق ہو اس نے ذبح کیا ہو تو اس کی کھال کا پہننا تمہارے لئے جائز ہے۔ (الخرائج' جلد۲' ص ۷۰۲۔ بحارالانوار' جلد۵۳' ص ۱۹۷۔ مستدرک الوسائل' جلد۳' ص ۱۹۷۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۲۹۶)

عامری کے لیے کفن روانہ کرنا

جعفر بن احمد بن متیل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابوجعفر محمد بن عثمان نے مجھے اپنے پاس بلایا اور مجھے دو چادریں اور ایک تھیلی دی جس میں کچھ درہم تھے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ بذات خود اسی وقت ''واسط'' جائیں اور جب آپ ساحل واسط پر کشتی سے اتریں اور جو شخص وہاں سب سے پہلے آپ کو ملے آپ یہ تھیلی اور یہ کپڑے اس کے سپرد کر دیں۔

جعفر بن احمد کہتے ہیں: مجھے یہ سن کر دلی صدمہ ہوا اور میں نے سوچا کہ اس حقیر کام کے لیے بھی مجھے بھیجا جا رہا ہے۔ بہرحال میں وہ سامان لے کر روانہ ہوا اور جب میں واسط کے ساحل پر کشتی سے اترا تو سب سے پہلے جس شخص سے میری ملاقات ہوئی میں نے اس سے حسن بن محمد قطاۃ صیدلانی وقف واسط کے وکیل کے متعلق دریافت کیا۔

اس نے کہا: جس شخص کے متعلق آپ پوچھ رہے ہیں وہ میں ہی ہوں۔

پھر اس نے مجھ سے میرے متعلق پوچھا تو میں نے بتایا کہ میں جعفر بن احمد بن متیل ہوں۔

میں نے کہا کہ ابوجعفر عمری آپ کو سلام دیتے تھے اور انہوں نے یہ دو کپڑے اور یہ تھیلی میرے ذریعے سے آپ کے پاس بھیجی ہے۔ آپ یہ امانت مجھ سے لے لیں۔

یہ سن کر اس نے کہا:

الحمدللہ! بات یہ ہے کہ محمد بن عبداللہ حائری کی وفات ہوئی ہے اور میں ان کے

کفن کے انتظام کے لیے ہی نکلا تھا۔ پھر اس نے کپڑوں کی گانٹھ کو کھولا تو اس میں مکمل کفن اور کافور موجود تھا۔ اور تھیلی میں جنازہ اٹھانے والوں اور گورکن کی مزدوری کی رقم تھی۔ چنانچہ میں جنازہ میں شامل ہوا اور پھر گھر واپس آ گیا۔

(الثاقب فی المناقب' ص۵۹۸۔ کمال الدین' ص۵۰۴۔ الخرائج' جلد۳' ص۱۱۹)

مخالف کا مال واپس کرنا

اسحاق بن حامد کاتب کا بیان ہے۔ قم میں ایک کپڑے کی دکان تھی اور اس میں دو افراد شریک تھے: ایک مومن تھا اور دوسرا مرجئی تھا۔ ایک مرتبہ نفیس کپڑے کا ایک تھان آیا تو مومن دکاندار نے کہا کہ اتنا نفیس کپڑا صرف میرے مولاؑ کو ہی زیب دیتا ہے۔

دوسرے شریک نے کہا: بھائی! میں تیرے مولاؑ کو تو نہیں جانتا البتہ تیری خواہش کا احترام ضرور کرتا ہوں لہٰذا تم یہ تھان اپنے مولاؑ کے پاس بھیج دو۔

چنانچہ اس نے وہ تھان مولاؑ کی خدمت میں روانہ کیا۔ آپؑ نے تھان کے دو حصے کیے۔ آدھا حصہ رکھ لیا اور آدھا حصہ یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ ہمیں کسی مرجئی کے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ (الثاقب فی المناقب' ص۶۰۰۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص۲۸۰)

سونے کی گمشدہ ڈلی کی خبر دینا

محمد بن حسن صیرفی بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں نے حج کا ارادہ کیا۔ میرے پاس امام علیہ السلام کا کچھ مال تھا جو کہ سونے اور چاندی کی شکل میں تھا۔ میں چونکہ خود زرگر تھا اسی لیے میں نے سونے کو ڈلیوں اور چاندی کو سلاخوں میں ڈھال لیا اور لوگوں نے یہ مال میرے پاس جمع کرایا تھا اور انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں یہ مال امام زمانہ علیہ السلام کے مقرر کردہ نائب ابوالقاسم حسین بن روح تک پہنچا دوں۔

سفر کرتے ہوئے جب میں مقام ''سرخس'' پر پہنچا تو میں نے ایک ٹیلے پر اپنا خیمہ

نصب کیا اور ڈلیوں کا جائزہ لینے لگا۔ اتفاق سے ایک ڈلی نیچے ریت میں گر گئی اور مجھے پتہ نہ چلا۔ پھر میں وہاں سے روانہ ہو کر ''ہمدان'' آیا تو میں نے اس کا از سر نو جائزہ لیا۔ جائزہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ سونے کی ایک ڈلی کہیں کھو گئی ہے جس کا وزن ایک سو تین مثقال پر مشتمل تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے مال میں سے اتنے ہی وزن کا سونا اس میں ملا کر حساب برابر کر دیا۔ جب میں بغداد پہنچا تو ابوالقاسم حسین بن روح سے ملاقات ہوئی اور میں نے وہ تمام امانتیں ان کے سپرد کر دیں۔ انہوں نے میری شامل کردہ ڈلی کو اٹھا کر میرے حوالے کیا اور فرمایا:

یہ ہماری ڈلی نہیں ہے۔ ہماری ڈلی تو سرخس کے قریب ایک ٹیلے پر رہ گئی ہے۔ جب تم وہاں جاؤ گے تو تلاش کرنے پر وہ تمہیں مل جائے گی۔ پھر اسے یہاں پہنچا دینا۔ لیکن جب تم یہاں آؤ گے تو اس وقت تم مجھے نہیں پا سکو گے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں واپسی کے سفر میں سرخس گیا اور اسی ٹیلے پر اترا جہاں پہلے میں نے قیام کیا تھا اور میں نے وہاں ڈلی کی تلاش کی تو وہ مجھے مل گئی جب کہ اس وقت وہاں پر گھاس اُگ چکی تھی۔ میں نے وہ ڈلی اٹھا لی۔ پھر جب میں دوسرے سال حج کرنے گیا تو اس ڈلی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا لیکن جب میں بغداد پہنچا تو ابوالقاسم حسین بن روح وفات پا چکے تھے اور میں نے وہ ڈلی ان کے جانشین ابوالحسن سمری کی خدمت میں پیش کی۔

(الثاقب فی المناقب' ص ۶۰۰۔ کمال الدین' ص ۵۱۶۔ الخرائج' جلد ۳' ص ۱۱۲۶)

اپنا سونا واپس لے لو

حسین بن علی بن محمد تمی المعروف بہ ابوعلی بغدادی بیان کرتے ہیں کہ میں بخارا میں تھا۔ وہاں مجھے ابن جاشیر نے دس ڈلیاں سونے کی دیں اور مجھے کہا کہ میں اس کی یہ امانت بغداد میں ابوالقاسم حسین بن روح کے پاس پہنچا دوں۔

چنانچہ میں ان کی امانت لے کر روانہ ہوا اور جب میں ''بیابان اموبیہ'' پہنچا تو ان میں سے ایک ڈلی مجھ سے کہیں کھو گئی اور مجھے اس کا علم تک نہ ہوا۔ جب میں بغداد پہنچا تو میں نے ان ڈلیوں کا از سرِ نو جائزہ لیا تب مجھے پتہ چلا کہ ان میں سے ایک ڈلی کہیں کھو گئی ہے۔ میں نے اتنے ہی وزن کی ایک ڈلی اپنی طرف سے خرید کر ان میں شامل کر دی اور پھر میں شیخ ابوالقاسم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے وہ ڈلیاں ان کے سپرد کیں۔ انہوں نے میری خریدی ہوئی ڈلی علیحدہ کر کے میرے ہاتھ میں دے دی اور کہا:

یہ ڈلی تم نے یہاں آ کر خریدی ہے۔ یہ تم واپس لے لو جب کہ ہماری ڈلی ہمارے پاس پہنچ چکی ہے۔

یہ کہہ کر انہوں نے ایک ڈلی نکال کر میرے سامنے کی اور کہا: یہ وہ ڈلی ہے جو تم سے ''بیابان اموبیہ'' میں کھو گئی تھی۔

جب میں نے غور سے اس ڈلی کو دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ واقعی یہ تو وہی ڈلی ہے۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۶۰۱۔ کمال الدین' ص ۵۱۸۔ الخرائج' جلد ۳' ص ۱۱۲۳)

حسین بن روح کا امتحان

ابوعلی بغدادی راوی ہیں کہ اسی سال میں نے بغداد میں ایک عورت کو دیکھا جو لوگوں سے پوچھ رہی تھی کہ آج کل حضرت صاحب الزمان کا وکیل کون ہے؟

ایک قمی نے کہا کہ آج کل امام علیہ السلام کے نائب حسین بن روح ہیں۔ چنانچہ وہ خاتون ان کے پاس آئی اور اس نے آ کر کہا:

اگر آپ امام علیہ السلام کے وکیل ہیں تو پھر یہ بتائیں کہ میرے پاس اس برتن میں کیا چیز ہے؟

انہوں نے کہا: بی بی! تم یہ برتن جا کر دریائے دجلہ میں پھینک دو۔ پھر میرے پاس آ جاؤ۔ میں تمہیں بتا دوں گا کہ اس میں کیا ہے؟

چنانچہ وہ خاتون دریائے دجلہ پر گئی اور اس نے اپنا وہ ۔ ور
پھر سید حمی حسین بن روح کے پاس آئی۔ انہوں نے اپنی کنیز کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ گھر سے
وہ برتن اٹھالاؤ جو ابھی ہمارے پاس پہنچا ہے۔ پھر انہوں نے اس خاتون سے فرمایا:
بی بی! اپنے برتن کو اچھی طرح سے پہچان لو۔ اب تم بتاؤ گی کہ اس میں کیا ہے یا
پھر میں بتاؤں کہ اس میں کیا کچھ موجود ہے۔
خاتون نے کہا کہ آپ ہی بتائیں اس میں کیا ہے؟
اس وقت حسین بن روح نے فرمایا:
اس برتن میں سونے کے کنگن کا ایک جوڑا ہے' ایک گردن بند ہے جس میں نگینے
جڑے ہوئے ہیں اور دو چھوٹی بالیاں ہیں جن میں جواہرات لگے ہیں اور اس میں دو
انگوٹھیاں ہیں جن میں سے ایک میں فیروزہ کا نگینہ ہے اور دوسری میں عقیق ہے۔
یہ فرمانے کے بعد انہوں نے اس برتن کو کھول کر مجھے دکھایا۔ میں نے دیکھا
اس میں وہی چیزیں تھیں جو انہوں نے بیان کی تھیں اور جب عورت نے اسے دیکھا تو ا
نے کہا:
میں گواہی دیتی ہوں کہ یہ وہی برتن ہے جسے میں نے کچھ دیر پہلے دریائے د
میں پھینکا تھا۔ چنانچہ ان کی یہ کرامت دیکھ کر میں بھی بے ہوش ہو گیا اور وہ خاتون بھی
ہوش ہو گئی۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۶۰۲۔ کمال الدین' ۵۱۹۔ الخرائج' جلد ۳' ص

اہلِ قم کی رہنمائی

علی بن سنان موصلی کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات
اور اس کے ملحقہ پہاڑوں سے ایک وفد کچھ مال لے کر سامرہ آیا اور انہوں نے
کر امام حسن علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا کہ ابھی چند روز قبل
کی وفات ہوئی ہے۔

آنے والوں نے کہا کہ ان کا جانشین کون ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ ان کا ایک بھائی ہے جس کا نام جعفر ہے۔ وہ ان کا جانشین ہے۔

انہوں نے دریافت کیا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ وہ ایک کشتی پر سوار ہوکر دریائے دجلہ کی سیر کو نکلے ہوئے ہیں۔ وہ سیر کے دوران شراب پئیں گے اور ان کے ساتھ گانے بجانے والے افراد بھی موجود ہیں۔

وفد کے افراد نے آپس میں مشورہ کیا اور انہوں نے کہا کہ یہ امام کی صفت تو نہیں ہوسکتی۔ کچھ افراد نے مشورہ دیا کہ یہ مال ہم واپس لے جائیں اور مالکوں کو لوٹا دیں مگر اسی وفد میں شامل ایک شخص ابوالعباس محمد بن جعفر حمیری قمی نے کہا:

اتنی جلد بازی کی کیا ضرورت ہے۔ انہیں آ لینے دو تا کہ ہم اچھی طرح سے اسے آزما سکیں۔

جب جعفر سیر سے واپس آیا تو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور اس پر سلام کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم قم کے رہنے والے ہیں۔ ہمارے ساتھ شیعوں کی ایک جماعت ہے اور ہم امام حسن عسکری علیہ السلام کے لیے کچھ مال لے کر یہاں آئے ہیں اور اس سے قبل بھی ہم مال لے کر یہاں آیا کرتے تھے۔

جعفر نے کہا: وہ مال کہاں ہے؟

انہوں نے کہا: وہ مال ہمارے پاس موجود ہے۔

جعفر نے کہا: تم وہ مال لے آؤ اور میرے حوالے کر دو۔

انہوں نے کہا کہ اس مال کے لیے ایک شرط ہے اگر آپ نے وہ شرط پوری کر دی تو ہم وہ مال آپؑ کو دے کر جائیں گے۔

جعفر نے کہا: وہ شرط کیا ہے؟

انہوں نے کہا: یہ مال کسی فرد واحد کا نہیں ہے۔ اس میں کسی مومن کے دو دینار،

کسی کے چار دینار، کسی کے کچھ کم اور کسی کے کچھ زیادہ دینار ہیں اور ہر شخص نے اپنا مال تھیلی میں بند کر کے اس پر مہر لگا دی ہے اور مہر پر ہر شخص کا نام و نسب تحریر ہے۔ اس سے قبل جب ہم اس طرح کا مال امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس لاتے تھے تو وہ مال وصول کرنے سے قبل ہمیں بتا دیتے تھے کہ کل رقم کتنی ہے اور کس کس نے کتنی رقم روانہ کی ہے۔ اب اگر آپ اپنے بھائی کے صحیح جانشین ہیں تو آپ بھی ہمیں رقم کی مقدار اور بھیجنے والوں کے نام بتا دیں۔ ہم یہ رقم آپ کے سپرد کر دیں گے۔

جعفر نے جب یہ شرط سنی تو اس نے کہا:

تم میرے بھائی پر افتراء پردازی کر رہے ہو۔ میرے بھائی نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ یہ تو علمِ غیب ہے اور غیب کا تعلق انسانوں کی بجائے اللہ سے ہے۔

جب ان لوگوں نے جعفر کا یہ جواب سنا تو انہوں نے کن انکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ جعفر نے ان سے کہا: جلدی کرو وہ مال میرے سپرد کر دو۔

انہوں نے کہا: اللہ آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے ہم لوگ تو اس مال کے امین ہیں اور جن لوگوں نے یہ مال ہمارے سپرد کیا تھا انہوں نے یہ شرط لگائی تھی کہ یہ مال ثبوت و علامت کے بغیر نہ دیا جائے اور یہ دستور امام حسن عسکریؑ کے زمانے سے جاری ہے۔

خلیفہ نے کہا: امام حسن عسکریؑ کے پاس کیا علامت ہوتی تھی؟

انہوں نے کہا کہ امام حسن عسکریؑ مال وصول کرنے سے قبل ہمیں اس کی کل مقدار بتاتے تھے اور پھر ہر بھیجنے والے کا نام اور اس کی رقم کی مقدار کی وضاحت کرتے تھے اور جب ہم پوری طرح سے مطمئن ہو جاتے تھے تو بعد میں ہم وہ رقم ان کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ اب اگر جعفر اپنے آپ کو ان کا جانشین سمجھتا ہے تو یہ بھی ہمیں اسی طرح سے مطمئن کرے جیسا کہ اس کے بھائی کیا کرتے تھے اور اگر یہ ہمیں مطمئن نہیں کرتا تو ہم یہ مال ان کے مالکوں کے پاس لے جائیں گے پھر وہ جانیں اور ان کا کام۔

جعفر نے کہا:

امیر المومنین! یہ لوگ جھوٹے ہیں اور میرے بھائی پر افتراء پردازی کر رہے ہیں جب کہ یہ تو علمِ غیب ہے۔

خلیفہ نے کہا:

یہ لوگ تو فقط قاصد ہیں اور قاصد کا کام صرف پیغام پہنچانا ہوتا ہے۔

جعفر کو مجبوراً خاموش ہونا پڑا۔

ان لوگوں نے کہا: امیر المومنین! آپ اپنے محافظوں کو حکم دیں کہ وہ ہمیں صحیح سلامت اس شہر سے نکال لے جائیں۔

خلیفہ نے اپنے ایک خادم سے کہا کہ ان کی بہ سلامت واپسی کا انتظام کرو۔

چنانچہ یہ لوگ ابھی شہر سامرہ سے تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ان کے پاس ایک نوجوان لڑکا آیا جو کہ کسی کا خادم معلوم ہوتا تھا اور اس نے اہلِ قافلہ کو پکار کر کہا: اے فلاں بن فلاں' اے فلاں بن فلاں واپس چلو تمہارے مولا تمہیں یاد کر رہے ہیں۔

ان لوگوں نے کہا: کیا تم ہی ہمارے مولا ہو؟

نوجوان نے کہا: معاذ اللہ! میں تو اپنے اور تمہارے آقا کا غلام ہوں۔ آپ لوگ ان کے پاس چلیں۔

اہلِ قافلہ کا بیان ہے کہ ہم اس نوجوان کی رہنمائی میں چلے اور وہ ہمیں امام حسن عسکری علیہ السلام کے مکان پر لے آیا۔ جب ہم مکان کے اندر داخل ہوئے تو وہاں ان کے فرزند حضرت قائم آلِ محمد علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح سے چمک رہا تھا اور اس وقت انہوں نے سبز لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔

ہم نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے ہمیں سلام کا جواب دیا اور پھر فرمایا کہ تمہارے پاس کل اتنی رقم ہے اور فلاں فلاں شخص نے اتنی اتنی رقم روانہ کی ہے۔ اور یوں آپ نے رقم اور بھیجنے والوں کی مکمل تفصیل سنائی اور پھر ہم میں سے ہر ایک کو اس کی

سواری کے متعلق بھی بتایا کہ کس کس کے پاس کس کس قسم کا جانور ہے۔

جب ہمیں اطمینان ہوگیا تو ہم نے سجدۂ شکر ادا کیا کہ خدا نے ہمیں ہمارے امامؑ سے ملاقات کا شرف عنایت فرمایا۔

پھر آپؑ نے حکم دیا کہ آئندہ تم کوئی مال لے کر یہاں سامرہ مت آنا۔ میں نے بغداد میں اپنا ایک نمائندہ مقرر کر دیا ہے اور تم اسی کی طرف رجوع کیا کرو اور ہماری توقیعات بھی وہاں تمہیں مل جایا کریں گی۔

چنانچہ ہم اپنے امامؑ کی قدم بوسی کے بعد جب واپس جانے لگے تو امام علیہ السلام نے ابوالعباس محمد بن جعفر حمیری قمی کو حنوط اور کفن دیا اور فرمایا:

خدا تمہاری موت پر تمہارے بھائیوں کو صبر اور اجر عطا فرمائے۔

اہلِ قافلہ کہتے ہیں کہ جب ہم واپسی کے سفر میں ''عقبہ ہمدان'' پہنچے تو ابوالعباس کو بخار ہوا اور اس کی وفات ہوگئی اور ہم نے اسے امام زمانہؑ کا عطا کردہ کفن پہنایا اور وہیں دفن کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد ہم لوگ مال لے کر سامرہ نہیں جاتے تھے بلکہ بغداد میں ہی حضرتؑ کے نمائندہ سے ملاقات کیا کرتے تھے اور اسی کے پاس ہی توقیعات ہمیں مل جاتی تھیں۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۶۰۸۔ کمال الدین، ص ۴۷۶۔ الخرائج، جلد ۳، ص ۱۱۰۴۔ احقاق الحق، جلد ۱۹، ص ۶۴۳ بحوالہ ینابیع المودۃ)

ابن وجناء کو شرف دیدار کرانا

ابومحمد حسن بن وجناء کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حج کے موقع پر میزاب رحمت کے نیچے سجدۂ پروردگار میں مصروف تھا اور بارگاہ احدیت میں دعائیں کرنے میں مشغول تھا کہ ناگاہ کسی نے مجھے حرکت دی اور کہا:

حسن بن وجناء! اٹھو! میں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو ایک زرد رنگ کی دبلی پتلی

عورت وہاں کھڑی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق اس کی عمر چالیس سال یا اس سے کچھ اوپر ہوگی۔ وہ میرے آگے چل پڑی اور میں خاموشی سے اس کے پیچھے چلتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے لے کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے گھر میں لے آئی۔ وہاں دیوار کے درمیان ایک کمرہ تھا اور وہاں سے اوپر جانے کے لیے لکڑی کا ایک زینہ تھا۔ کنیز اس زینہ پر چڑھی۔ اوپر سے مجھے کسی مرد نے صدا دے کر کہا:

حسن! اوپر چڑھ آؤ۔

میں اوپر چڑھا اور جب دروازہ پر پہنچا تو وہاں صاحب الزمان موجود تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا:

حسن! کیا تمہارا خیال ہے کہ تم اب تک میری نظر سے اوجھل رہے ہو۔ خدا کی قسم! میں حج میں ہر وقت تمہارے ساتھ موجود تھا۔

پھر آپؑ نے مجھے میرے تمام سفر حج کی تفصیل سنائی۔ یہ سن کر فرط مسرت سے میں بے ہوش ہوگیا اور اس دوران میں نے محسوس کیا کہ آپؑ نے اپنا دست شفقت میری پشت پر پھیرا جس کے لمس سے میں اٹھ بیٹھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

حسن! تم مدینہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے مکان میں رہائش رکھو اور تمہیں کھانے پینے اور کپڑوں کی فکر نہیں کرنا پڑے گی۔

پھر آپؑ نے مجھے ایک کتابچہ عنایت فرمایا جس میں دعائے فرج اور آپ پر صلوات کا طریقہ لکھا ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: تم اس طرح سے دعا کیا کرو اور اس طرح سے مجھ پر درود بھیجا کرو اور ہاں یہ خیال رکھنا کہ ہمارے دوستوں کے علاوہ یہ چیزیں اور کسی کو نہ دینا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی توفیق عنایت فرمائے۔

میں نے عرض کیا:

مولاؑ! کیا آج کے بعد مجھے آپؑ کی زیارت نہیں ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا:

''اگر خدا نے چاہا تو ہو جائے گی''۔

چنانچہ میں مناسکِ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ آیا اور میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے مکان میں رہائش اختیار کی۔ میں صرف وضو یا نیند یا افطار کے لیے اس گھر سے باہر نکلتا تھا۔

جب افطار کے وقت میں گھر میں قدم رکھتا تھا تو میں دیکھتا تھا کہ میرے برتن انواع و اقسام کی نعمات سے بھرے ہوتے تھے۔ میں اس سے روزہ افطار کیا کرتا تھا اور سردیوں اور گرمیوں کے لیے مجھے کپڑے بھی مل جاتے تھے۔ میں پانی کی مشک بھر کر روزانہ گھر میں چھڑکاؤ کیا کرتا تھا اور بعض اوقات لوگوں کو دکھانے کے لیے بازار سے طعام لاتا تھا اور میں اسے خیرات کر دیتا تھا۔

(الثاقب فی المناقب' ص ۶۱۲۔ کمال الدین' ص ۴۴۳)

ابراہیم بن مہزیار اور شرف دیدار

شیخ صدوق رقم طراز ہیں کہ ہم سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے اور ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے اور ان سے ابراہیم بن مہزیار نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا:

میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد اور ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے مدینہ منورہ کا رخ کیا لیکن وہاں مسلسل جستجو کے بعد بھی مجھے ان کا کوئی نام و نشان معلوم نہ ہو سکا۔

پھر میں وہاں سے مایوس ہو کر مکہ مکرمہ گیا۔ ایک مرتبہ میں بیت اللہ کا طواف کرنے میں مصروف تھا کہ ناگاہ ایک خوبصورت اور انتہائی حسین و جمیل نوجوان نمودار ہوا۔ جب میں نے اس کی نورانی صورت دیکھی تو میرے ذہن میں فوراً یہ خیال آیا کہ ممکن ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ سے مجھے میرا گوہر مراد عطا کر دے۔ یہ سوچ کر میں اس جوان

کے قریب گیا اور اسے سلام کیا۔ نوجوان نے مجھے اچھے طریقہ سے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا:

کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں نے کہا: میں عراق کا رہنے والا ہوں۔

پھر اس نے کہا: کس شہر میں رہتے ہو؟

میں نے کہا: میں شہر اہواز میں رہتا ہوں۔

نوجوان نے کہا: تمہیں خوش آمدید ہو کیا تم اہواز کے ہی ایک شہری جعفر بن حمدان حصینی کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: وہ تو اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

نوجوان نے کہا: خدا اس پر رحم فرمائے اور اس کے اجر میں اضافہ فرمائے۔ وہ بڑا عبادت گزار انسان تھا۔

پھر اس نے مجھ سے کہا: اچھا یہ بتاؤ ابراہیم بن مہزیار کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: میں ہی ابراہیم بن مہزیار ہوں۔

جب انہوں نے میرا نام سنا تو پرتپاک طریقے سے مجھے گلے لگایا اور کہا:

ابواسحاق! تمہیں خوش آمدید' یہ بتاؤ تمہیں جو نشانی امام حسن عسکری علیہ السلام نے دی تھی تم نے اس نشانی کا کیا کیا؟

میں نے کہا: شاید آپ اس انگوٹھی کے متعلق پوچھ رہے ہیں جو امام عالی مقام نے مجھے عنایت فرمائی تھی؟

نوجوان نے کہا: میں بھی اسی کے متعلق تم سے پوچھنا چاہتا تھا۔

میں نے وہ انگوٹھی نکال کر ان کے ہاتھ میں رکھی تو انگوٹھی کو دیکھ کر رو پڑا اور اسے بوسہ دیا اور اس پر کندہ عبارت کو پڑھا جس پر تحریر تھا:

''یا اللہ..... یا محمد..... یا علی!''

انگوٹھی کو دیکھ کر اس نے کہا: میرے ماں باپ اس پر قربان جس کی انگلی میں کبھی یہ انگوٹھی ہوا کرتی تھی۔

اس کے بعد ہمارے درمیان بہت سی باتیں ہوئیں۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا:

ابو اسحاق! حج کے بعد تمہارے دل کی سب سے بڑی حسرت کیا ہے؟

میں نے کہا: میری زندگی کی جو سب سے بڑی حسرت ہے میں اس کے متعلق آپ سے ہی کچھ معلومات حاصل کرنے کا خواہش مند ہوں۔

نوجوان نے کہا: اچھا پوچھو۔ خدا نے چاہا تو میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گا۔

میں نے کہا: کیا آپ امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد کے متعلق بھی کچھ جانتے ہیں؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزندوں محمد و موسیٰ کی پیشانیوں کی چمک کو بھی جانتا ہوں۔ میں ان دونوں کا بھیجا ہوا قاصد ہوں۔ انہوں نے مجھے تمہارے پاس روانہ کیا ہے۔ اگر آپ ان کی ملاقات کے خواہشمند ہوں اور ان کے دیدار کا سرمہ آنکھوں میں لگانے کی خواہش رکھتے ہوں تو پھر میرے ساتھ طائف تک چلو اور تمہیں یہ سفر اپنے ساتھیوں سے خفیہ رکھنا ہوگا۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ پھر میں ان کے ہمراہ طائف کی طرف روانہ ہوا۔ میں ریت کے ٹیلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو عبور کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ آخرکار ریت کے ایک ٹیلے کی چوٹی پر مجھے بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ دکھائی دیا جو کہ چودھویں کے چاند کی طرح سے چمک رہا تھا۔

پھر وہ نوجوان خیمہ میں گیا اور انہیں میری آمد کی اطلاع دی۔ ان میں سے جس کا نام رسول اکرمؐ کے نام پر تھا وہ خیمہ سے باہر نکل آئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ ابھی عنفوان شباب کے مرحلہ پر تھے۔ ان کی پیشانی کشادہ، ابرو کمان کی طرح سے خمیدہ، رخسار بھرے ہوئے، ستواں ناک، داہنے رخسار پر ایک تل تھا جو یوں لگتا تھا جیسے چاندی کے ورق پر

مشک کا دانہ ہو اور کانوں کی لو تک انہوں نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں ان سے زیادہ حسین و جمیل شخص نہیں دیکھا تھا۔

جیسے ہی ان پر میری نظر پڑی تو مجھے میرا گوہر مراد ہاتھ آ گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر ان کے جسم اطہر کے ایک ایک عضو کو بوسہ دیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا:

ابو اسحاق! خوش آمدید! میں ایک عرصہ سے تمہاری ملاقات کا خواہش مند تھا لیکن ہمارے درمیان سفر کے فاصلے اور گھروں کی دوریاں حائل رہی ہیں۔ تم ہمیشہ سے میرے تخیلات کی دنیا میں رہ رہے ہو اور میں تو کسی بھی وقت تمہارے تصور سے علیحدہ نہیں ہوا۔ اب اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے کہ اس نے ہمیں ایک دوسرے سے ملاقات کا وقت دیا ہے اور دُوری کے لمحات ختم کیے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے تمام چھوٹوں' بڑوں اور بھائیوں اور دوستوں کی نام بہ نام خیریت دریافت کی۔

میں نے ان سے عرض کیا:

مولاؑ! جب سے امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات ہوئی ہے تب سے میں آپ کو شہر شہر اور قریہ قریہ ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے ایک ایسے شخص کی ملاقات کرادی جو مجھے آپ کے دروازے تک لے آیا۔

اس کے بعد امام زمانہ علیہ السلام نے مجھے اپنا اور اپنے بھائی موسیٰ کا تعارف کرایا۔

(واضح رہے کہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت قائم آل محمدؐ ہی عطا کیا تھا اور امام زمانہؑ کا موسیٰ نامی بھائی کوئی نہیں تھا۔ من المترجم)

اس کے بعد امام زمانہ علیہ السلام نے فرمایا:

میرے والد علیہ السلام نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں زمین کے کسی پوشیدہ خطے میں رہائش رکھوں تا کہ لوگوں سے میری ذات مخفی رہے اور میں اہلِ ظلم کے مکر اور جبر سے محفوظ رہوں۔ اس لیے خدا نے مجھے اس لق و دق ریگستان میں پہنچا دیا اور مجھے اس وقت کا

انتظار ہے جب مجھے خروج کا حکم ملے گا اور خدا نے مجھے اتنے علوم و معارف عطا کیے ہیں کہ اگر میں تمہیں ان کا ایک معمولی سا حصہ بھی بتا دوں تو تم دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

ابو اسحاق! میرے والد علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اللہ اپنی زمین کے طبقات پر اپنے اطاعت گزار بندوں کو حجت و مقتدا کے بغیر نہیں چھوڑے گا تا کہ بندگانِ خدا اس کے سنت کے راستوں پر چل کر اپنی نجات کا سامان فراہم کر سکیں۔ اور بیٹا مجھے یقین ہے تم بھی ان میں سے ایک ہو جن کو خدا نے حق کی نشر و اشاعت اور باطل کی تباہی اور دین کی سربلندی اور گمراہی کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا ہوا ہے۔ اسی لیے تم پر لازم ہے کہ تم آبادی سے دُور اور لوگوں سے الگ رہ کر زندگی بسر کرو کیونکہ اللہ کے ہر ولی کا کوئی نہ کوئی دشمن اور مخالف ضرور ہوا کرتا ہے اور تمہیں ان سے ڈرنے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

فرزند! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اہل اطاعت و اخلاص لوگوں کے دل تمہاری طرف ایسے ہی حائل رہیں گے جیسا کہ پرندہ اپنے گھونسلے کی طرف مائل رہتا ہے۔ ایسے لوگ اگرچہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوں گے لیکن وہ خدا کے ہاں بڑا مرتبہ و مقام رکھتے ہیں۔ یہ لوگ قناعت پیشہ ہوں گے اور خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والے ہوں گے۔

ان لوگوں نے دین کو دل کی گہرائیوں سے قبول کیا ہے اور مخالفین کی دشمنی برداشت کی۔ پھر اللہ نے انہیں ظلم سہنے کا حوصلہ دیا ہے تا کہ انہیں عقبیٰ کی ابدی عزت عطا کی جائے۔

فرزند! اپنے تمام امور میں نور صبر سے روشنی حاصل کرتے رہنا۔ خدا نے چاہا تو تمام معاملات میں تمہیں کامیابی نصیب ہوگی اور تمام مشکلات میں عزت و وقار کو ہاتھوں سے کبھی جانے نہ دینا۔ خدا نے چاہا تو اس کا تمہیں اچھا بدلہ ملے گا۔

فرزند! میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کی نصرت تمہارے شاملِ حال ہو چکی ہے اور

تمہاری کامیابی کا وقت قریب آچکا ہے اور حلیم و زمزم کے درمیان زرد اور سفید پرچم تمہارے اردگرد لہرا رہے ہیں اور لوگ بڑھ چڑھ کر تمہاری بیعت کر رہے ہیں اور لوگ تمہارے ذریعہ سے ایک ہی سلک میں یوں پروئے جا رہے ہیں جیسا کہ ایک ہی لڑی میں موتی پروئے جاتے ہیں۔ حجر اسود کے پہلو میں لوگ تمہاری بیعت کریں گے۔

ایسے تمام افراد جن کی ولادت پاکیزہ ہے اور جن کے دل نفاق کی نجاست سے پاک ہیں اور جن کے اعضاء دین کے لیے نرم ہیں اور جو ظلم و سرکشی سے متنفر ہیں' وہ سب کے سب تمہاری اطاعت پر کمربستہ ہوں گے۔

جب یہ تمام اسباب جمع ہو جائیں اور تمہاری جماعت میں قوت پیدا ہو جائے اور شجر حق ثمر آور ہونے لگے اور اس شجر حق کی ٹہنیاں بحیرہ طبریہ کے کنارے بار آور ہونے لگیں تو اس وقت حق کی صبح روشن ہو جائے گی اور باطل کے اندھیرے چھٹ جائیں گے اور سرکشی اور طغیانی کا زور ٹوٹ جائے گا اور تیرے ذریعہ سے ارکان ایمان کا اعادہ ہوگا اور تیری برکت سے بیمار نفوس کو شفا ملے گی اور زمانہ کو سلامتی محسوس ہوگی اور اس وقت ایک دودھ پیتا بچہ بھی یہ خواہش کرے گا کہ وہ اپنے گہوارے کو چھوڑ کر تیری فوج میں شامل ہو جائے اور وحشی جانور بھی چاہیں گے کہ وہ بھی آپ کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ تیری وجہ سے دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی اور تجھ پر عزت کی ٹہنیاں سایہ فگن ہوں گی اور حق اپنی بنیادوں پر مستحکم ہو جائے گا اور اُجڑے ہوئے دین کو گھونسلہ نصیب ہوگا۔ تجھ پر فتح و ظفر کا سایہ ہوگا۔ اس وقت تو ہر دشمن خدا کا گلا گھونٹ دے گا اور خدا کے ہر دوست کی مدد کرے گا۔ پھر زمین پر کوئی فاسق و جابر اور سرکش وعنید باقی نہ رہے گا۔

اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

ابو اسحاق! ان باتوں کو اپنے سچے اور مخلص دینی بھائیوں کے علاوہ اور کسی سے

بیان نہ کرنا اور جب علامات ظہور نمایاں ہوں تو اس وقت پہنچنے میں دیر نہ کرنا اور ہمارے پاس اکیلے نہ آنا بلکہ انہیں بھی ساتھ لے کر آنا جو منارۂ یقین اور دین کے چراغ کی روشنی کے خواہش مند ہیں اور جب تم ہمارے پاس پہنچو گے تو تمہیں ہدایت نصیب ہوگی۔

ابراہیم بن مہزیار کہتے ہیں کہ میں نے وہاں کچھ دن حضرتؑ کے پاس قیام کیا اور آپ سے اکتساب فیض کرتا رہا پھر میں نے اہواز واپسی کا ارادہ کیا اور میں نے آپؑ سے اجازت چاہی۔ آپؑ نے اپنی دعاؤں کے ساتھ مجھے اجازت دی اور جب میں چلنے لگا تو اس وقت میرے پاس پچاس ہزار درہم تھے۔ میں نے وہ تمام رقم آپؑ کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا کہ آپؑ اس حقیری رقم کو قبول فرمالیں۔

آپؑ نے تبسم فرمایا اور کہا:

ابواسحاق! یہ رقم تم اپنے پاس رکھو کیونکہ تمہیں طویل سفر طے کرنا ہے۔ خدا تمہیں اس کے لیے جزائے خیر عنایت فرمائے اور خدا کرے کہ صحت و سلامتی سے تمہارا یہ سفر تمام ہو اور اپنے اہل خانہ سے جا کر ملو۔

چنانچہ میں حضرتؑ کی دعاؤں کے سایہ میں ان سے رخصت ہوا اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے میری رہنمائی فرمائی اور مجھے امام زمانہؑ کے پاس حاضر ہونے کا شرف عطا کیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ اپنی زمین کو امام کے وجود سے خالی نہیں رکھتا۔

(کمال الدین، ص ۴۴۵۔ الخرائج والجرائح، جلد ۳، ص ۱۰۹۹)

امام حسن عسکریؑ کے گھر غارت گری

حسن بن وجناء کے دادا کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے وقت میں سامرہ میں موجود تھا اور میں ان کے مہمان خانہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ حضرتؑ کی تدفین کے بعد جعفر کذاب بہت سے گھڑسوار لے کر آیا اور جنہوں نے حضرتؑ کے گھر لوٹنا شروع کر دیا۔

میں اٹھا تا کہ امام قائم آل محمدؐ کو ان ظالموں کے ہاتھوں سے بچا سکوں۔ اس اثناء میں مَیں نے دیکھا کہ امام زمانہؑ بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ گھر کے دروازے سے نکلے اور انہیں کسی نے وہاں سے جاتے ہوئے نہ دیکھا۔ اس کے بعد وہ ایسے غائب ہوئے کہ دوبارہ گھر میں کسی کو دکھائی نہ دیئے۔

(کمال الدین' ص ۴۷۳۔ منتخب انوار مضیہ' ص ۱۵۹)

کابلی کا زیارت امامؑ سے مشرف ہونا

محمد بن شاذان کا بیان ہے کہ ابوسعید ہندی کے پاس کابلی سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے بتایا کہ میں نے انجیل میں اسلام کی صداقت کو پڑھا تو میں مسلمان ہوگیا اور پھر میں امام زمانہؑ کی تلاش کے لیے مختلف شہروں میں گیا لیکن مجھے ان کا کہیں نام و نشان نہ ملا۔ پھر میں مدینہ منورہ آیا اور یہاں آ کر میں نے جس سے بھی امام زمانہؑ کا تذکرہ کیا اس نے مجھے جھڑک دیا۔

پھر ایک دن میری ملاقات یحییٰ بن محمد عریضی سے ہوئی اور میں نے ان سے امام زمانہ علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: تمہیں جس کی تلاش ہے وہ ''صریا'' میں مقیم ہے۔

یہ سن کر میں صریا گیا اور میں ایک دہلیز پر پہنچا جہاں چھڑکاؤ کیا ہوا تھا۔ میں اس دروازے پر لیٹ گیا۔ ایک سیاہ فام غلام آیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہاں مت لیٹو اور یہاں سے اٹھ کر کہیں اور چلے جاؤ۔

میں نے کہا کہ میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ اس کے بعد وہ غلام اندر گیا اور پھر اس نے مجھ سے کہا کہ اندر آ جاؤ۔

جب میں اندر گیا تو میں نے دیکھا کہ امام زمانہ علیہ السلام گھر کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو انہوں نے مجھے میرے اس نام سے پکارا جس

کے ساتھ میرے اہل خانہ مجھے پکارا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے مجھے بہت سی چیزوں کے متعلق بتایا۔

میں نے ان سے اجازت لینے سے قبل کہا کہ میرا زادراہ ختم ہو گیا ہے۔ آپ مجھے کچھ زادراہ عنایت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں تو تجھے زادراہ دے دیتا ہوں لیکن تم نے جھوٹ بولا ہے اسی لیے یہ زادراہ تم سے ضائع ہو جائے گا۔

چنانچہ انہوں نے مجھے زادراہ دیا اور بعد میں وہ مجھ سے ضائع ہو گیا۔ دوسرے سال میں اس مقام پر پھر گیا تو وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔

(کمال الدین، ص ۴۳۹۔ تبصرۃ الولی، ص ۶۹-۷۰)

نواب اربعہ

۱۔ راوندی مرحوم رقم طراز ہیں:

امام زمانہ علیہ السلام نے حقوق شرعیہ کی وصولی اور مسائل دین کی رہنمائی کے لیے اپنے نمائندے مقرر کیے تھے اور حضرتؑ کا پہلا جانشین شیخ عثمان بن سعید عمری تھا۔ ان کی وفات کے بعد امام زمانہؑ نے ان کے فرزند ابوجعفر محمد بن عثمان کو اپنا نمائندہ مقرر فرمایا۔

ان کے بعد ابوالقاسم حسین بن روح امام زمانہ علیہ السلام کے وکیل مقرر ہوئے اور ان کے بعد علی بن محمد السمری آپؑ کے وکیل مقرر ہوئے۔ ان کی وفات سے سفارت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور نواب اربعہ کے پاس لوگ جو بھی مال لے کر آتے تھے تو وہ اس مال اور اس کے مالک کی نشانی بیان کرتے تھے اور انہیں اس کی نشانیاں امام زمانہؑ کی طرف سے ملا کرتی تھیں۔ (الخرائج، جلد ۳، ص ۱۱۰۸)

۲۔ ابوجعفر اسود کہتے ہیں کہ ابوجعفر عمری نے اپنی زندگی میں اپنے لیے قبر کھودی

ہوئی تھی۔ میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا:

مجھے امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے حکم مل چکا ہے کہ میں اپنے معاملات سمیٹ لوں۔ اس کے دو ماہ بعد ان کی وفات ہوگئی۔ (الخرائج، جلد ۳، ص ۱۱۲۰)

۳- محمد بن علی بن حسین کہتے ہیں کہ جب ابو جعفر محمد بن عثمان عمری کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں ان کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا اور میں ان سے سوال کرنے اور باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ اس وقت ابوالقاسم حسین بن روح ان کے قدموں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ عمری میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

امام زمانہ علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ میں ابوالقاسم حسین بن روح کو اپنا جانشین مقرر کروں۔

یہ سن کر میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی جگہ پر ابوالقاسم کو بٹھایا اور خود ان کی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ (کمال الدین، ص ۵۰۳۔ بحار الانوار، جلد ۵۱، ص ۳۵۴)

۴- محمد بن علی بن متیل نے کہا کہ محمد بن عبدیل آبی کی بیوی زینب میرے چچا جعفر بن احمد کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ میرے پاس مال امام کے تین سو درہم موجود ہیں اور میں یہ رقم اپنے ہاتھوں سے حسین بن روح کی خدمت میں پہنچانا چاہتی ہوں۔

میرے چچا نے ترجمانی کے لیے مجھے اس کے ساتھ روانہ کیا۔ جب میں اس خاتون کو لے کر حسین بن روح کے پاس گیا تو حسین بن روح نے اس سے اس کی مقامی زبان میں اس سے اس کی اور اس کے خاندان کی خیریت دریافت کی۔ اور مجھے ترجمانی کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ پھر اس خاتون نے مذکورہ رقم ان کے سپرد کی اور واپس چلی گئی۔ (کمال الدین، ص ۵۰۳۔ غیبت طوسی، ص ۳۲۱)

ایک گونگے کو گویائی ملنا

ابو عبداللہ بن سورہ قمی کا بیان ہے کہ اہواز میں میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی

جس کا نام "سرور" تھا۔ البتہ مجھے اس کا نسب بھول گیا ہے اور وہ انتہائی عبادت گزار اور تہجد گزار شخص تھا۔

اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں بچپن میں گونگا بہرہ تھا اور چودہ سال تک میں گونگا بہرہ ہی رہا۔ پھر میرے والد اور چچا مجھے دعا کی غرض سے حسین بن روح کے پاس لے گئے اور ان سے کہا کہ آپ امام زمانہؑ سے التجا کریں کہ یہ بچہ بولنے لگ جائے۔

حسین بن روح نے فرمایا کہ امام زمانہ علیہ السلام نے تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم اسے کربلا لے جاؤ۔

یہ سن کر میرے والد اور چچا مجھے کربلا لے گئے وہاں غسل کیا اور زیارت کی۔ پھر میرے والد نے مجھے پکار کر کہا: سرور!

میری زبان کھل گئی اور میں نے لبیک کہا:

اس نے کہا: کیا اب تم بولنے لگ گئے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں' میری زبان کی گرہیں کھل گئی ہیں اور اب میں بول سکتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص بولتا ضرور تھا لیکن بلند آواز سے نہیں بولتا تھا۔

(الخرائج' جلد۳' ص۱۱۲۲۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص۶۹۰۔ غیبت طوسی' ص۳۰۹۔ بحار الانوار' جلد۵۱' ص۳۲۵)

وقدتم تلخيص مدينة المعاجز ويليه كتاب الملحقات من

مترجمه عفى الله عنه وعن والديه -

○○○

باب ملحقات

مہدی فی القرآن

قرآن مجید کی بہت سی آیات میں حضرت امام مہدی علیہ السلام اور ان کے اصحاب اور ان کے دشمنوں کے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان بہت سی آیات میں سے ہم یہاں چند آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱-قرآن مجید میں رب العزت کا فرمان ہے:

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (ھود:۸)

''اور اگر ہم ایک گنی ہوئی جماعت کے آنے تک ان سے عذاب مؤخر کر دیں تو یقیناً یہ لوگ کہیں گے کہ اسے کس نے روکا ہے۔ آگاہ رہو! جب وہ آئے گا تو ان سے ٹالا نہ جا سکے گا اور انہیں وہ عذاب آ کر گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے''۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا:

''امۃ معدودۃ'' سے اصحاب قائم مراد ہیں اور ان کی گنتی مقرر ہے وہ تین سو دس سے کچھ زیادہ ہوں گے۔ (تفسیر علی بن ابراہیم المعروف تفسیر قمی)

۲-ارشاد خداوندی ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ (ابراھیم:۵)

''اور لوگوں کو ''ایام اللہ'' کی یاد دہانی کراتے رہو۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''ایام اللہ'' تین ہیں:

۱-ظہور قائم کا دن ۲-موت کا دن ۳-قیامت کا دن۔

ارشاد خداوندی ہے:

فَلَمَّا اَحَسُّوْا بَاْسَنَا اِذَاهُمْ مِنْهَا يَرْكُضُوْنَ ○ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْا اِلٰى مَا اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ○ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ (انبیاء: ۱۲-۱۵)

پھر جب ان لوگوں نے عذاب کی آہٹ محسوس کی تو اسے دیکھ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ (ہم نے کہا) بھاگو نہیں اور اپنے گھروں کی طرف اور اپنے عیش وعشرت کے سامان کی طرف پلٹ کر جاؤ کہ تم سے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کی جائے گی۔

انہوں نے کہا ہائے ہماری بدنصیبی ہم لوگ واقعی ظالم تھے۔ وہ اسی طرح سے فریاد میں مصروف رہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بنا کر انہیں بجھا کر رکھ دیا۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت کی تاویل ظہور قائم آل محمدؐ کے وقت بھی ظاہر ہوگی۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِى الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء: ۱۰۵)

''ہم نے تورات کے بعد زبور میں یہ بات لکھ دی ہے کہ زمین کے

وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ اس آیت کے مظہر اتم حضرت قائم آل محمدؐ ہوں گے۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ○ (حج: ۳۹)

"جن لوگوں سے مسلسل جنگ کی جارہی ہے انہیں ان کی مظلومیت کی بنا پر جنگ کی اجازت دے دی گئی ہے اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قدرت رکھتا ہے"۔

اس آیت کا ظاہری تعلق جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ سے ہے لیکن اس آیت کی تطبیق امام زمانہ علیہ السلام پر بھی ہوتی ہے کہ وہ ظالموں سے آلِ محمدؐ کی مظلومیت کا بدلہ لیں گے جیسا کہ ان کا فرمان ہے کہ خونِ حسینؑ کے ہم خود وارث ہیں اور ہم ہی اس کا انتقام لیں گے۔

ارشاد خداوندی ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○

"یہی وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین کا اقتدار دے دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور نظام زکوٰۃ نافذ کریں گے اور بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور جملہ امور کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے"۔ (الحج: ۴۱)

اس آیت کے مظہر اتم حضرات قائم آل محمد علیہ السلام ہوں گے۔ جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت آلِ محمدؐ اور ان کے تمام ائمہ اور بالخصوص حضرت مہدی اور ان کے اصحاب کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ مشرق سے مغرب تک زمین کا اقتدار انہیں عنایت فرمائے گا اور ان کے ذریعے سے اللہ دین کو غلبہ دیگا اور مہدی بدعات اور

امور باطل کو حرف غلط کی طرح سے مٹا کر دم لے گا۔ وہ ظلم کا خاتمہ کر دے گا اور مہدی اور اس کے اصحاب نیکیوں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے۔ (تفسیر قمی)

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ (نمل ۶۲)

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی صدا کو سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم لوگوں کو زمین کا وارث بناتا ہے۔ تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ تم لوگ بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو"۔

اس آیت کے مظہر اتم حضرت قائم آل محمد علیہ السلام ہوں گے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک روایت میں مروی ہے کہ خدا کی قسم! قائم آل محمدؐ بہت ہی مضطر ہوں گے اور وہ آ کر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھیں گے اور اللہ سے اپنی کشائش کی دعا مانگیں گے اللہ ان کی دعا کو قبول کریگا اور انہیں پوری زمین کا خلیفہ اور حاکم مقرر کر اور ان کی مشکلات کو دور کرے گا۔ (تفسیر قمی)

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (الشوریٰ: ۴۲)

"جو شخص ظلم کے بعد بدلہ لے اس کے اوپر کوئی الزام نہیں ہے۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین پر زیادتیاں کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

امام زمانہ علیہ السلام ظالموں سے انتقام لیں گے اور ان کے اس فعل کا آیات الٰہی میں پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت قائم بنی امیہ کے ظالموں اور اپنی

کرنے والوں اور دشمنانِ آل محمدؐ سے انتقام لیں گے۔ (تفسیر قمی)

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ (الصف:۸)

''وہ چاہتے ہیں کہ منہ سے پھونکیں مار کر اللہ کے نور کو بجھا دیں لیکن اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے ہی رہے گا اگرچہ کافروں کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ ہو''۔

اس آیت کے ضمن میں ائمہ اہل بیتؑ فرماتے ہیں:

اللہ اپنے نور کو قیام قائم تک پہنچا کر ہی رہے گا۔ جب ان کا ظہور ہوگا تو دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ نصیب ہوگا اور دنیا میں غیر اللہ کی عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اور قائم آل محمد علیہ السلام ظلم وستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ (التوبہ:۳۳)

''وہی تو خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ روانہ کیا تاکہ دین حق کو تمام ادیان پر غالب کردے خواہ مشرکوں کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ ہو''۔

امام زمانہ علیہ السلام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدہ کی تکمیل کرے گا اور دین حق کو تمام ادیانِ عالم پر غلبہ دے گا۔ (تفسیر قمی)

یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِھَا خَیْرًا قُلِ انْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ○ (الانعام:۱۵۸)

''جس دن خدا کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو جو شخص پہلے سے

ایمان نہ لایا ہوگا یا ایمان لانے کے بعد کوئی بھلائی نہ کی ہوگی' اس کا ایمان اسے کوئی فائدہ نہ دے سکے گا۔ آپ کہہ دیں کہ تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں''۔

آیت بالا کے ضمن میں شیخ صدوق نے امام جعفر صادق سے یہ روایت نقل کی۔ آپؑ نے فرمایا:

تمام ائمہ کرام اللہ کی آیات ہیں اور جس آیت کے انتظار کا حکم دیا گیا ہے وہ قائم آلِ محمدؐ ہیں۔ وہ تلوار کے ساتھ خروج کریں گے اور جو شخص پہلے سے ان پر اور ان کے آبائے طاہرین علیہم السلام پر ایمان نہ رکھتا ہوگا تو اس دن کا ایمان اس کے لیے مفید ثابت نہ ہوگا۔ (کمال الدین)

ارشاد خداوندی ہے:

فَلَا اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ○ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ○

''میں ان ستاروں کی قسم کھاتا ہوں جو پلٹ جانے والے ہیں۔ چلنے والے اور چھپ جانے والے ہیں''۔ (تکویر: ۱۵-۱۶)

شیخ صدوق کمال الدین میں لکھتے ہیں کہ ام ہانی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کی تاویل دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا:

۲۶۰ ہجری میں ایک امام اپنے دور امامت میں غائب ہو جائے گا پھر ایک عرصہ بعد وہ شہاب ثاقب کی طرح رات کے اندھیرے میں نمودار ہوگا۔ اگر تم نے اس کا زمانہ پالیا تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ.....

''الف لام میم۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور یہ متقین کے لیے ہدایت ہے جو کہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں''.....

غیب میں اگرچہ بہت سے غیب شامل ہیں لیکن اس میں امام زمانہ علیہ السلام کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب یحییٰ بن ابی قاسم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

متقین سے ہمارے شیعہ مراد ہیں اور ''غیب'' سے حضرت حجت مراد ہیں۔

(کمال الدین)

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (حدید:۱۷)

''جان لو کہ اللہ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے''۔

جس طرح سے خشک سالی زمین کی موت ہے اور بارش زمین کے لیے زندگی ہے۔ اسی طرح سے زمین کا ظلم و جور سے بھر جانا زمین کی موت ہے اور ظلم و جور کے بعد اس کا عدل و انصاف سے بھر جانا زمین کی زندگی ہے۔ چنانچہ معصومین نے اس آیت سے قائم آلِ محمدؐ کے ظہور کا استدلال کیا ہے۔ (غیبت طوسی)

ارشاد خداوندی ہے:

وعدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ وَلَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○ (نور:۵۵)

''اللہ نے تم میں سے صاحبان ایمان و عمل صالح سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں روئے زمین پر اسی طرح سے اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے والوں کو بنایا ہے اور ان کے لیے اس دین کو غالب کر دے گا جسے ان کے لیے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے خوف کو

امن سے تبدیل کر دے گا وہ سب صرف میری ہی عبادت کریں
گے اور کسی طرح کا شرک نہ کریں گے اور اس کے بعد جو بھی انکار
کرے تو وہ فاسق ہوں گے"۔

اگرچہ عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ رسول اکرم یا صحابہ کے دور میں خدا کا یہ وعدہ پورا ہو چکا ہے اور مسلمانوں کو عظیم اقتدار مل چکا ہے اور ان کے دور میں دین کا غلبہ ہوا اور خوف امن سے بدل گیا اور توحید کا غلغلہ تھا اور شرک کی بیخ کنی کر دی گئی تھی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابھی یہ وعدہ پوری طرح سے تحقق پذیر نہیں ہوا۔ خوف مکمل طور پر اسلام کی پوری تاریخ میں امن سے ابھی تک نہیں بدلا ہے۔ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ہمیں خوف و اضطراب دکھائی دیتا ہے اسی لیے مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ یہ کام میرے آخری وارث کے ذریعہ انجام پائے گا۔ اور جب دنیا ظلم و جور سے بھر جائیگی تو قائم آل محمدؐ کے ذریعے سے اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور اس کی بجائے مثالی عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ تشکیل دیا جائے گا۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ ○ (القصص:۵)

"ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور انہیں زمین کا وارث قرار دیں"۔

اللہ تعالیٰ نے دور فرعون میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرما کر بنی اسرائیل کو نکبت و ذلت سے نجات دی اور انہیں زمین کا وارث قرار دیا۔ اس طرح سے دنیا کے آخر پر اللہ تعالیٰ آل محمدؐ کی مظلومیت کو فتح و نصرت سے تبدیل کرے گا اور قائم آل محمدؐ روئے زمین کا اقتدار دے کر انہیں پیشوا اور وارث ارض قرار دے گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے بھی اس سلسلہ کی ایک روایت مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

اس آیت میں آلِ محمدؐ کی طرف اشارہ کیا گیا' اللہ تعالیٰ ان میں مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔ وہ دین کو عزت دیں گے اور آلِ محمدؐ کے دشمنوں کو ذلیل کریں گے۔

آپؑ نے مزید فرمایا:

دنیا اپنی بے رخی کے بعد ایک مرتبہ پلٹ کر ہمارے پاس ضرور آئے گی جس طرح سے کوئی ناقہ اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے پلٹتی ہے۔ پھر آپؑ نے اسی آیت مجیدہ کی تلاوت فرمائی۔

○○○

مہدی فی الحدیث

۱- حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ہم اولاد عبدالمطلب جنت کے سردار ہیں یعنی رسولؐ خدا، حمزہ سید الشہدا، جعفر طیار، علی مرتضیٰ، فاطمۃ الزہراء، حسن مجتبیٰ، حسین شہید کربلا اور مہدی صلوات اللہ علیہم اجمعین! (غیبت طوسی وغیبت نعمانی)

۲- امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث نقل فرمائی کہ آپؐ نے فرمایا:

ہمارے قائم کے ظہور سے پہلے قیامت قائم نہ ہوگی اور ان کا ظہور اس وقت ہوگا جب خدا کا اذن ہوگا۔ جو اس کی پیروی کرے گا وہ نجات حاصل کرلے گا اور جو اس سے پیچھے رہے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔

جب اس کا ظہور ہوجائے تو تم اس کی مدد کے لیے چلے آنا' اگرچہ تمہیں برف پر ہی کیوں نہ چلنا پڑے وہ اللہ کا بھی خلیفہ ہے اور میرا بھی خلیفہ ہے۔ (عیون اخبار الرضاؑ)

۳- معراج پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے بہت سی باتیں کیں۔ چنانچہ ابن عباس کی بیان کردہ ایک طویل روایت کا ایک اقتباس یہ ہے:

میں تمہاری نسل کے قائم کے ذریعہ سے اپنی زمین کو تسبیح وتقدیس' تہلیل وتکبیر اور تمجید کی صداؤں سے بھردوں گا۔

اور اس کے ذریعے سے میں اپنی زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کروں گا اور اپنے اولیاء کو اس کا وارث بناؤں گا اور کفر کے کلمہ کو نیچا کروں گا اور کلمہ حق کو بلندی

دوں گا۔ اور اس کے ذریعے سے اپنے شہروں اور اپنے بندوں کو حیات نو عطا کروں گا اور اسی کے ذریعے سے اپنے تمام خزانے اور ذخیرے باہر نکالوں گا۔ اور اپنی مشیت و ارادہ سے اس پر اپنے اسرار و رموز کا انکشاف کروں گا اور اپنے احکام کے نفاذ میں اپنے ملائکہ سے اس کی مدد کراؤں گا۔ وہی میرا ولی اور بندوں کے لیے سچا ہادی ہوگا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ اولاد حسینؑ میں سے میری امت کا ایک شخص حکومت نہ کر لے جو ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ (عیون الاخبار)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس اُمت کے لیے ایک مہدی کا ہونا لازمی ہے اور وہ تمہاری اولاد میں سے ہوگا۔ (امالی مفید)

محمد بن حمران راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ملائکہ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

پروردگار! تو نے دیکھا کہ لوگوں نے تیرے برگزیدہ بندے حسینؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

اللہ تعالیٰ نے قائم آلِ محمدؐ کے نور کو پیش کر کے فرمایا:

''میں اس کے ذریعے سے حسینؑ پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لوں گا''۔

(امالی مفید)

۷۔ ابوالوداک کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابوسعید خدری سے کہا:

''خدا کی قسم! ہر دن پہلے سے بدتر آ رہا ہے اور ہر حاکم پہلے حاکم سے برا آ رہا ہے''۔

ابوسعید خدری نے کہا:

میں یہ باتیں ایک عرصہ قبل حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن چکا

ہوں۔آپؐ نے فرمایا تھا کہ ظلم و جور کا یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور دنیا میں ایسا فتنہ پیدا ہوگا کہ کوئی کسی کو نہ پہچانے گا اور پوری زمین پر ظلم وستم کا ایسا راج قائم ہوجائے گا کہ کسی کو قول خدا بیان کرنے کی جرأت تک نہ رہے گی۔اس کے بعد اللہ میری عترت میں سے ایک مرد کو بھیجے گا جو ظلم وستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھردے گا۔اس کے دور میں زمین اپنے خزانے ظاہر کردے گی اور آخرکار اسلام کو قرار آجائے گا۔

۸- امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسولؐ خدا سے یہ حدیث روایت کی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا اور مجھے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ میری نسل میں سے قائم آلِ محمدؐ غیبت کے پردہ میں چلا جائے گا اور غیبت اتنی طویل ہوجائے گی کہ لوگ یہ کہنا شروع کردیں گے کہ اب اللہ کو آل محمدؐ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔اس کے بعد لوگوں کے نظریات میں مزید تبدیلی پیدا ہوگی اور وہ قائم آلِ محمدؐ کی ولادت کو ہی مشکوک سمجھنے لگ جائیں گے۔

لہٰذا جو شخص امام قائم کے زمانہ میں پیدا ہوا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھے اور ابلیس کو شک کا موقع ہی فراہم نہ کرے۔ورنہ ایسا شخص میرے دین وملت سے خارج ہوجائے گا اور یاد رکھو! اسی ابلیس نے ہی تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا تھا۔اللہ نے شیاطین کو بے ایمان لوگوں کا سرپرست بنایا ہے۔(کمال الدین)

حدیث معراج میں مہدیؑ کا تذکرہ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کمال الدین میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس کا ایک اقتباس یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے شب معراج اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

میں علیؑ و بتولؑ سے گیارہ امام پیدا کروں گا اور ان گیارہ میں سے جو آخری فرد ہوگا عیسیٰ بن مریم اس کی اقتدا میں نماز پڑھے گا۔ وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور اس کی وجہ سے قابلِ ہلاکت افراد کو نجات نصیب ہوگی اور گمراہوں کو ہدایت ملے گی اور اندھوں کو بینائی اور بیماروں کو شفا ملے گی۔

میں نے عرض کیا:

پروردگارا! یہ سب کچھ کب منصۂ شہود پر آئے گا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یہ اس وقت ہوگا جب دنیا سے علم اٹھ جائے گا اور جہالت کا زور ہوگا۔ قرآن کو کثرت سے پڑھا جائے گا لیکن اس پر عمل انتہائی کم ہوگا۔ قتل کثرت سے ہوں گے۔ ہدایت دینے والے علماء کم ہوں گے اور گمراہی اور خیانت کو رواج دینے والے علماء زیادہ ہوں گے۔ شعراء کی کثرت ہوگی۔ قبروں کو مساجد بنالیا جائے گا۔ قرآن کی تزئین و زیبائش کی جائے گی۔ مساجد کو خوب سنوارا جائے گا۔ فساد وظلم زیادہ ہوگا۔ برائیاں سرعام ہوں گی۔ تمہاری اُمت کو نیکی سے روکا جائے گا اور برائیوں کا حکم دیا جائے گا اور حالت یہ ہوجائے گی کہ مرد، مرد پر اکتفا کرے گا اور عورت، عورت پر اکتفا کرے گی۔ حکام کافر ہوں گے اور ان کے دوست فاجر ہوں گے اور ان کے مددگار ظالم ہوں گے اور ان کے مشیر فاسق ہوں گے۔

اس وقت تین گہن ہوں گے ایک مشرق، ایک مغرب اور تیسرا جزیرہ عرب میں ہوگا اور تمہاری نسل کے ایک فرد کے ذریعہ سے بصرہ تباہ ہوجائے گا۔ اور اس کے پیچھے زنگی ہوں گے۔ پھر اولاد حسینؑ سے ایک فرد خروج کرے گا اور دجال مشرق میں سجستان سے ظاہر ہوگا اور سفیانی خروج کرے گا..... (کمال الدین)

زمانہ غیبت میں ایمان رکھنے والا کامل مومن ہوگا

۱۰- امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام کی سند سے رسولؐ خدا سے روایت فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وہ شخص بڑا خوش بخت ہے جس کو میرے اہل بیتؑ میں سے امام قائم کا دور ملا اور اس نے ان کی غیبت میں انہیں اپنا امام تسلیم کیا اور ان کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھی۔ یہی لوگ میرے رفیق' میرے اہل محبت اور قیامت کے دن میرے نزدیک انتہائی محترم ہوں گے۔ (کمال الدین)

۱۱- حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مہدی میری اولاد میں سے ہوں گے اور وہ میرے ہم نام اور ہم کنیت ہوں گے۔ وہ سیرت وصورت میں میرے مشابہ ہوں گے۔ اس کی غیبت کی وجہ سے لوگ دین سے منحرف ہو جائیں گے۔ پھر وہ شہاب ثاقب کی طرح ظاہر ہوں گے اور ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

کبریت احمر سے زیادہ نایاب افراد

۱۲- ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علی بن ابی طالب میرے بعد میرے جانشین اور میری اُمت کے امام ہوں گے اور اس کی نسل سے قائم المنتظر پیدا ہوں گے جو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اس کی غیبت میں اس کی امامت کا اعتقاد رکھنے والے افراد کبریت احمر سے بھی

زیادہ نایاب ہوں گے۔

اس وقت جابر بن عبداللہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! کیا آپؐ کا فرزند قائم غیبت میں چلا جائے گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جی ہاں' مجھے رب کی قسم! اس طرح سے اللہ اہل ایمان کو آزمائے گا اور کافروں کو نیست و نابود کرے گا۔ جابر! قائم کی غیبت خدا کا امر ہے اور خدا کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اللہ نے اس راز کو اپنے بندوں سے مخفی رکھا ہے لہٰذا خدا کے امر میں کبھی شک نہ کرنا' یہ کفر ہے۔ (کمال الدین)

۱۳- رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس نے میرے فرزند امام مہدی کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا اور اس کا انکار کرنے والا جاہلیت کی موت مرے گا۔ (کمال الدین)

۱۴- ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرمنبر فرمایا:

امام مہدی میری عترت اور میری اہل بیت میں سے ہوگا اور وہ آخری زمانہ میں خروج کرے گا اس کے لیے آسمان اپنی برکت کے تمام قطرات برسائے گا اور زمین اپنے تمام دانے اُگا دے گی اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

۱۵- حضرت ابوہریرہ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:

اگر دنیا کی عمر میں ایک دن بھی باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا طویل کر دے گا کہ اس میں میری اہل بیتؑ میں سے ایک مرد خروج کرے گا جو ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ (غیبت طوسی)

۱۶- حضرت ام المومنین ام سلمہ کا بیان ہے کہ حضرت رسو

وآلہ وسلم نے فرمایا:

المهدی من عترتی من ولد فاطمة

''مہدی میری عترت میں سے ہوں گے یعنی اولاد فاطمہؑ میں سے

ہوں گے''۔

حضرت علیؑ اور جعفر طیارؓ کو خوش خبری

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بقیع میں تشریف لے گئے۔ حضرت علیؑ آئے اور سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ

آنحضرتؐ کی داہنی طرف بیٹھ گئے۔ پھر جعفر بن ابوطالب آئے اور انہوں نے رسولؐ خدا

کے متعلق پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ آپؐ بقیع میں تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ وہ بھی بقیع میں

آئے اور آنحضرتؐ کو سلام کیا تو آپؐ نے انھیں بائیں طرف بٹھا دیا۔ پھر کچھ دیر بعد

عباس آئے۔ انھوں نے آنحضرتؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے انھیں اپنے سامنے بٹھا دیا۔ پھر

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

کیا میں تمہیں خوش خبری سناؤں اور ایک بات بتا دوں؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائیں:

آپؐ نے فرمایا:

میرے پاس ابھی جبریل امینؑ آئے تھے اور انہوں نے بتایا کہ جو قائم آ

زمانہ میں ظہور کرے گا اور وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر

اس کا تعلق تمہاری ذریت سے ہوگا اور وہ اولاد حسینؑ میں سے ہوگا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! اللہ نے مجھے جو بھی شرف وفضیلت عطا کی ہے وہ آپؐ سے

میں کی ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے جعفر طیار کی طرف رخ کیا اور فرمایا:

جعفر! کیا میں تمہیں بھی خوش خبری سناؤں؟

انہوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ضرور سنائیں۔

آپؐ نے فرمایا:

جو شخص قائم کے ساتھ رہ کر ان کا دفاع کرے گا وہ تمہاری اولاد میں سے ہوگا۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: جانتے ہو وہ کیسا ہوگا؟

جعفر نے عرض کیا: نہیں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: اس کا چہرہ دینار کی طرح چمکتا ہوگا اور اس کی تلوار سے شعلے ٹپکیں گے۔

پھر آپؐ عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

چچا! کیا میں آپ کو وہ بات بتا دوں جس کی خبر مجھے جبریلؑ نے دی ہے؟

حضرت عباس نے عرض کیا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا:

آپ کی ذریت کے لیے ''ویل'' افسوس و ہلاکت ہے۔

حضرت عباس نے کہا:

کیا میں بیویوں سے جنسی تعلقات ختم کر دوں؟

آپؐ نے فرمایا: اللہ نے جو کچھ کرنا ہے وہ اس کا فیصلہ کر چکا ہے۔

المہدی فی کتب السنۃ

حضرت مہدی کے عقیدہ پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ چنانچہ شیعہ و سنی محدثین دونوں نے ہی مہدی کے متعلق بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔ حافظ ابونعیم نے تو امام

مہدی علیہ السلام کے متعلق چالیس احادیث یکجا لکھی ہیں۔ علاوہ ازیں شیخ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن محمد شافعی نے اپنی کتاب "کفایۃ للطالب فی مناقب علی بن ابی طالب" کے مقدمہ میں لکھا کہ میں نے یہ کتاب شیعی روایات سے ہٹ کر لکھی ہے تاکہ دلائل مضبوط ہو جائیں اور کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے۔ انہوں نے حالات مہدی کے لیے مختلف ابواب تحریر کیے ہیں جن کے چند اقتباسات نذر قارئین کیے جاتے ہیں:

۱۔ زر نے عبداللہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیتؑ میں سے ایک مرد عرب پر حکومت نہ کرلے جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ (سنن ابی داؤد)

۲۔ حضرت علی علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:

اگر دنیا کی عمر میں سے صرف ایک دن باقی رہ جائے تو اس ایک ہی دن میں میرے اہل بیتؑ میں سے اللہ ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

گنجی شافعی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ترمذی نے اپنی کتاب جامع میں بیان کیا اور اس میں انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ ان کے والد میرے والد کے ہم نام ہوں گے۔ علاوہ ازیں سنن ابی داؤد میں بس یہی الفاظ ہیں کہ "مہدی میرا ہم نام ہوگا" کے آگے کچھ نہیں ہے۔

سعید بن مسیب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ام المومنین ام سلمہ کی خدمت میں موجود تھے۔ گفتگو میں حضرت مہدیؑ کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا:

المهدی من عترتی من ولد فاطمة

"مہدی میری عترت سے ہوں گے یعنی اولاد فاطمہ سے ہوں گے"۔(سنن ابن ماجہ)

۴- ثوبان کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تمہارے خزانے کے پاس تین آدمی مارے جائیں گے اور وہ سب کے سب خلیفہ کی اولاد میں سے ہوں گے اور ان میں سے کوئی بھی حکومت حاصل نہیں کر سکے گا۔ پھر مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے نمودار ہوں گے اور وہ تمہارا یوں قتل عام کریں گے کہ کسی قوم کا یوں قتل عام نہ ہوا ہوگا۔

(اس کے بعد رسولؐ خدا نے کچھ ارشاد فرمایا جو کہ مجھے یاد نہیں ہے) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب تم اسے دیکھو تو اس کی بیعت کرو اگرچہ تمہیں برف پر چل کر بھی کیوں نہ جانا پڑے وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔(سنن ابن ماجہ)

۵- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مشرق سے لوگ خروج کریں گے جو مہدیؑ کی حکومت کے لیے زمین ہموار کریں گے۔(سنن ابن ماجہ)

۶- امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

کیا کہنے "طالقان" کے جہاں خدا کے خزانے ہیں وہ خزانے سونے چاندی کے نہیں ہیں وہاں کچھ ایسے مرد مومن رہتے ہیں جنہیں خدا کی حقیقی معرفت حاصل ہوگی اور آخری زمانہ میں امام مہدیؑ کے مددگار ہوں گے۔(کتاب الفتوح' ابن اعثم کوفی)

۷- ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آئے گا۔ ہم نے اپنے خدشہ کا اظہار آنحضرتؐ کے سامنے کیا تو آپؐ نے فرمایا:

میری اُمت میں مہدی ظہور کرے گا جو پانچ یا سات یا نو سال تک حکومت کرے

گا اور جب اس کے پاس کوئی شخص کچھ مانگنے کے لیے جائے گا تو وہ سائل کی چادر میں اتنی رقم ڈال دے گا جتنی وہ اٹھانے کے قابل ہوگا۔

حافظ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابوسعید کے علاوہ یہ حدیث اور طرق سے بھی مروی ہے۔

۸- ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ایک خلیفہ کی موت کے بعد مسلمانوں کا آپس میں اختلاف ہوگا۔ اہل مدینہ میں سے ایک مرد مکہ آئے گا اور مکہ کے لوگ اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور رکن و مقام کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی۔ اور اس کے مقابلے کے لیے ایک فوج بھیجی جائے گی جو مکہ و مدینہ کے درمیان صحرا میں دھنس جائے گی۔ اس کے بعد شام کے ابدال اور عراق کے سردار آ کر اس کی بیعت کریں گے۔ پھر وہ لوگوں میں مال و دولت تقسیم کرے گا اور سنت رسولؐ پر عمل کرے گا۔ وہ سات سال تک حکومت کرے گا۔ اس کے بعد اس کی وفات ہو جائے گی اور تمام مسلمان اس کا جنازہ پڑھیں گے۔

۹- حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیف انتم اذنزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم

''اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نزول کریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا''۔

یہ حدیث حسن و صحیح ہے۔ مسلم نے اسے اپنی صحیح اور بخاری نے بھی اسے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

۱۰- ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مہدی مجھ سے ہوں گے ان کی پیشانی روشن اور ناک ستواں ہوگی اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور وہ سات سال تک حکومت کریں گے۔

شافعی کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور ابوداؤد نے اسے اپنی سنن میں لکھا ہے۔

الغرض اس سلسلہ کی کافی احادیث مروی ہیں مگر ہم صرف ان دس احادیث پر ہی سردست اکتفا کرتے ہیں۔

المہدی فی اخبار الائمۃ

۱- نعمانی کتاب غیبت میں رقم طراز ہیں:

ایک مرتبہ دریائے فرات میں سیلاب کا ریلا آیا اور امیر المومنین اور حسنین کریمین اسے دیکھنے کے لیے اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور بنی ثقیف کے محلہ سے گزرے۔ لوگوں نے کہا کہ علی آ گئے ہیں اب وہ اپنی قوت امامت سے سیلاب کا پانی واپس کریں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

ہاں، مگر میں اور میرے یہ دونوں بیٹے قتل کر دیئے جائیں۔ پھر آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جو ہمارے خون ناحق کا بدلہ لے گا اور ابتدا میں وہ غیبت کے پردہ میں چلا جائے گا اور غیبت اتنا طول کھینچے گی کہ جاہل کہنے لگ جائیں گے کہ اللہ کو آل محمدؐ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

۲- نعمانی لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

درایت کے معیار پر پوری اترنے والی ایک خبر ان دس روایات سے بہتر ہے جنہیں تم روایت کرتے ہو۔ ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ہر صحیح بات ایک روشنی ہوتی ہے۔

خدا کی قسم ہم اپنے کسی ایسے شیعہ کو فقیہہ نہیں سمجھتے جو اشاروں کی بات کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک مرتبہ منبر کوفہ پر فرمایا تھا کہ لوگو

تمہارے عقب میں ایک تاریک اور اندھا کر دینے والا فتنہ آ رہا ہے۔ اس سے وہی بچے گا جو "نومہ" ہوگا۔

لوگوں نے کہا: امیر المومنین! "نومہ" کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں کو پہچانتا ہو اور لوگ اس کو نہ پہچانتے ہوں۔

لوگو! جان لو زمین حجت خدا کے وجود سے خالی نہیں رہ سکتی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ظلم و جور اور اپنے نفس پر زیادتی کی وجہ سے اللہ لوگوں کی آنکھوں کو اندھا کر دیتا ہے اور اگر زمین ایک گھڑی کے لیے بھی حجت کے وجود سے خالی ہو جائے تو وہ اپنے اہل سمیت تباہ ہو جائے۔ حجت کی خاصیت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو پہچانتا ہے لیکن لوگ اسے نہیں پہچانتے۔ اس کی مثال حضرت یوسفؑ جیسی ہے وہ اپنے بھائیوں کو پہچانتے تھے لیکن بھائیوں نے اسے نہ پہچانا۔

پھر آخر میں آپؑ نے یہ آیت پڑھی:

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (یٰسین: ۳۰)

"بندوں کی حالت پر افسوس ان کے پاس جو بھی رسول آیا اس کا انہوں نے مذاق اڑایا۔

۳۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

صاحب الامر کا تعلق میری اولاد سے ہوگا اور اس کے لیے کہا جائے گا کہ مر گئے، ہلاک ہو گئے۔ نہیں بلکہ وہ کسی وادی میں چلے گئے۔

۴۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا

جب شہنشاہ دین قیام کرے گا تو اہل دین اس کے پاس ایسے جمع ہو جائیں گے جس طرح سے بادل کے منتشر ٹکڑے موسم خریف میں ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔

۵- امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک شخص نے پوچھا کہ مہدی کے متعلق کچھ فرمائیں۔آپؑ نے فرمایا:

صدیوں اور مدتوں کے گزرنے کے بعد جب اہلِ ایمان قلیل رہ جائیں گے اور حق کی صدا پر لبیک کہنے والے جہان سے رخصت ہو جائیں گے تو اس وقت مہدی کا ظہور ہوگا۔

سائل نے کہا: امیرالمومنین! مہدی کس قوم قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں گے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا تعلق عرب کی بلند ترین چوٹی اور عرب کے بحرِ ذخار بنی ہاشم سے ہوگا۔ جب وہ ظاہر ہوں گے تو ان کی قوم ان پر جفا کرے گی۔ جب معاشرہ گناہوں کی گندگی سے آلودہ ہو جائے گا تب صدق وصفا کے معدن کا ظہور ہوگا۔ وہ موت سے خوفزدہ ہونے والا نہ ہوگا۔ وہ مومنوں کو پناہ دے گا۔ وہ دنیا کے بڑے بڑے بہادروں سے ڈرنے والا نہ ہوگا۔ وہ سب پر غلبہ حاصل کرنے والا ہوگا اور وہ شیر نر ہوگا اور وہ ظالموں کو کاٹ کر رکھ دے گا اور ان کی تکا بوٹی کر دے گا۔ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہوگا اور وہ اعلیٰ درجے کا سخی اور اعلیٰ مرتبے کا سردار، معاملہ فہم، اور صاحب مجد وشرف ہوگا۔

خبردار ان کی اتباع سے منہ نہ موڑنا اور لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہ کرنا۔ پھر آپؑ نے مہدی کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وہ تمہارے لیے سب سے بڑی پناہ گاہ ہوں گے۔ وہ علم میں تم سے زیادہ ہوں گے اور وہ سب سے زیادہ حسنِ سلوک کرنے والے ہوں گے۔

پروردگار! ان کی بیعت سے لوگوں کے غموں کو دور کر اور ان کے منتشر شیرازے کو جمع فرما۔

لوگو! اگر تمہیں موقع میسر آ جائے تو ان کا جہاں بھی تمہیں علم ہو جائے تو تم ان کے پاس ضرور جانا اور ان کی زیارت کا شرف حاصل کرنا اور ان سے منہ نہ موڑنا۔ (غیبت نعمانی)

۶- ابواسحاق کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت علی علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھ کر فرمایا:

میرا یہ بیٹا اسی طرح سے سردار ہے جیسا کہ رسولؐ خدا نے اس کا نام سردار رکھا تھا اور عنقریب اس کی نسل سے رسولؐ خدا کا ہم نام پیدا ہوگا۔ وہ کردار میں رسولؐ خدا کے مشابہ ہوگا مگر خلعت میں ان کے مشابہ نہ ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

۷- امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

ان لوگوں نے ہدایت کی راہ کو چھوڑ کر دائیں بائیں گمراہی کی راہوں کو اختیار کیا اور ہدایت کے راستوں کو چھوڑ دیا اور جس چیز کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے اس کے لیے جلد بازی نہ کرو اور جو کچھ کل ہونے والا ہے اس کو زیادہ دُور نہ سمجھو۔ بہت سے تعجیل پسند ایسے ہیں کہ اگر ان کا مقصد حل ہو جائے تو وہ خواہش کریں گے کہ کاش ایسا نہ ہوا ہوتا۔ آج کا دن کل سے دُور نہیں ہے۔ وعدہ کا وقت قریب ہے جو بہت جلد افق پر طلوع کرنے والا ہے۔ جسے وہ دَور ملا تو گویا اسے اندھیری رات میں روشن چراغ مل گیا۔ اس کے آنے سے غلامی کے طوق اتر جائیں گے، گمراہی اور ضلالت سے نجات مل جائے گی۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دے گا۔ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوگا۔ کوئی سراغ رساں اس کے نشان قدم کو نہ دیکھ سکے گا۔ اس کے ظہور کے وقت ایک قوم کو حق کی سان پر تیز کیا جائے گا اور قرآن سے آنکھوں میں جلا پیدا ہوگی اور کان مطالب قرآن سے آشنائی حاصل کریں گے اور اس وقت لوگوں کو حکمت کے ساغر صبح وشام پلائے جائیں گے۔ (نہج البلاغہ کے ایک خطبہ سے اقتباس)

۸- عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

زمین ظلم وجور سے بھر جائے گی کسی کو اللہ کا نام کھلم کھلا لینے کی جرأت نہیں ہوگی اور اگر کوئی اللہ کا نام لے گا بھی تو چھپ کر لے گا۔ اس کے بعد اللہ ایک صالح قوم کو لے آئے گا جو ظلم وستم سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گی۔

۹- اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مجھے کچھ پریشان دکھائی دیئے اور آپؑ زمین کرید رہے تھے۔

میں نے عرض کیا: امیر المومنین! کیوں خیریت تو ہے آج میں آپؑ کو پریشان دیکھ رہا ہوں اور آپ زمین کیوں کرید رہے ہیں کیا آپؑ کو اس کی خواہش ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

نہیں' خدا کی قسم مجھے نہ تو اس کی خواہش ہے اور نہ ہی میں نے کبھی دنیا کے حصول کی خواہش کی ہے میں تو اس مولود کے متعلق سوچ رہا ہوں جو میری نسل میں سے گیارہویں پشت میں ہوگا جو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ البتہ اس کے لیے حیرت و غیبت کا زمانہ بھی ہوگا جس میں کئی قومیں گمراہ ہو جائیں گی اور کئی اقوام ہدایت پر قائم رہیں گی۔

میں نے عرض کیا: امیر المومنینؑ! کیا ایسا بھی ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں' اسے ضرور پیدا ہونا ہے مگر اصبغ تجھے اس امر کا علم کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس وقت اُمت کے بہترین لوگوں کے ساتھ عترت کے بہترین لوگ ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! اس کے بعد کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: پھر جو خدا چاہے گا وہی کرے گا اس لیے کہ ارادے اسی کے ہیں۔ مقاصد اس کے ہاتھ میں ہیں اور انجام تک پہنچانا بھی اسی کا کام ہے۔

۱۰- زمانہ غیبت میں اہلِ ایمان کی سرگردانی کی ترجمانی امیر المومنین علیہ السلام نے ان الفاظ سے فرمائی ہے:

گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ زمانہ غیبت میں اس طرح سے سرگردان و پریشان ہو کر مارے مارے پھر رہے ہو جس طرح چوپائے چراگاہ کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور انہیں چراگاہ نہ ملتی ہو۔

۱۱- ابن میثم شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

تم یقینی طور پر جان لو کہ ہمارے قائم کو سب سے پہلے تمہارے امر جاہلیت کا سامنا کرنا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس وقت پوری اُمت جاہلیت میں مبتلا ہوگی ہاں جس پر خدا رحم کر دے تو اور بات ہے۔ لہٰذا جلد بازی نہ کرو۔ ورنہ تم پر جلدی سے خوف طاری ہوگا اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ نرمی اور آہستہ روی میں برکت اور اُمت اور بقا کا راز مضمر ہے۔ امام نیک و بد کے متعلق تم سے کہیں زیادہ علم رکھتا ہے۔ وہ تم سے برے قاضیوں اور نام نہاد منصفوں کو ہٹا دے گا اور ستم پیشہ حکام کو معزول کر دے گا اور ہر مکار اور فریبی کے وجود سے زمین کو پاک کر دے گا اور وہ عدل کے تقاضوں پر عمل کرے گا اور وہ تمہارے درمیان صحیح ترازو قائم کرے گا۔ تم میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہیں وہ اس وقت خواہش کریں گے کہ ہمیں زمین پر تھوڑے دنوں کے لیے بھیج دیا جائے تا کہ عادلانہ حکومت کے سائے میں چند دن زندہ رہ سکیں۔ اور یہ امر واقع ہو کر رہے گا۔

اللہ اللہ' تم لوگ خواب غفلت میں پڑے ہو' اپنی زبانوں کو بند رکھو اور اپنا رزق روزی تلاش کرو۔ محرومی تم تک پہنچنے ہی والی ہے اور اگر تم نے صبر کیا اور بھلائی کی اور یقین کے تقاضوں پر عمل کیا تو وہ تمہاری مظلومیت کا انتقام لے گا وہ تمہارا بدلہ لے گا اور تمہارا حق تمہیں دے گا اور میں خدا کی سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ اہل تقویٰ اور اہل احسان کے ساتھ ہے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی)

بصیرت حیدری

۱۲- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ دیا اور حمد و ثنا اور درود کے بعد فرمایا:

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں اور ستم گروں کو مہلت دیتا ہے اور جب وہ اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے تو ان کے ٹکڑے کر دیتا ہے اور وہ اقوام و امم کو

آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد ان کی ٹوٹی ہڈیوں کو پیوست کر دیتا ہے۔

اے لوگو! اولین و آخرین کے حالات و واقعات تمہارے سامنے ہیں جو کہ اس لائق ہیں کہ ان سے عبرت حاصل کی جا سکے مگر نہ تو ہر دل سمجھ دار ہے اور نہ ہی ہر کان شنوا ہے اور نہ ہی ہر آنکھ حقائق کو دیکھنے والی ہے۔

بندگانِ خدا!! اپنے نفع و نقصان کو اچھی طرح سے پرکھنے کی کوشش کرو اور ان پر گہری نظر رکھو اور ان لوگوں کے انجام پر نگاہ رکھو جنہیں اللہ کی طرف سے مہلت ملی تھی اور جو آلِ فرعون کی روش کو اپنائے ہوئے تھے اور ان کے پاس باغات' چشمے اور کھیتیاں تھیں۔ ان کے پاس رہائش کے لیے دیدہ زیب مکانات موجود تھے۔ پھر دیکھو کہ اس فارغ البالی اور شادابی کے بعد اللہ نے ان کا کس طرح سے خاتمہ کیا۔ تم میں سے جو صبر و استقامت کو اپنا وطیرہ بنائے گا تو اللہ اس کو جنت سے شادکام فرمائے گا اور وہ اس میں تا ابد رہائش پذیر ہوگا اور تمام معاملات کی بازگشت خدا کی طرف ہے۔

مجھے سخت تعجب ہے فرقوں کی غلطیوں پر جو اپنے اعتقادات کی درستی کے لیے علیحدہ علیحدہ دلائل و شواہد پیش کرتے ہیں جب کہ ان کے دلائل کا نہ تو حدیث رسولؐ سے کوئی واسطہ ہے اور نہ ہی وصی رسولؐ کے عمل سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ ایسے لوگوں کا نہ تو غیب پر ایمان ہے اور نہ ہی وہ لوگوں کے عیوب پر پردہ پوشی کرتے ہیں۔

ان کی نگاہ میں نیکی اور بدی کا معیار خود ان کی ذات ہے۔ چنانچہ ان کی نظر میں نیکی بس رہی ہے جسے یہ نیکی سمجھیں اور برائی صرف وہی ہے جسے یہ برا قرار دیں اور ان میں سے ہر شخص بزعم خویش امام بنا ہوا ہے اور ان میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہے کہ ہمارے دلائل بڑے مضبوط اور ہمارے ثبوت انتہائی پختہ ہیں۔ ایسا کر کے یہ افراد اپنی غلطیوں میں اضافہ کر رہے ہیں اور لحہ بہ لحہ اللہ کے قیام قرب سے دُور ہوتے جا رہے ہیں اور وہ ایک دوسرے کی باتیں سن کر خوش ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ لوگ خدا کے ان پیغامات سے نفرت کرتے ہیں جنہیں نبی اکرمؐ نے

لوگوں تک پہنچایا ہے اور جسے انہوں نے ورثہ میں چھوڑا ہے۔

ان لوگوں کا آخری انجام حسرت و محرومی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اور یہ لگ شکوک و شبہات کے اندھے کنوئیں میں گرے ہوئے ہیں جہاں تاریکی ہی تاریکی ہے۔ اللہ نے ان کے نفوس اور ان کی آراء کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ یہ ایسے جانور ہیں جن کا کوئی گلہ بان نہ ہو۔

مجھے اپنے شیعوں کے کردار پر بھی افسوس ہے جو ایک دوسرے سے آج تو دوستی کا مظاہرہ کر رہے ہیں لیکن وہ کل کو میرے بعد ایک دوسرے کو ذلیل اور قتل کریں گے۔ اصل اور جڑ کو چھوڑ کر فرع سے وابستگی اختیار کر لیں گے۔ اور ان میں سے ہر گروہ ایک ایک شاخ کو پکڑے گا جس طرف شاخ جھکے گی وہ بھی اسی کے ساتھ ہی جھک جائے گا۔

مگر اس کے باوجود میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس کی حمد بجالاتا ہوں کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کر کے انہیں جمع کر دے گا اور وہ وقت بنی امیہ کے لیے انتہائی برا ہوگا اور یہ لوگ اسی طرح سے جمع ہوں گے جیسا کہ موسمِ خریف میں ابر کے بکھرے ہوئے ٹکڑے جمع ہوتے ہیں۔ اللہ ان کے دلوں کو آپس میں جوڑ دے گا پھر بادلوں کے دَل کی طرح ان کے لشکروں کے دَل بن جائیں گے۔ پھر ان کے لیے دروازے کھل جائیں گے اور وہ سیلِ رواں کے جوش و جذبہ کی طرح سے آگے بڑھیں گے اور اس سیلابِ بلاخیز کو نہ تو کوئی پہاڑ روکے گا اور نہ ہی کوئی ٹیلہ اور نہ ہی کوئی سیسہ پلائی ہوئی دیوار اس کے سامنے رکاوٹ بنے گی۔ اللہ ان کو وادیوں میں پھیلا دے گا اور وہ چشموں کی طرح زمین سے نکل پڑیں گے اور بنی امیہ کو شہروں سے نکال دیں گے اور ایک قوم کا حق دوسری قوم سے وصول کریں گے اور کمزور قوم طاقتور قوم پر تصرف حاصل کرے گی۔ اور جو کچھ انہوں نے غصب کیا ہوگا وہ حق ان سے چھین لیا جائے گا اور مظلوم قوم کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ ظالم قوم کے قلعے اور محلات گروا دے گا اور ''ارم'' اور بیت المقدس کی سرزمین ان سے بھر جائے گی۔

خدا کی قسم! پھر ایک عرصہ کے بعد اس قوم کے ہاتھوں سے بھی حکومت یوں نکل جائے گی جیسا کہ آگ کی تپش سے چربی پگھل کر بہہ نکلتی ہے اور ان میں سے جو بھی مرے گا وہ گمراہی کی موت مرے گا اور جو گزر جائے گا وہ خدا کے سامنے فیصلے کے لیے پیش ہوگا۔ البتہ جو توبہ کرے گا اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شیعوں کو منتشر ہونے کے بعد پھر یکجا کر دے اس لیے کہ کوئی خدا کو مشورہ نہیں دے سکتا اور تمام اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں اور ہر چیز پر اسی کا حکم چلتا ہے۔

اے لوگو! بہت سے نااہل امامت کے خواہش مند ہیں۔ اگر تم لوگ حق کی مدد سے منہ نہ موڑتے تو وہ افراد جو تمہارے برابر کے نہیں ہیں آج وہ دلیری سے تمہارے مقابلہ پر نہ آتے اور آج وہ یوں کھلے بندوں اپنی طاقت کا مظاہرہ نہ کرتے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا ہے کہ جو اطاعت کے قابل تھا تم نے اس کی اطاعت ہی نہیں کی جس طرح سے اسرائیلی صحرائے تیہ میں چالیس سال بھٹکتے رہے تم بھی اسی طرح سے سرگردان ہو کر پھرو گے۔

مجھے اپنی زندگی کی قسم! اگر تم لوگوں نے بنی امیہ کی حکومت کو برداشت کر بھی لیا تو تم لوگ ایسے سلطان کی حکومت پر متحد ہو جاؤ گے جو گمراہی کی طرف بلانے والا ہوگا۔ تم لوگ حق کو پسِ پشت ڈالو گے اور باطل کو زندہ کرو گے اور اصحاب بدر کی سیرت کو چھوڑ کر ان لوگوں کی اولاد سے الحاق کرو گے جنہوں نے رسولؐ خدا سے جنگ کی تھی۔

مجھے اپنی جان کی قسم! جب ان تمام لوگوں کے ہاتھوں سے حکومت نکل جائے گی تو اس وقت آزمائش کے لمحات شروع ہوں گے اور ظہور کا وعدہ قریب آ جائے گا۔ مہلت کی مدت ختم ہو جائے گی اور ایک دم دار ستارہ مشرق سے طلوع ہوگا اور روشن چاند نکل آئے گا جب ایسا ہو تو توبہ کی طرف رجوع کرنا اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تم نے مشرق سے ظاہر ہونے والے کی پیروی کی تو وہ تمہیں سیرت رسولؐ پر چلائے گا اور وہ تمہارے اندھے، بہرے اور گونگے پن کا علاج کرے گا اور تمہیں سختیوں سے نجات دلائے گا۔ تمہاری گردنوں

کا بوجھ ہلکا کرے گا اور جو اس کی اطاعت سے انکار کریں گے انہیں اللہ پر چھوڑ دے گا۔ ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس طرف پلٹائے جاتے ہیں۔ (روضہ کافی)

۱۳- جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے امیر شام سے صلح کی تو آپؑ کے کچھ ساتھیوں نے آپؑ پر تنقید کی۔ آپؑ نے ان کو سمجھانے کے لیے ایک خطبہ پڑھا جس کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے:

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے دور کے کسی نہ کسی ظالم حکمران کے زیر حکومت نہ رہے۔ سوائے امام قائمؑ کے۔ جن کی اقتدا میں حضرت عیسیٰؑ روح اللہ نماز پڑھیں گے۔ اللہ اس کی ولادت کو مخفی رکھے گا اور اسے پردۂ غیبت میں چھپا دے گا تا کہ وہ کسی ظالم حکمران کی حکومت کے سائے میں نہ رہیں۔ وہ میرے بھائی حسینؑ کی نویں پشت میں ہوگا اور اس کی ماں تمام کنیزوں کی سردار ہوگی۔ اللہ اسے طویل عمر عطا کرے گا اور جب وہ ظاہر ہوگا تو اس کی عمر چالیس سال سے بھی کم محسوس ہوگی تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

(کمال الدین، احتجاج طبرسی)

۱۴- امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

میرے نویں فرزند کے اندر کچھ یوسفؑ کی سنت ہوگی اور کچھ موسیٰؑ بن عمران کی سنت ہوگی اور وہی قائم اہل بیتؑ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں اس کی حکومت قائم کر دے گا۔ (کمال الدین)

۱۵- ابو خالد کابلی کہتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

اے ابو خالد! تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح سے فتنے رونما ہوں گے اور ان فتنوں سے صرف وہی محفوظ رہے گا جس سے اللہ نے عہد و میثاق لیا ہوگا۔ ایسے لوگ

ہدایت کے چراغ اور علم کے چشمے ہوں گے۔ اللہ انہیں ہر تاریک فتنہ سے نجات دے گا۔ میں گویا تمہارے امام کو دیکھ رہا ہوں جو پشت کوفہ نجف سے بلند ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ تین سو تیرہ افراد ہیں۔ جبریلؑ ان کے دائیں طرف اور میکائیل ان کے بائیں طرف اور اسرافیل ان کے سامنے ہوں گے۔ ان کے پاس رسولؐ خدا کا پرچم ہوگا جسے وہ لہرائیں گے اور جب وہ اس پرچم کو لے کر کسی قوم پر حملہ کریں گے تو اللہ انہیں ہلاک کر دے گا۔ (مجالس مفید)

۱۶- امام محمد باقر علیہ السلام نے ابوحمزہ ثمالی سے فرمایا:

اے ابوحمزہ! اللہ نے جن امور کو حتمی اور لازمی قرار دیا ہے ان میں ہمارے قائمؑ کا ظہور بھی شامل ہے اور جو میرے اس بیان میں شک کرے گا وہ خدا کے حضور کافر ہو کر پیش ہوگا۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

میرے ماں باپ اس پر قربان جو میرا ہم نام اور میرا ہم کنیت ہوگا جو میری ساتویں پشت میں ہوگا اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

ابوحمزہ! جو شخص اسے پائے اور اسے اس طرح سے تسلیم کرے جس طرح سے اس نے محمد مصطفیؐ اور علی مرتضیٰؑ کو تسلیم کیا ہے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی اور جو اسے تسلیم نہ کرے گا تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور ظالموں کے لیے برا ٹھکانہ ہے۔

۱۷- مفضل کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اے ابوعبداللہ! قائم آل محمدؐ کا نام لینے سے پرہیز کرنا' خدا کی قسم وہ طویل عرصہ تک غیبت میں رہیں گے اور وہ گمنام ہو جائیں گے یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ وہ مر گیا' ہلاک ہو گیا' نجانے کس وادی میں چلا گیا۔ مومنوں کی آنکھیں اس کے لیے آنسو بہائیں

گی۔ غیبت کے زمانہ میں لوگوں کا ایمان اس طرح سے ڈگمگائے گا جس طرح سے کشتی سمندر کی موجوں میں ڈگمگاتی ہے بس وہی نجات حاصل کرے گا جس سے اللہ نے میثاق لیا ہوگا اور اس کے دل میں ایمان کو جگہ دی ہوگی اور اپنی طرف سے اس کی تائید کی ہوگی' بارہ پرچم بلند ہوں گے اور یہ معلوم نہ ہوگا کہ کون سا پرچم کس کا ہے؟

مفضل کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں رونے لگا:

آپؑ نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان' مولا! میں کیسے نہ روؤں جب کہ آپؑ بتا رہے ہیں کہ بارہ پرچم بلند ہوں گے جو ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے اور یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ کون سا پرچم کس کا ہے؟

یہ سن کر آپؑ نے روشن دان کی طرف دیکھا جہاں سے آفتاب دکھائی دے رہا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: تمہیں سورج دکھائی دیتا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: ہمارا امر اس سے بھی زیادہ روشن ہوگا۔ (غیبت نعمانی)

۱۸- علی بن امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

جب ساتویں امام (یعنی میرا) کا پانچواں فرزند غیبت میں چلا جائے تو خدارا اپنے دین کا خصوصی خیال رکھنا' کوئی چیز تمہیں تمہارے دین سے ہٹانے نہ پائے۔ صاحب الامر غیبت کے پردہ میں چلے جائیں گے اور غیبت اتنا طول کھینچے گی جو شخص ان کا قائل ہوگا وہ بھی ان کا منکر ہو جائے گا۔

آگاہ رہو! یہ غیبت خدا کی طرف سے تمہارے لیے امتحان ہے اس سے اللہ اپنے بندوں کا امتحان لے گا اور یہ بھی سن لو کہ اگر تمہارے آباؤ اجداد کو اس سے بہتر دین مل سکتا ہے تو وہ ضرور اسے اپناتے۔

میں نے عرض کیا: وہ ساتویں کا پانچواں بیٹا کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا:

تمہاری عقلیں کوتاہ ہیں اس وقت تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور ابھی تمہاری عقل اتنی کم ہے کہ وہ اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر تم لوگ اس وقت تک زندہ رہے تو انہیں پالو گے۔ (غیبت نعمانی، علل الشرائع)

۱۹- دعبل خزاعی نے امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے "مدارس ایات خلت من تلاوۃ" کا قصیدہ پڑھا اور جب وہ اپنے اس شعر پر پہنچا:

خروج امام لامحالۃ کائن

یقوم علی اسم اللّٰہ والبرکات

یمیز فینا کل حق و باطل

ویجزی علی النعماء والنقمات

"ایک امام کا خروج انتہائی ضروری ہے جو کہ اللہ کا نام اور برکتوں کا سہارا لے کر قیام کرے گا اور وہ ہمارے معاشرے میں حق و باطل کو جدا کرے گا اور اہلِ حق کو نیک جزا اور اہلِ باطل کو سزا دے گا"۔

امام علی رضا علیہ السلام یہ شعر سن کر بے تحاشا روئے۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

دعبل! یہ شعر روح القدس نے تیری زبان پر جاری کیے ہیں۔ کیا تم اس امام کے متعلق جانتے ہو کہ وہ کون ہوں گے اور کب قیام کریں گے؟

دعبل نے کہا:

مولا! مجھے معلوم نہیں ہے میں نے تو اتنا سنا ہے کہ آپؑ کے خاندان میں سے ایک امام خروج کریں گے اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر

دیں گے۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا:

میرے بعد میرا فرزند محمد تقی علیہ السلام امام ہوگا۔ اس کے بعد اس کا فرزند علی نقی علیہ السلام امام ہوگا۔ اس کے بعد اس کا فرزند حسن عسکری علیہ السلام امام ہوگا اور حسن کے بعد اس کا فرزند حجت قائم امام ہوگا اور اس کی غیبت میں اس کا انتظار کیا جائے گا اور اس کے ظہور کے وقت اس کی اطاعت کی جائے گی اور اگر بالفرض دنیا کے خاتمہ سے ایک دن بھی باقی بچا تو اللہ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ وہ اس میں ظہور کریں گے اور وہ ظہور کے بعد ظلم وستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

لیکن ان کا ظہور کب ہوگا اور کس زمانہ میں ہوگا تو اس سلسلہ میں میرے آبائے طاہرینؑ نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ ہی کی نسل کے امام قائمؑ کا ظہور کب ہوگا؟

اس کے جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا:

ان کے ظہور کی مثال قیامت کی طرح سے ہے اگر اس وقت کا تعین کر دیا جائے تو زمین وآسمان پر بار ہو جائے گا وہ اچانک ظہور کریں گے۔ (کمال الدین)

۲۰- سید عبدالعظیم حسنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں اس ارادہ سے حاضر ہوا کہ ان سے دریافت کروں گا کہ آیا قائمؑ ہی مہدی ہوں گے یا کوئی اور؟

میرے دریافت کرنے سے پہلے ہی امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا:

اے ابوالقاسم! ہمارا قائم ہی ہمارا مہدی ہوگا جس کی غیبت میں اس کا انتظار کیا جائے گا اور ظہور کے بعد ان کی اطاعت کی جائے گی اور وہ میرا تیسرا فرزند ہوگا۔

اس ذات کی قسم جس نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور جس نے ہمیں امامت کے لیے مخصوص کیا اگر دنیا کا ایک بھی دن باقی بچا ہو

تو بھی اللہ اس دن کو طویل کر دے گا یہاں تک کہ امام قائم اس میں خروج کریں گے اور ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک ہی شب میں اس کے لیے معاملات درست کر دے گا جیسا کہ اس نے موسیٰؑ کے لیے ایک ہی رات میں معاملات درست کر دیئے تھے۔ وہ لینے تو آگ گئے تھے لیکن وہاں سے نبی و رسول بن کر واپس آئے تھے۔ ہمارے شیعوں کے لیے افضل ترین اعمال اس کے ظہور کا انتظار کرنا ہے۔ (کمال الدین)

۲۱- ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

میرے بعد میرا نائب میرا بیٹا حسن عسکریؑ ہے اور پھر جب اس کے نائب کا دور ہوگا تو اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان یہ کیوں؟

آپؑ نے فرمایا:

اس لیے وہ جسمانی طور پر تمہیں دکھائی نہ دے گا اور اس کا نام لینا تمہارے لیے جائز نہ ہوگا۔

میں نے عرض کیا:

پھر ہم انہیں کیا کہہ کر دیا کریں؟

آپؑ نے فرمایا:

تم ان کو حجتِ آلِ محمدؐ کہہ کر یاد کرنا۔ (عیون الاخبار، کمال الدین)

۲۲- محمد بن عثمان عمری کا بیان ہے کہ امام حسن عسکریؑ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اپنے آبائے طاہرینؑ کی ان احادیث کا مطلب سمجھائیں۔

۱- زمین قیامت کے دن تک حجت خدا سے خالی نہیں رہتی؟

۲- جو امام زمانہؑ کی معرفت کے بغیر مرا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ حدیث اسی طرح سے حق ہے جیسا کہ دن کا وجود حق ہے۔

آپؑ سے دریافت کیا گیا:

فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے بعد حجت اور امام کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: میرا بیٹا محمد میرے بعد امام اور حجت ہوگا جو اس کی معرفت کے بغیر مرا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ آگاہ رہو! وہ پردۂ غیبت میں چلا جائے گا اور عرصہ غیبت میں جاہل حیران وسرگردان ہو جائیں گے اور باطل پرست ہلاک ہو جائیں گے اور وقت مقرر کرنے والے جھوٹے ثابت ہوں گے۔ اس کے بعد اس کا خروج ہوگا۔ میں یہ منظر گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ نجف کوفہ میں اس کے سر پر پرچموں کے پھریرے لہرا رہے ہیں۔ (کمال الدین)

طولِ عمر امام زمانہ علیہ السلام

مقام امامت سے نابلد افراد کی طرف سے عام طور پر امام زمانہ علیہ السلام کی طویل عمر پر اعتراض کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ایک شخص اتنی طویل زندگی حاصل نہیں کرسکتا۔ جب کہ دنیا کی تاریخ میں طویل العمر افراد کا تذکرہ موجود ہے اور لطف یہ ہے کہ طویل العمر افراد کا ذکر صرف اسلامی کتب میں ہی نہیں بلکہ اہلِ کتاب کے ہاں بھی موجود ہے۔ موت وحیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے جتنی عمر عطا کردے۔ اس میں تعجب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں کچھ طویل العمر افراد کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو امام زمانہؑ کی طول عمر پر تعجب نہ ہو۔ اس کے لیے تورات کے سفر پیدائش کے باب پنجم کی یہ عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

یہ آدم کا نسب نامہ ہے جس دن خدا نے آدم کو پیدا کیا تو اسے اپنی شبیہ پر بنایا' نر اور ناری ان کو پیدا کیا اور ان کو برکت دی اور جس روز وہ خلق ہوئے ان کا نام آدم رکھا۔ اور آدم ایک سو تیس برس کا تھا جب اس کی صورت وشبیہ کا ایک بیٹا اس کے ہاں

پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام سیت (شیث) رکھا اور سیت کی پیدائش کے بعد آدم آٹھ سو برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اور آدم کی کل عمر نو سو تیس برس کی ہوئی تب وہ مرا اور سیت ایک سو پانچ برس کا تھا جب اُس سے اُنوس پیدا ہوا اور انوس کی پیدائش کے بعد سیت آٹھ سو سات برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

اور سیت کی کل عمر نو سو بارہ برس کی ہوئی تب وہ مرا۔ اور انوس نوے برس کا تھا جب اس سے قینان پیدا ہوا اور قینان کی پیدائش کے بعد انوس آٹھ سو پندرہ برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اور اُنوس کی کل عمر نو سو پانچ برس کی ہوئی تب وہ مرا۔

اور قینان نوے برس کا تھا جب اس سے محلل ایل پیدا ہوا اور محلل ایل کی پیدائش کے بعد قینان آٹھ سو چالیس برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور قینان کی کل عمر نو سو دس برس کی ہوئی تب وہ مرا۔

اور محلل ایل پینسٹھ برس کا تھا جب اس سے یارد پیدا ہوا اور یارد کی پیدائش کے بعد محلل ایل آٹھ سو تیس برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اور محلل ایل کی کل عمر آٹھ سو پچانوے برس کی ہوئی تب وہ مرا۔

یارد ایک سو باسٹھ برس کا تھا جب اس سے حنوک پیدا ہوا اور حنوک کی پیدائش کے بعد یارد آٹھ سو برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ یارد کی کل عمر نو سو باسٹھ برس کی ہوئی تب وہ مرا۔

اور حنوک پینسٹھ برس کا تھا جب اس سے متوسلح پیدا ہوا اور متوسلح کی پیدائش کے بعد حنوک تین سو برس تک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور حنوک کی کل عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی۔ اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور وہ غائب ہو گیا کیونکہ خدا نے اسے اٹھا لیا۔

اور متوسلح ایک سو ستاسی برس کا تھا جب اُس سے لمک پیدا ہوا اور لمک کی پیدائش کے بعد متوسلح سات سو بیاسی برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور متوسلح

کی کل عمر نو سو اُنہتر برس کی ہوئی تب وہ مرا۔

اور لمک ایک سو بیاسی برس کا تھا جب اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اور اس نے اس کا نام نوح رکھا اور کہا کہ یہ ہمارے ہاتھوں کی محنت اور مشقت سے جو زمین کے سبب سے ہے جس پر خدا نے لعنت کی ہے ہمیں آرام دے گا اور نوح کی پیدائش کے بعد لمک پانچ سو پچانوے برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں ہوئیں اور لمک کی کل عمر سات سو تہتر برس کی ہوئی تب وہ مرا۔

اور نوح پانچ سو برس کا تھا جب اُس سے سم حام اور یافث پیدا ہوئے۔

حضرت خضر اور حضرت عیسٰی علیہما السلام

کسی کو کم عمر دینا اور کسی کو زیادہ عمر دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اسی لیے اگر خداوند عالم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری جانشین کو اگر طویل عمر دے دے تو چنداں لائق تعجب نہیں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیارے حضرت خضر علیہ السلام کو زندگی دے رکھی ہے جب کہ ان کے سن ولادت میں اختلاف ہے مگر یہ بات یقینی ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کے دور میں وہ موجود تھے اور حضرت موسٰی علیہ السلام ان سے کسب فیض کرنے کے لیے بھی گئے تھے مگر وہ ان کے علم کی تاب نہ لا سکے اور بالآخر انہیں ان سے جدائی اختیار کرنا پڑی۔ اب اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کو ہی لے لیا جائے تو اسے بھی اس وقت چار ہزار برس کا عرصہ گزر چکا ہے اور اسی دور سے حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔ اگر خدا چاہے تو حضرت خضر علیہ السلام کو اتنے عرصہ سے زندہ رکھ سکتا ہے اس میں تو کسی کو کوئی حیرانی نہیں ہوتی۔ اگر امام زمانہؑ کی طول عمر کی بات کی جائے تو فوراً اعتراض کیا جاتا ہے کہ ایک انسان اتنی طویل عمر کیسے پا سکتا ہے؟

حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دنیا میں پیدا ہوئے دو ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ وہ چوتھے آسمان پر زندہ ہیں اور حضرت امام مہدی

علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو وہ آسمان سے اتریں گے اور امام علیہ السلام کے ساتھ مل کر دجال سے جنگ کریں گے اور امام علیہ السلام کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

جب اللہ تعالیٰ ان دو بزرگوار شخصیات کو زندہ رکھ سکتا ہے تو امام مہدی علیہ السلام کو لمبی عمر کیوں نہیں دے سکتا۔ جب امام مہدی علیہ السلام کا مقتدی ہزاروں برس کی عمر پا سکتا ہے تو حضرت عیسیٰ کا امام و مقتدا اتنی طویل عرصہ تک زندہ کیوں نہیں رہ سکتا؟

اس کے علاوہ تاریخ عالم میں اور بھی طویل العمر لوگوں کی داستانیں موجود ہیں جن کی یہاں صرف فہرست پیش کی جاتی ہے ان کے تفصیلی حالات کے لیے بحارالانوار جلد ۵۱ کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱- ابودنیا معمر خادم امیرالمومنین: اس شخص نے کسی طرح سے چشمہ حیواں کا پانی پی لیا تھا اور اسے امیرالمومنینؑ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ علماء کی ایک جماعت نے ۳۰۹ ہجری میں اس سے ملاقات کی تھی اور اس نے کہا تھا کہ میں نے تمام ائمہ کی زیارت کی ہے اور مجھے امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا انتظار ہے۔

۲- عبید بن شریہ جرہمی عمر تین سو پچاس سال۔

۳- شق کاہن بوقت وفات عمر تین سو سال۔

۴- شداد بن عاد بوقت وفات عمر نو سو سال

۵- اوس بن ربیعہ بن کعب بن امیہ عمر دو سو چودہ سال

۶- ابوزبید منذر بن حرملہ طائی نصرانی۔ عمر ایک سو پچاس سال

۷- نصر بن دہمان بن سلیمان عمر ایک سو نوے سال

۸- ثوب بن صداق عبدی، عمر دو سو سال

۹- ثعلبہ بن کعب بن عبدالاشہل بن اشوس۔ عمر دو سو سال

۱۰- رداءہ بن کعب بن ذہل بن قیس نخعی، عمر ایک سو تیس سال

۱۱- عدی بن حاتم طائی' عمر ایک سو بیس سال

۱۲- امابات بن قیس بن حرملہ بن سنان کندی' عمر ایک سو ساٹھ سال

۱۳- عمیر بن حاجر بن عمیر بن عبدالعزیٰ' عمر ایک سو ستر سال

۱۴- عوام بن منذر بن زید بن قیس' دور جاہلیت میں طویل عرصہ تک زندہ رہا اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک زندہ تھا اور اس سے ملاقات بھی کی تھی اس کا سن وفات معلوم نہیں ہے۔

۱۵- سیف بن وہب بن جذیمہ نے دو سو سال کی عمر پائی۔

۱۶- عبید بن ابرص نے تین سو سال کی عمر پائی۔

۱۷- لقمان عادی کبیر نے پانچ سو ساٹھ سال کی عمر پائی۔

۱۸- عمر سیعہ انسر نے آٹھ سو سال کی عمر پائی اور عاد اولیٰ تک زندہ رہا۔

۱۹- زہیر بن عباب بن ہبل بن عبداللہ بن بکر نے تین سو سال کی عمر پائی۔

۲۰- مستوعر بن ربیعہ تین سو تیس سال تک زندہ رہا۔

۲۱- درید بن زید بن نہد نے چار سو پچاس سال کی عمر پائی۔

۲۲- تیم اللہ بن ثعلبہ دو سو سال زندہ رہا۔

۲۳- ربیع بن ضبع بن وہب فزاری نے دو سو چالیس سال کی عمر پائی۔

۲۴- معدیکرب حمیری نے دو سو پچاس برس کی عمر پائی۔

۲۵- ثریہ بن عبداللہ جھنی نے تین سو سال کی عمر پائی اور وہ حضرت عمر کے دربار میں بھی حاضر تھا۔

۲۶- عوف بن کنانہ کلبی نے تین سو سال کی عمر پائی۔

۲۷- عزیر مصر نے سات سو سال کی عمر پائی۔

۲۸- ریان نے سترہ سو برس کی عمر پائی۔

۲۹- دوفع نے تین ہزار سال کی عمر پائی۔

۳۰-ذی الاصبح عدوانی نے تین سو سال کی عمر پائی

۳۱-جعفر بن قیط نے بھی تین سو برس عمر پائی اور اس نے اسلام قبول کیا تھا۔

۳۲-عامر بن صعرب عدوانی نے بھی تین سو سال عمر پائی۔

۳۳-محص بن غسان بن ظالم بن عمرو زبیدی نے دو سو پچاس برس عمر پائی۔

۳۴-صیفی بن رباح ابو اکثم نے دو سو ستر برس عمر پائی۔

۳۵-عاد بن شداد یربوعی نے دو سو پچاس برس عمر پائی۔

۳۶-اکثم بن صیفی نے تین سو سال عمر پائی وغیرہ۔

شیخ صدوق رقم طراز ہیں کہ مذکورہ بالا طویل العمر افراد کا ذکر علمائے اہل سنت میں سے محمد بن سائب کلبی، محمد اسحاق بن یسار اور عوانہ بن حکم اور عیسیٰ بن یزید بن رکاب نے ہیثم بن عدی طائی کی سند سے کیا ہے۔

زمانہ ظہور مہدی علیہ السلام

ظہور مہدی کی بشارت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیسیوں احادیث میں دی گئی ہے اور اگر ہم احادیث نبویؐ کے ساتھ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی احادیث کو بھی شامل کرلیں تو پھر احادیث کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہو جائے گی۔

اگرچہ انہوں نے ہر حدیث کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہیں کی لیکن اس طرف متعدد بار اشارہ فرمایا ہے کہ وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اسے انہوں نے اپنے آباء واجداد سے لیا ہے جنہوں نے ان احادیث کو نبی اکرمؐ سے لیا ہے۔

ان احادیث سے جو خاکہ اُبھر کر سامنے آتا ہے کہ ظہور کا علاقہ یمن، حجاز، ایران، عراق، شام، فلسطین، مصر اور یورپی علاقے ہیں۔ احادیث آلِ محمدؐ میں بڑے بڑے واقعات وحادثات کا تذکرہ علاقوں اور اشخاص کے نام مفصل بیان کیے گئے ہیں۔

عمومی خاکے کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

احادیث یہ بتاتی ہیں کہ علاقائی اور عالمی واقعات کے بعد امام مہدی کے ظہور کی تحریک کا آغاز مکہ مکرمہ سے ہوگا۔ عالمی سطح پر روم (مغرب والے یا مغربیوں) اور ترکوں یا ان کے بھائیوں کے درمیان جنگ ہوگی اور یہاں تک کہ نوبت عالمی جنگ تک پہنچ جائے گی۔

احادیث کے تیور بتاتے ہیں کہ لفظ ''ترک'' سے مراد روس ہے۔

منطقہ اور علاقہ کے حوالے سے امام مہدی علیہ السلام کی دو حامی خاص حکومتیں ایران اور یمن میں قائم ہوں گی۔ آپ کے ایرانی حامی اور انصار آپ کے ظہور سے کچھ عرصہ قبل حکومت قائم کریں گے اور ایک بڑی جنگ میں داخل ہوں گے اور اس میں وہ کامیاب ہوں گے۔ امام کے ظہور سے قبل دو شخصیات ظاہر ہوں گی۔

۱۔ سید خراسانی جو قائد ہوگا۔

۲۔ شعیب بن صالح جو افواج کا کمانڈر ہوگا۔

اور یہ دو افراد ظہور مہدیؑ کی تحریک میں بہت بڑا کردار ادا کریں گے۔

آپ کے یمنی انصار مددگار آپ کے ظہور سے چند ماہ قبل انقلاب لانے میں کامیاب ہو چکے ہوں گے اور حجاز کے سیاسی خلا کو پُر کریں گے اور ظہور مہدی کی تحریک میں بھی مدد دیں گے اور اس سیاسی خلا کا سبب حجاز میں آل فلاں سے بے وقوف بادشاہ کا قتل ہوگا جس کا نام عبداللہ ہوگا اور وہ حجاز کا آخری بادشاہ ہوگا۔ اس کے بعد اس کے جانشین کے سلسلے میں ان لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور یہ اختلاف ظہور امام تک جاری رہے گا۔

''آگاہ ہو جاؤ کہ جب عبداللہ مر جائے گا تو اس کے بعد لوگ کسی ایک پر جمع ہوں گے اور یہ معاملہ بغیر آپؑ کے ظہور کے ختم نہ ہوگا۔ سالوں کی بادشاہت مہینوں اور دنوں کی رہ جائے گی۔

ابوبصیر کہتا ہے: میں نے پوچھا کہ کیا یہ لمبا معاملہ ہوگا تو امامؑ نے جواب میں فر

کہ ہرگز نہیں۔

اس بادشاہ کے قتل کے بعد حجاز کے قبائل میں جنگ ہوگی اور ظہور کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ حرمین کے درمیان ایک واقعہ اور حادثہ پیش آئے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ یہ واقعہ کیا ہوگا تو آپؑ نے فرمایا کہ دونوں حرموں کے درمیان تعصب کی آگ بھڑک اٹھے گی اور فلاں کی اولاد سے فلاں شخص پندرہ دنبے ذبح کرے گا یعنی ایک شخص اپنے مخالف قبیلے کی پندرہ شخصیات' پندرہ رہبروں یا مشہور رہبر اور لیڈر کے پندرہ بیٹوں کو قتل کرے گا۔

اس انداز میں ظہور امامؑ کی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں گی جن میں سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ ۲۳ ماہ رمضان کو آپؑ کے نام کی آواز آسمان سے آئے گی۔ سیف ابن عمیرہ کہتا ہے کہ میں ابوجعفر منصور کے پاس تھا تو اس نے بات کی ابتدا کرتے ہوئے کہا کہ اے سیف بن عمیرہ! ضروری ہے کہ آسمان سے ندا دینے والا ایک مرد کے نام کی ندا دے جو کہ اولاد ابوطالبؑ میں سے ہوگا۔ تو میں نے کہا کہ اے امیر المومنین! میں آپ کے قربان جاؤں کیا آپ اس کی روایت کرتے ہیں۔

تو اس نے کہا: ہاں! قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میرے کانوں نے یہ سنا ہے۔

تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے یہ حدیث اس سے پہلے نہیں سنی ہے۔

تو اس نے کہا کہ اے سیف! یہ برحق حدیث ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم اُس آواز پر لبیک کہنے والے ہوں گے۔ آگاہ رہو کہ یہ آواز ہمارے چچا کی اولاد میں سے ایک کے بارے میں ہے۔ تو میں نے کہا کہ کیا یہ فاطمہؑ کی نسل سے ہوگا تو اس نے کہا: ہاں! فاطمہؑ کی نسل سے ہوگا اور اگر میں نے اس کو ابوجعفر محمد بن علیؑ سے نہ سنا ہوتا اور تمام روئے زمین والے مجھے' اس کے بارے میں بیان کرتے تو بھی میں اسے قبول نہ کرتا لیکن میں نے یہ حدیث محمد بن علیؑ سے سنی ہے۔

اس ندائے آسمانی کے بعد حضرت امام مہد
مددگاروں سے رابطہ شروع کریں گے۔ یہ رابطہ خفیہ ہوگا۔ حضرت امام مہدیؑ کے بارے
میں دنیا میں بہت سی باتیں ہونے لگیں گی اور لوگ آپؑ کا بہت ذکر کریں گے۔ حدیث
میں ہے کہ حضرتؑ کی محبت کی شراب پلائی جائے گی یعنی اس قدر عشق و محبت ہوگی کہ گویا
اس کے عشق میں مست ہیں اور آپؑ کے دشمن آپؑ کے ظہور سے خوفزدہ ہوکر آپؑ کی
تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ لوگوں میں یہ خبر پھیل جائے گی کہ وہ مدینہ منورہ میں
ٹھہرے ہیں۔ پس حکومت حجاز یا بیرونی طاقتیں آپؑ کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ
ہوجائیں گی اور شام سے سفیانی کا لشکر حجاز کی طرف روانہ ہوگا۔ پس یہ لشکر مدینہ منورہ میں
داخل ہوگا اور جس ہاشمی تک اس کا ہاتھ پہنچے گا اسے گرفتار کرے گا۔ بہت سارے ہاشمیوں
اور آپؑ کے شیعوں کا قتل عام ہوگا اور باقی افراد کو قید کردیا جائے گا۔
سفیانی اپنا لشکر مدینہ منورہ بھیجے گا جو مدینہ میں جنگ کرے گا اس دوران مہدی
اور منصور وہاں سے چلے جائیں گے اور آل محمدؐ کے چھوٹوں اور بڑوں کو گرفتار کرلیا جائے
گا اور انہیں زندان میں ڈال دیا جائے گا پھر یہ لشکر مدینہ سے دو آدمیوں کی تلاش میں
نکلے گا اور مہدیؑ وہاں سے حضرت موسیٰ کی طرح خوف کے عالم میں نکلیں گے یہاں تک
کہ مکہ پہنچیں گے۔
مکہ پہنچ کر حضرت امام مہدی علیہ السلام اپنے بعض انصار سے رابطہ کریں گے
اپنی تحریک کا آغاز دسویں محرم الحرام کی رات بعد نماز عشاء حرم مطہر سے کریں گے
آپؑ اہل مکہ کے لیے اپنا پہلا بیان جاری کریں گے۔ اس وقت آپؑ کے دشمن آپؑ
کرنے کی کوشش کریں گے لیکن آپؑ کے انصار آپؑ کے گرد گھیرا ڈال دیں
مخالفین کو آپؑ سے دور کریں گے۔ پھر آپؑ سب سے پہلے مسجد الحرام اور پھر پو
پر قابض ہوجائیں گے۔
دسویں محرم الحرام کی صبح پوری دنیا میں بسنے والے لوگوں کے لیے اچنبھا

زبانوں میں جاری کریں گے اور تمام اہل ایمان کو اپنی مدد کی دعوت دیں گے اور آپؑ اس وقت تک مکہ میں قیام کریں گے جب تک وہ وعدہ پورا نہ ہو جائے جس کا اعلان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔ سفیانی آپؑ سے جنگ کے لیے بھاری لشکر مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ کرے گا تو درمیان میں زمین پھٹے گی اور دو آدمیوں کے علاوہ اس کا پورا لشکر اس میں غرق ہو جائے گا اور لشکر کے دھنسنے کا واقعہ مقام ''بیداء'' پر پیش آئے گا۔ چنانچہ سفیانی کی فوج جب مقام بیدا پہنچے گی تو فوج کا اگلا گروہ پلٹ کر پیچھے آنے والے گروہ کو دیکھے گا تو اس وقت اگلا گروہ زمین میں دھنس جائے گا اور پچھلا گروہ پہلے گروہ کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھے گا تو وہ بھی دھنس جائے گا۔

اس معجزہ کے بعد امام مہدی علیہ السلام چند ہزار نفوس کے لشکر کو لے کر مکہ سے مدینہ جائیں گے اور سفیانی کی باقی ماندہ فوج سے مقابلہ کے بعد مدینہ کو آزاد کرائیں گے اور مکہ و مدینہ کی فتح کے ساتھ ہی تمام حجاز آپؑ کے زیر نگیں آ جائے گا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاز کی فتح کے بعد آپؑ جنوبی ایران کا رخ کریں گے۔ وہاں آپؑ خراسانی اور شعیب بن صالح کی قیادت میں ایرانی افواج سے ملاقات کریں گے اور وہ سب آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے اور آپؑ انہیں اپنے ساتھ ملا کر بصرہ کے نزدیک دشمن افواج سے جنگ کریں گے اور کامیاب ہوں گے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام عراق میں داخل ہوں گے اور وہاں کے داخلی حالات درست کریں گے اور وہاں سفیانی کی باقی ماندہ افواج کا صفایا کریں گے۔ سفیانی کی افواج کے علاوہ آپ بہت سے خارجی مسلح دستوں سے بھی نبرد آزما ہوں گے اور سب کو شکست دیں گے اور آپ عراق کو اپنی حکومت کا مرکز اور کوفہ کو اپنا دارالحکومت قرار دیں گے اور یوں آپ یمن، حجاز، ایران، عراق اور خلیج کی ریاستوں پر مشتمل ایک حکومت تشکیل دیں گے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عراق کی فتح کے بعد آپ ترکوں سے جنگ کریں گے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد روس ہے جو کہ اہلِ مغرب کے ساتھ عالمی

جنگ میں کمزور ہو چکا ہوگا۔ اس کے بعد آپ قدس کی آزادی کے لیے ایک بڑا لشکر تشکیل دیں گے۔ آپ کے لشکر کی آمد کی خبر سن کر سفیانی کا لشکر پیچھے ہٹ جائے گا اور آپ کا لشکر ''مرج عذرا'' نامی جگہ پر دمشق کے قریب پڑاؤ ڈالے گا۔ آپ کے اور سفیانی کے درمیان مذاکرات ہوں گے اور مذاکرات میں سفیانی کا موقف کمزور ہوگا اور اس وقت کی عوام کی حمایت بھی حضرت مہدیؑ کو حاصل ہوگی۔

روایات میں ہے کہ قریب ہوگا کہ سفیانی اپنی شکست تسلیم کر لے لیکن اس کی پشت پر جو یہود و نصاریٰ ہوں گے وہ اسے ایسا کرنے سے منع کریں گے اور اس کے وزیر بھی اسے مصالحت سے روکیں گے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ اس کی مدد کے لیے اپنی فوجیں روانہ کریں گے اور پھر ایک بہت بڑی جنگ ہوگی جس کا دائرہ مکہ سے فلسطین اور فلسطین سے ترکیہ کے ساحل انطاکیہ تک پھیل جائے گا اور داخلی لحاظ سے یہ جنگ بحیرہ طبریہ سے دمشق اور دمشق سے قدس تک پھیل جائے گی۔ پھر سفیانی اور یہود و نصاریٰ کے لشکروں پر خدائی عذاب نازل ہوگا اور مسلمان انہیں قتل کریں گے یہاں تک کہ اگر کوئی یہودی کسی پتھر کے پیچھے بھی چھپا ہوگا تو وہ پتھر بھی بول اٹھے گا کہ اے مسلمان! یہ یہودی ہے اس کو قتل کر دے۔ امام مہدیؑ اور مسلمانوں کو خدا کی مدد حاصل ہوگی اور وہ فتح و نصرت کے ساتھ قدس میں داخل ہوں گے۔

یہودیوں کی اس غیر متوقع شکست سے مسیحی مغرب کو سخت دھچکا پہنچے گا اور ان کی تمام امدادی افواج امام مہدی علیہ السلام کے سامنے شکست کھا جائیں گے اور اہل مغرب سخت غصہ میں ہوں گے اور وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ امام مہدی علیہ السلام کے خلاف جنگ کرنے والے ہی ہوں گے کہ اچانک حضرت مسیح آسمان سے اتر کر قدس میں تشریف لائیں گے اور آپ وہاں سے اپنا مخصوص بیان عیسائیوں کے نام پر جاری کریں گے اور حضرت عیسیٰ کا اس طرح سے نازل ہونا عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کے لیے معجزہ ہوگا اور دونوں امتیں انہیں دیکھ کر خوش ہو جائیں گی۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی اور امام مہدی علیہم السلام اور اہل مغرب کے درمیان واسطہ کا کام دیں گے اور سات سال کی مدت کے لیے باہمی صلح نامہ پر فریقین کے دستخط ہو جائیں گے جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں:

''تمہارے اور روم کے درمیان چار بار صلح ہوگی چوتھی صلح آل ہرقل کے ایک شخص کے ذریعہ سے ہوگی جو کہ سات سال تک قائم رہے گی''۔

قبیلہ عبدالقیس سے تعلق رکھنے والے ایک شخص ''مستورد بن غیلان'' نے کھڑے ہو کر کہا: اس دن لوگوں کا امام کون ہوگا؟

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میری اولاد میں سے مہدی امام ہوگا جس کا سن چالیس سال کا ہوگا اس کا چہرہ کسی روشن ستارے کی مانند ہوگا اور اس کے دائیں رخسار پر تل ہوگا اور اس پر دو عبائیں ہوں گی اور وہ یوں دکھائی دے گا جیسا کہ وہ بنی اسرائیل کا کوئی عالم ہو وہ خزانے برآمد کرے گا اور شرک کے شہروں کو فتح کرے گا''۔

معلوم ہوتا ہے کہ اہل مغرب اس لیے صلح نامہ کو توڑیں گے کہ وہ محسوس کر لیں گے کہ اس صلح نامے کی وجہ سے لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ بہت سارے لوگ اسلام قبول کریں گے اور امام مہدیؑ کی تائید کریں گے۔

آخر کار مغرب فیصلہ کن جنگ پر آمادہ ہو جائے گا اور دس لاکھ سپاہ کے ہمراہ اچانک شام اور فلسطین پر حملہ کرے گا۔ روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں:

''اہل مغرب اسی جھنڈوں (بریگیڈز) کے نیچے آئیں گے''۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام امام مہدی علیہ السلام کی حمایت میں اپنا موقف پیش کریں گے اور بیت المقدس کی فتح کے وقت ساحل کی طرف سے مکہ سے انطاکیہ تک اور دمشق قدس اور مرج دابق تک رومیوں (اہل مغرب) کو شکست ہوگی اور مسلمانوں کو واضح کامیابی نصیب ہوگی۔

اس جنگ کے بعد امام مہد
ریاستوں (امریکہ) کی فتح کا دروازہ کھل جائے گا اور اکثر ممالک کی خود وہاں
داخلی عوامی انقلابات کے ذریعہ سے ہوگی۔
عوام حضرت مسیح اور امام مہدی علیہ السلام کی مخالف حکومتوں کا تختہ الٹ دیں گے
اور مہدی کی حامی حکومتیں قائم کردی جائیں گی۔ جب امام مہدیؑ مغرب کو فتح کرلیں گے
اور پورا مغرب امام کے زیر تسلط آجائے گا اور وہاں کی اکثریت اسلام قبول کرلے گی
تو حضرت مسیحؑ وفات پاجائیں گے اور امام مہدی علیہ السلام ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے
اور لوگوں کی موجودگی میں انہیں دفن کیا جائے گا تاکہ کسی کو ان کی موت میں شک وشبہ
باقی نہ رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے ہاتھ کا سلا ہوا کفن دیا جائے گ
اور انہیں ان کی والدہ کی قبر کے پہلو میں بیت المقدس میں دفن کیا جائے گا۔
پوری دنیا کی تسخیر اور اسلامی حکومت قائم کرنے کے بعد امام مہدیؑ الٰہی اہداف پ
کرنے کی طرف توجہ دیں گے اور دنیا کو مادی سہولتیں فراہم کریں گے اور رفاہی کام سرانج
دیں گے۔ رعایا کی مالی سطح بلند کریں گے اور ان کی علمی سطح میں اضافہ فرمائیں گے اور لو
کی معلومات میں ۲۵ اور ۲ کی نسبت ہوگی یعنی اگر پہلے لوگوں کے پاس دو فیصد معلومات
گی اور امام علیہ السلام کے عہد میں ان کی معلومات پچیس فیصد ہوجائیں گی۔
آپؑ کے دور میں کرہ زمین کے رہنے والوں کے لیے دوسرے کروں میں
پذیر مخلوق کے تعلقات کے لیے دروازے کھل جائیں گے اور ایک کرے
دوسرے کروں پر جاسکے گی اور دوسرے کروں کی مخلوق زمین پر آئے گی یہ لوگوں
اللہ کی نشانی اور آیت ہوں گے۔ آپؑ کے دور حکومت میں ائمہ کی ایک تعداد وا
گی اور آپؑ کے بعد بھی یہ سلسلہ قائم رہے گا اور یہ سب کچھ قیامت کی نشانیو
کے مقدمات میں سے ہوگا۔
دجال کا فتنہ امام مہدی علیہ السلام کے دور میں سائنسی علوم کی پیش رف

میں پیدا ہوگا اور وہ سائنسی علوم کی ترقی کے مختلف ڈھنگ اختیار کر کے عجیب وغریب مظاہرے دکھائے گا اور نوجوان مردوں اور عورتوں کو اپنے جال میں پھنسائے گا۔ نوجوانوں کی اکثریت اس کے جال میں پھنس جائے گی لیکن امام مہدی اس کی شعبدہ بازیوں سے پردہ اٹھائیں گے اور اسے قتل کر کے مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے نجات دیں گے۔

ظہور مہدی کے لیے تمہیدی تحریک کا آغاز ایران سے ہوگا اور اس کا آغاز مشرق کی سرزمین سے ہوگا اور جب ایسا ہوگا تو سفیانی خروج کرے گا۔

احادیث میں ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا آغاز سیاہ جھنڈوں سے ہوگا اور یہ کام سلمان فارسی کی قوم کرے گی اور ان کی تحریک کا آغاز ''قم'' کے رہنے والے ایک مرد خدا کے ہاتھوں پر ہوگا جو لوگوں کو حق کی دعوت دے گا اور اس کی قوم اس کے ہمراہ ہو جائے گی اور اس قوم کے افراد کے دل فولاد کے ٹکڑوں کی مانند سخت اور مضبوط ہوں گے اور تیز وتند جھکڑ انہیں اپنی جگہ سے متزلزل نہ کر سکیں گے۔ اس کے پیروکار جنگ سے نہ اکتائیں گے اور نہ ہی بزدلی اختیار کریں گے۔ اللہ پر توکل اور بھروسہ کریں گے اور عاقبت اور انجام متقین کے لیے ہے۔ وہ اپنے انقلاب کے بعد اپنے دشمنوں سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو لیکن وہ ان کو نہ چھوڑیں گے' وہ اپنے حق کا مطالبہ کریں گے لیکن انہیں محروم رکھا جائے گا۔ جب ان سے یہ برتاؤ ہوگا تو وہ بھی اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر اٹھالیں گے۔ پھر ان کے مطالبہ کے تحت انہیں کچھ حق دیا جائے گا لیکن وہ اسے قبول نہیں کریں گے..... آخر کار وہ اس امر کو اس کے ہاتھ میں دیں گے جو اس امر کا مالک ہے یعنی وہ اقتدار امام مہدی علیہ السلام کے سپرد کریں گے' ان کے متعلقین شہداء ہوں گے۔

روایات بتاتی ہیں کہ وہ طویل جنگ میں کامیاب ہوں گے اور ان میں دو شخصیتیں ظاہر ہوں گی جن کے بارے میں وعدہ دیا جا چکا ہے۔ ان میں سے ایک خراسانی ہوں گے جو ان کے فقیہ اور سیاسی رہنما ہوں گے اور دوسرے کا نام شعیب بن صالح ہوگا جو کہ

مسلح افواج کا کمانڈر ہوگا' اس کا رنگ زرد ہوگا اور داڑھی ہلکی ہوگی اور وہ ''رَے'' (موجودہ تہران) کا رہنے والا ہوگا۔ یہ دونوں اپنے لشکر کے ہمراہ اپنے پرچم امام مہدی کے سپرد کریں گے اور آپؑ کی تحریک میں شرکت کریں گے۔ پھر شعیب بن صالح امام مہدی علیہ السلام کی مسلح افواج کا کمانڈر انچیف ہوگا۔

احادیث بتاتی ہیں کہ سوریا (شام) میں ایک تحریک اٹھے گی جس کی قیادت روم کا اتحادی کریگا جس کا نام ''عثمان سفیانی'' ہوگا۔ وہ یہود سے معاہدہ کرے گا اور اپنی حکمت عملی سے شام اور اُردن کو متحد کر دے گا۔ سفیانی کا خروج حتمی ہے۔ اس کا خروج آغاز سے اختتام تک پندرہ مہینے تک رہے گا' ان میں سے وہ چھ مہینے جنگیں کرے گا اور باقی نو مہینے وہ حکومت کرے گا اور پندرہ ماہ سے وہ ایک مہینہ بھی زیادہ حکومت نہ کر سکے گا۔ اور احتمال یہ ہے کہ اس کی مملکت میں لبنان بھی شامل ہوگا لیکن سفیانی کا قائم کردہ یہ اتحاد بابرکت نہ ہوگا' کیونکہ اس کا مقصد یہودی حکومت کے تحفظ کے لیے ایک فرنٹ لائن اور بفرسٹیٹ قائم کرنا ہوگا' جو ایرانیوں کے لیے رکاوٹ کا کام دے گا۔ چنانچہ اسی مقصد کے لیے سفیانی عراق پر قبضہ کے لیے اپنی افواج عراق میں داخل کرے گا۔ چنانچہ احادیث میں یہ جملے ملتے ہیں:

وہ ایک لاکھ تیس ہزار فوجی کوفہ روانہ کرے گا وہ ''روحہ'' اور ''فارق'' میں اتریں گے ان میں سے ساٹھ ہزار کوفہ جا کر اتریں گے اور ہود علیہ السلام کی قبر کے پاس جو نخیلہ میں ہے قیام کریں گے۔

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں:

''گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ سفیانی یا اس کے نمائندے نے اپنا پڑاؤ تمہارے رحبہ میں کوفہ کے قریب ڈال دیا ہے اور ایک منادی یہ ندا کر رہا ہے کہ جو کوئی علیؑ کے شیعہ کا سر لے کر آئے گا اسے ایک ہزار درہم دیا جائے گا تو پڑوسی اپنے پڑوسی پر ٹوٹ پڑے گا کہ یہ شیعہ ہے''۔

اس کے بعد سفیانی حجاز کے سیاسی خلا کو پُر کرنے اور تحریک مہدی کے خاتمہ کی غرض سے اپنا لشکر مدینہ روانہ کرے گا۔ اس کا لشکر مدینہ میں تباہی و بربادی کی داستان رقم کرے گا۔ مدینہ کی تباہی کے بعد وہ مکہ لشکر روانہ کرے گا۔ اس وقت مکہ میں امام زمانہؑ کا خروج ہو چکا ہوگا اور اس کا لشکر مکہ پہنچنے سے پہلے زمین میں دھنس جائے گا۔ اس واقعہ کے بعد وہ اپنے لشکر کو امام مہدیؑ کے مقابلہ کے لیے جمع کرے گا۔ اس وقت امام مہدیؑ کا لشکر شام اور قدس کی طرف پیش قدمی کرے گا۔ پھر ایک طویل جنگ ہوگی اور سفیانی کو قیدی بنا کر قتل کر دیا جائے گا اور امام مہدی علیہ السلام اور مسلمان فاتحانہ شان سے قدس میں داخل ہوں گے۔

امام مہدیؑ کے لیے زمین ہموار کرنے والوں میں یمن کی ایک تحریک کا تذکرہ بھی احادیث میں موجود ہے اور اس تحریک کے قائد کو ''یمانی'' کا نام دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کی مدد کریں اور پرچموں میں سے کوئی پرچم یمانی کے پرچم سے زیادہ ہدایت یافتہ نہیں ہوگا اور جب یمانی خروج کرے گا تو اس کے مقابلہ میں اسلحہ فروخت کرنا حرام ہوگا اور جب یمانی خروج کرے تو اس کی مدد کے لیے کھڑے ہو جاؤ کیونکہ اس کا پرچم ہدایت کا پرچم ہے اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس سے رخ پھیرے اور جو ایسا کرے گا تو وہ دوزخی ہوگا کیونکہ یمانی حق کی دعوت دے گا اور راہِ مستقیم کی طرف بلائے گا۔

روایات میں وارد ہے کہ یمانی کی افواج ایرانیوں کی مدد کے لیے اور سفیانی کی سرکوبی کے لیے عراق میں داخل ہوں گی اور پھر یمانی کی فوج امام مہدی علیہ السلام کی مدد کے لیے اہم کردار ادا کرے گی۔

روایات بتاتی ہیں کہ یمانی اور سفیانی کے خروج سے پہلے مصر میں ایک مصری باشندہ بھی انقلابی تحریک کا آغاز کرے گا۔ چنانچہ روایات میں مصری لشکر کے قائد اور مصر کے اطراف میں اتباط کی انقلابی تحریک کا تذکرہ موجود ہے۔ مصر میں یورپی یا امریکی

افواج داخل ہوں گی اس کے بعد سفیانی کا خروج ہوگا۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام مصر کو عالمی جہادی حوالے سے خاص مقام دیں گے اور مصر کو منبر کے طور پر استعمال کریں گے اور آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مصر میں داخل ہوں گے چنانچہ حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

پھر وہ مصر آئیں گے اور آپ اپنے منبر پر جائیں گے اور لوگوں کو خطبہ دیں گے اور اہل زمین کو عدل کی خوش خبری سنائیں گے۔ باران رحمت برسے گی۔ درخت پھل دیں گے۔ زمین اپنے خزانے اُگل دے گی اور اپنے رہنے والوں کے لیے مزین ہوگی۔ وحشی جانور تک امن محسوس کریں گے یہاں تک کہ وہ پالتو جانوروں کی طرح راستوں میں گھاس چریں گے۔ اہل ایمان کے دلوں میں علم ڈال دیا جائے گا۔ مومن اس علم کا محتاج نہیں ہوگا جو اس کے مومن بھائی کے پاس ہے اور وہ دن اس آیت کی تاویل ہے کہ ''اللہ ہر ایک کو اپنی وسعت سے بے نیاز کر دے گا''۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہور سے قبل یہودی زمین پر فساد کر کے غلبہ حاصل کریں گے اور ان کے غلبہ کا خاتمہ ان پر چھوں سے ہوگا جو خراسان سے چلیں گے۔ جن کو کوئی شے روک نہ سکے گی اور وہ ''ایلیا'' (قدس) میں آ کر اتریں گے۔ الغرض اہل فارس وہ قوم ثابت ہوں گے جنہیں خدا اس مرتبہ یہود پر بھیجے گا اور ان کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے:

''ہم نے تم پر اپنے بندوں کو بھیجا جو بہت سخت طاقت والے ہیں''۔

احادیث میں یہ نہیں آیا کہ یہودیوں کی قوت کا خاتمہ امام مہدی علیہ السلام ظہور سے قبل ایک مرتبہ ہوگا یا کئی مرحلوں میں ہوگا یا مکمل خاتمہ ظہور کے بعد ہوگا۔ روایت میں اس کے آخری مرحلے کا تذکرہ موجود ہے کہ وہ امام مہدی علیہ السلام ہاتھوں ہوگا۔ آپؑ کا اکثر لشکر اہل فارس پر مشتمل ہوگا اور سفیانی کے ساتھ ایک بڑی لڑی جائے گی جو کہ اس وقت روم اور یہودیوں کے لیے دفاعی لائن کا کام دے رہا

روایات میں ہے کہ امام مہدی علیہ السلام انطاکیہ کے غار، فلسطین کے پہاڑ اور طبریہ کے سمندر سے تورات کی اصل کاپیاں نکالیں گے پھر اپنے آپ کو یہودیوں کے خلاف دلیل کے طور پر پیش کریں گے۔ آپ یہودیوں کے سامنے معجزات پیش کریں گے۔ قدس کی فتح کے بعد جو یہودی بچ جائیں گے ان میں سے کچھ تو مسلمان ہو جائیں گے اور جو اسلام قبول کرنے سے انکار کریں گے آپ انہیں عرب کی سرزمین سے جلاوطن کر دیں گے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ناگہانی بیماریوں طاعون (کینسر) اور جنگ کی آگ سے بہت بڑے نقصانات ہوں گے۔ یہ نقصانات مسلمانوں کو ثانوی حیثیت سے پہنچیں گے۔ حدیث کے الفاظ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"یہ سلسلہ (جنگ) جاری رہے گا یہاں تک کہ آبادی کا دو تہائی حصہ ختم ہو جائے گا"۔

ہم نے سوال کیا اگر لوگوں کا دو تہائی حصہ چلا گیا پھر باقی کیا رہ جائے گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے (میں، تو اور تم) اس باقی ماندہ تہائی میں شامل ہوں۔

روایات سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ یہ جنگ کئی مراحل میں ہوگی اور اس کا آخری مرحلہ، ظہور امامؑ، حجاز کی آزادی اور امام مہدیؑ کے عراق میں داخلے کے بعد ہوگا اور ان سب کا حجاز کے اندرونی سیاسی بحران سے بہت گہرا تعلق ہوگا۔ (ماخوذ از عصر ظہور)

پایان یافت

تمت بالخیر والحمدلله رب العالمین وصلی الله علی حبیب واهل بیته الطاهرین وسلم تسلیما کثیرا- اللهم صلِّ علٰی محمد وآلِ محمد

○○○

خوشخبری

ہم نے قارئین کرام کی سہولت کے پیشِ نظر
ادارہ کی ایک برانچ اردو بازار لاہور میں کھول لی ہے۔
یہاں پر ادارہ ہذا کی شائع کردہ کتب کے علاوہ تمام
شیعہ اداروں اور پبلشرز کی کتب دستیاب ہیں۔
ترویج وتبلیغ علوم محمدؐ وآل محمدؐ کی خاطر
قیمتیں نہایت مناسب ہیں۔

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین
الحمد مارکیٹ، فرسٹ فلور، دکان نمبر 20،
غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور فون: 7225252